أُولَئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ○

(سورۃ البقرہ۔۱۵۷)

یہی وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے خاص مہربانیاں اور رحمت ہوگی اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

ائمہ حدیث علیہ الرحمۃ

کے مختصر حالات

سکندر نقشبندی

أُولَـٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَأُولَـٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ○

(سورۃ البقرہ۔۱۵۷)

یہی وہ لوگ ہیں جن پر ان کے رب کی طرف سے خاص مہربانیاں اور رحمت ہوگی اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔

ائمہ حدیث رحمۃ اللہ علیہ

کے مختصر حالات

سیّد سبط سکندر نقوی حنفی نقشبندی مجدّدی

نام کتاب: ائمہ حدیثؒ کے مختصر حالات

تالیف: سکندر نقشبندی

ٹیلیفون: (001) 647 890 1317

sikander.naqshbandi@gmail.com

www.eislamicbooks.com

سرورق: سید حماد الرحمان - ٹورنٹو کینیڈا

پروف ریڈنگ: محترم امیر قادر۔ مسی ساگا ۔ کینیڈا

تعداد: ایک ہزار

سنِ طباعت: 2018ء

قیمت:

قارئین سے گذارش

کتاب کی پروف ریڈنگ میں اگر کوئی غلطی رہ گئی ہو تو معذرت قبول فرمائیں اور نشاندھی فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں درست کی جاسکے۔ جزاکم اللہ خیراً

کتاب ملنے کیلئے رابطہ

مختار احمد (کراچی پاکستان) 0300-2380285

نفیس الحسن جیلانی (کراچی پاکستان) 0300-3512712

عبدالرشید خان (ورجینیا امریکہ) (001) 703-785-4737

منور نقوی (سڈنی آسٹریلیا) 0614-2490-4151

قیصر نقوی (ٹورنٹو کینیڈا) (001) 647-898-4640

سید عباد الرحمان (کیلگری AB کینیڈا) 001)403-926-5171

قیمتی جواهر

دنیا کے لئے اتنا عمل کرو جتنا تمھیں یهاں رهنا هے اور آخرت کے لئے اتنا عمل کرو جتنا تمھیں وهاں رهنا هے۔

﴿امام سفیان ثوریؒ﴾

﴿ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ﴾

ائمہ حدیثؒ کے مختصر حالات

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
i	عرض مؤلف	16
	ائمہ حدیث کا مختصر تعارف	23
1۔	امام بخاریؒ	23
2۔	امام مسلمؒ	46
3۔	امام ترمذیؒ	55
4۔	امام ابوداؤد سجستانیؒ	66
5۔	امام نسائیؒ	78
6۔	امام ابن ماجہؒ	87
7۔	امام ابوحنیفہؒ	94
8۔	امام مالکؒ	104
9۔	امام شافعیؒ	118
10۔	امام احمد بن حنبلؒ	128
11۔	حضرت علقمہ بن قیس نخعیؒ	138
12۔	مسروق بن اجدعؒ	141
13۔	حضرت اسود بن یزید نخعیؒ	144
14۔	عروہ بن زبیرؒ	147
15۔	سعید بن مسیّبؒ	151

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
73۔	جریر بن عبدالحمیدؒ	301
74۔	اسد بن عمروؒ	302
75۔	علی بن مسہرؒ	303
76۔	امام محمدؒ	304
77۔	امام قاضی حفص بن غیاث کوفیؒ	318
78۔	امام وکیع بن جراحؒ	319
79۔	امام یحییٰ بن سعید القطانؒ	323
80۔	امام سفیان بن عیینہؒ	327
81۔	عبدالرحمٰن بن مہدیؒ	331
82۔	امام عیسیٰ ابن ابانؒ	332
83۔	امام حسن بن زیاد لؤلؤی کوفیؒ	333
84۔	ابوداؤد طیالسیؒ	335
85۔	امام یزید بن ہارونؒ	336
86۔	امام عبدالرزاق بن ہمامؒ	339
87۔	امام ضحاک بن مخلد ابوعاصم نبیلؒ	343
88۔	امام خلاد بن یحییٰ اسلمیؒ	347
89۔	امام مکی بن ابراہیمؒ	348
90۔	امام محمد بن عبداللہ انصاریؒ	351
91۔	سعید بن منصورؒ	351

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
92۔	امام یحییٰ بن معین ؒ	352
93۔	علی بن المدینی ؒ	355
94۔	ابی بکر بن ابی شیبہ ؒ	356
95۔	اسحاق بن راہویہ ؒ	357
96۔	امام دارمی ؒ	359
97۔	ابوزرعہ رازی ؒ	363
98۔	امام ذھلی ؒ	364
99۔	ابن ابی خیثمہ ؒ	365
100۔	احمد بن عمرو بزار ؒ	365
101۔	ابویعلیٰ احمد بن علی ؒ	366
102۔	محمد بن اسحاق بن خزیمہ ؒ	366
103۔	ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق ؒ	367
104۔	امام طحاوی ؒ	368
105۔	محمد بن عمرو العقیلی ؒ	374
106۔	علی بن محمد بن القطان ؒ	374
107۔	امام دارقطنی ؒ	375
108۔	امام عبدالباقی بن قانع ؒ	379
109۔	ابن سکن ؒ	381
110۔	ابوحاتم محمد بن حبان ؒ	381

☆☆☆☆☆

علماء کے لئے اس سے
بڑھ کر کوئی عیب نہیں
کہ وہ دنیا سے رغبت اور
آخرت سے زہد کریں۔
علماء کا فقر اختیاری
اور جہلاء کا فقر اضطراری
ہوتا ہے۔

(امام شافعیؒ)

حضرت خواجہ حسن بصریؒ نے فرمایا!

دنیا درحقیقت تمھاری سواری ھے اگر تم اس پر سوار ھو گئے تو وہ تم کو اپنی پیٹھ پر اٹھائے گی اور اگر وہ تم پر سوار ھو گئی تو تم کو ھلاک کر ڈالے گی۔

عرض مؤلف

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُ هٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نُؤمِنُ بِهٖ وَ نَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسَناوَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مِنْ يَّهْدِ هِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَ مِنْ يُّضْلِلْهٗ فَلَا هَادِ ىَ لَهٗ وَ نَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَ هٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّد نَا وَسَنَدَ نَا وَ نَبِيِّنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدً ا عَبْدُ هٗ وَ رَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَ بَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا كَثِيْرًا ☆ اَمَّا بَعْدُ

فَاعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِ نَا مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰل اِبْرَاهِيْمِ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ.

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى سَيِّدِ نَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ سَيِّدِ نَا مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَ عَلٰى اٰلِ اَبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَجِيْدٌ ☆

اللہ تعالیٰ نے دین کی حفاظت کا ذمہ خود اٹھایا ہے۔ جب بھی اس دین میں گمراہی، جھوٹ، فریب اور نفسانی خواہش کی آمیزش کرنے کی کوشش کی گئی تو فوراً دین کے علمبرداروں نے اس کی نشاندہی کی اور اس کے سد باب کے لئے ان تھک کوششیں کیں۔ رسول اللہ ﷺ کا ایک ایک عمل اور ایک ایک کہی ہوئی بات اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کے ذریعہ محفوظ کرادی۔ اور اگر اس محفوظ کرنے میں کسی سے کوئی غلطی ہوئی بھی تو اس کی نشاندہی کرنے والے بھی پیدا فرمادئے۔ انسانی حیات میں جتنی بھی اعلیٰ صفات ہوسکتی تھیں وہ سب اللہ تعالیٰ نے آقائے دوجہاں ﷺ کے اندر سمودیں اور ہمارے لئے آپؐ کی حیاتِ طیبہ کو نمونہ بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقدس طبقہ کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات وہدایات کو علمی اور عملی طور پر عوام تک پہنچانے کا انتظام کردیا۔

اللہ تعالیٰ کے یہ مقرب اور نیک بندے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو دنیا میں ملنے والی نعمتوں سے زیادہ قابل بھروسہ سمجھتے تھے۔ یہ حضرات عشقِ رسول ﷺ سے سرشار تھے۔ اپنے محبوب کی ایک ایک بات اور ایک ایک ادا کو محفوظ رکھنے کی کوشش کرتے تھے اور ان پر عمل کرتے تھے۔ ان کے دل تقویٰ اور خوف خدا سے معمور ہوتے تھے۔ انہوں نے اپنے دلوں میں ذکرالٰہی کے چراغ روشن کئے ہوئے تھے۔ اپنے آپ کو حرام مال سے محفوظ کیا ہوا تھا۔ رات کی تاریکیوں میں عبادات و ریاضات کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے راز و نیاز کی باتیں کیا کرتے تھے۔ موت کی یاد

نے ان کی کوئی خوشی باقی نہیں چھوڑی تھی۔ اللہ تعالیٰ کا عطا کیا ہوا مال وہ امانت سمجھ کر اللہ کی راہ میں خرچ کرتے تھے۔ یقین کامل نے ان کو ہر دکھ اور تکلیف برداشت کرنے کا حوصلہ دے دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ حکمرانوں کے ظلم وستم بھی انہیں ذرا برابر بھی متزلزل نہیں کر سکے۔

یہ ایک مشہور قول ہے کہ جو قوم اپنے اسلاف کو بھلا دیتی ہے وہ سیدھی راہ سے بھٹک جاتی ہے۔ ہم نے ان بزرگ ہستیوں کا تذکرہ کر کے یہ کوشش کی ہے کہ ہمیں یہ معلوم ہو کہ ہم تک جو دین پہنچا ہے اس کے لئے ہمارے اسلاف نے کتنی محنتیں کی ہیں اور کس قدر تکالیف اور ظلم برداشت کیا ہے۔ ان کے حالات جان کر ہی ہمیں اس علم کی قدر ہو گی۔

حدیث کی رویت کرنے والے تین طبقات ہیں:

ا۔ صحابہ کرامؓ

یہ وہ مقدس گروہ ہے جنہیں آقائے دوجہاں ﷺ کی صحبت نصیب ہوئی، اس طبقہ کے بارے میں تمام امت کا اتفاق ہے کہ وہ سب عادل اور سچے تھے۔ ان میں سے کسی نے بھی نبی کریم ﷺ کی طرف کوئی غلط بات منسوب نہیں کی۔ اگر کسی صحابی کے حوالے سے کوئی غلط بات نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کر کے بیان کی

بھی گئی ہو گی تو اس میں اس بات کا قوی امکان موجود ہو گا کہ کسی جھوٹے شخص نے ان صحابی کی طرف نسبت کر کے غلط بیانی سے کام لیا ہو گا۔

۲۔ تابعین عظام رحمۃ اللہ علیہ

یہ طبقہ دو قسم کے افراد کر مشتمل ہے، ایک وہ جن کی عظمتِ شان اور جلالت علمی کے بارے میں امت کا اتفاق ہے اور کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو غیر معروف ہیں۔ عام طور پر اس طبقہ کے افراد بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جان بوجھ کر کوئی جھوٹی بات منسوب نہیں کرتے تھے البتہ بشری تقاضوں کے تحت کسی بھول چوک، کمی کوتاہی، حافظے میں کمی بیشی وغیرہ کا معاملہ ہو سکتا ہے۔

۳۔ تابعین کے بعد کے راوی

یہ طبقہ تابعین کے شاگردوں سے شروع ہوتا ہے اور احادیث کی کتابوں کے تحریر ہونے تک جاتا ہے۔ اس طبقہ میں مختلف علاقوں، قومیتوں، مسلکی نظریات رکھنے والوں کی کثرت پائی جاتی ہے۔ زیادہ تر ضعیف اور جھوٹے راویوں کا تعلق اسی طبقہ سے ہے۔

جرح وتعدیل

یہ وہ فن ہے جس میں حدیث روایت کرنے والے افراد کی شخصیت پر بحث

کی جاتی ہے۔ ابتدائی دور میں حدیث کی کتب مرتب نہیں کی جاتی تھیں۔ لوگ اپنے استاد سے احادیث سیکھتے تھے اور انہیں یاد کر لیتے تھے اور اسی طرح آگے بیان کر دیتے تھے۔ اس لئے اس فن میں مرکزی حیثیت افراد کو ہی حاصل تھی اور تمام موضوعِ بحث حدیث کے روایت کرنے والے ہی ہوتے تھے۔

جرح وتعدیل کی باقاعدہ روایت کا آغاز دوسری صدی ہجری سے ہوا۔ ان میں سب سے پہلے جن علماء کا نام آتا ہے ان میں یحیٰی بن سعید القطانؒ، عبدالرحمٰن بن مہدیؒ، ابوداؤدطیالسیؒ، امام عبدالرزاقؒ، یزیدبن ہارونؒ اور ابوعاصم نبیلؒ کے نام قابل ذکر ہیں۔ ان کے کارنامے قابل قدر ہیں اور رہتی دنیا تک یادرکھے جائیں گے۔

آخر میں قارئین سے ایک گزارش ہے کہ اگر وہ اس کتاب میں مطالعہ کے دوران کوئی غلطی پائے تو ضرور مطلع فرمائیں۔

اس کتاب میں جو بھی خوبیاں ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی عطا، اس کے محبوبِ کبریا ﷺ کی محبت اور میرے شیخ طریقت پروفیسر ڈاکٹر حافظ منیراحمد خان دامت برکاتہ کی شفقتوں کا نتیجہ ہیں اور جو خامیاں ہیں ان میں میری کوتاہیوں کا دخل ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنی رحمتیں اور برکتیں عطا فرمائے اور حقیقی معنوں میں دین کی سمجھ دے اور اس کتاب کو میرے لئے، میرے والدین اور اساتذہ کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے اور اخلاص کی دولتِ عظیم عطا فرما کر اس خدمت کو قبول

فرمائے۔ مزید یہ کہ مسلمان بہن بھائیوں کو اس کتاب کو خود بھی پڑھنے اور دوسروں کو ترغیب دلانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمارے قول و فعل میں اخلاص پیدا فرمادے۔ ہمیں ان بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے جن پر تو نے انعام فرمایا۔ ہم یہ بھی دعا کرتے ہیں کہ ہماری اس کوشش کو بروز قیامت ہماری نیکیوں کے پلڑے میں شامل فرمادے۔

(آمین ثم آمین)

﴿ وَمَا تَوْفِيْقِىْ إِلَّا بِاللّٰهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيْب ﴾

(سورۃ ھود ـ ۸۸)

اور میری توفیق اللہ تعالیٰ ہی کی مدد سے ہے، میں نے اسی پر بھروسہ کیا
اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

طالب دعا
سکندر نقشبندی (عفی عنہٗ)
7/جمادی الاخریٰ 1439ھ بروز ہفتہ
بمطابق 24/فروری 2018ء
کیلگری۔ کینیڈا
Tel: (001) 647 890 1317 (C)
Email: sikander.naqshbandi@gmail.com
Web: www.eislamicbooks.com

حضرت خواجہ حسن بصریؒ نے فرمایا!

اگر انسان کو اپنی

موت کی رفتار پر

نظر ہوتی تو اپنی

امیدوں اور آرزوئوں

کا دشمن ہو جاتا

ائمہ حدیث کا مختصر تعارف

۱ ۔ امام بخاریؒ

امام بخاریؒ کا اصل نام محمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بن بردزبہ ہے۔ آپ کی پیدائش ۱۳/ یا ۱۶/ شوال ۱۹۴ھ بروز جمعہ بعد نماز عصر بخارا شہر میں ہوئی۔ آپ کا تعلق جعفی قوم سے ہے۔ آپؒ کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ آپ کے دادا مغیرہ پہلے آتش پرست تھے۔ وہ جن بزرگ کے ہاتھ پر اسلام کی دولت سے مشرف ہوئے تھے وہ جعفی قوم میں سے تعلق رکھتے تھے اوران کا نام یمان جعفی تھا۔ یمان جعفی اس زمانے میں بخارا کے سردار تھے اس لئے جو کوئی ان کے ہاتھ پر ایمان لاتا انہی کی قوم کی طرف اپنا انتساب کرتا تھا۔ اس لئے امام بخاریؒ بھی جعفی مشہور ہوئے۔ آپ کے والد عظیم محدث اور صالح بزرگ تھے۔

ابن حبانؒ نے انہیں ثقہ راویوں میں شمار کیا ہے۔ امام بخاری کی کم عمری میں ان کے والد کا انتقال ہو گیا تھا۔ آپ کی پرورش کی تمام ذمہ داری آپ کی والدہ نے سنبھالی۔

امام بخاریؒ کی بینائی بچپن میں ضائع ہو گئی تھی۔ جس سے ان کی والدہ بہت غمگین اور پریشان رہتی تھیں۔ ایک دفعہ ان کی والدہ بیٹے کے غم میں تھیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں دیکھا کہ فرما رہے ہیں! ’’ خوش ہو جاؤ کہ اللہ نے تمہاری آہ وزاری اور گریہ پر رحم فرمایا اور تمہاری دعا قبول ہوئی، تمہارے

بیٹے کی بینائی واپس کردی ''۔ ان کی والدہ صبح اٹھیں تو ان کو اپنے لاڈلے بیٹے کی آنکھیں روشن ملیں۔ دس برس کی عمر میں جب تک آپ مکتب میں پڑھتے تھے اسی وقت سے یہ کیفیت تھی کہ جہاں کوئی حدیث سنتے اسے فوراً یاد ہو جاتی تھی۔ چنانچہ اسی وقت سے ہی انہوں نے احادیث یاد کرنی شروع کردیں تھیں۔

جب مکتب کی تعلیم سے فارغ ہوئے تو انہیں معلوم ہوا کہ بخارا میں ایک محدث اور عالم حضرت داخلیؒ بہت شہرت رکھتے ہیں۔ چنانچہ امام بخاریؒ ان کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ ان ہی دنوں حضرت داخلیؒ اپنی کتاب جس میں احادیث رسول ﷺ لکھی ہوئی تھیں لوگوں کے سامنے پڑھا کرتے تھے۔ ایک دن حضرت داخلیؒ لوگوں کے درمیان بیٹھے رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ سنا رہے تھے اور حدیث بیان کرتے وقت جب انہوں نے سند شروع کی تو کہا! **حدثنا سفیان عن ابی زبیر عن ابراھیم**۔ فوراً امام بخاری نے مداخلت کی اور بولے کہ ابوزبیر، ابراہیم سے روایت نہیں کرتے۔ داخلیؒ اس نوعمر بچہ کی زبان سے یہ سن کر حیران ہو گئے پھر گھر میں گئے اور کتاب اٹھا کر لائے اور کہا کہ واقعی مجھ سے غلطی ہوئی ہے۔ انہوں نے آپؒ سے پوچھا! اب تم بتاؤ کہ یہ سند کس طرح ہے۔ آپ نے فرمایا! ''**حدثنا سفیان عن زبیر بن عدی عن ابراھیم**'' اس وقت امام بخاریؒ کی عمر صرف گیارہ برس تھی، داخلیؒ کی حیرت کی انتہا نہیں تھی کہ اس چھوٹی سی عمر کا لڑکا کس قدر مضبوط حافظہ اور ذہن رکھتا ہے اور خوش بھی ہوئے۔

انہوں نے امام بخاریؒ کی بہت تعریف و تحسین بھی کی۔

سولہ برس کی عمر میں آپؒ نے عبداللہ بن مبارکؒ اور وکیع بن جراحؒ کی کتابیں اور دیگر امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں کی کتابیں یاد کرلیں۔ آپ اپنی والدہ اور بڑے بھائی کے ساتھ حج کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔ حج سے فارغ ہونے کے بعد والدہ اور بھائی واپس آگئے لیکن امام بخاریؒ حدیث کا علم سیکھنے کے لئے حجاز میں ٹھہر گئے۔ اٹھارا سال کی عمر میں آپؒ نے کتابیں تصنیف کرنی شروع کردیں۔ تب ہی آپؒ نے ایک کتاب صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ کے عظیم کارناموں اور واقعات اور ان کے اقوال و احوال پر مشتمل تصنیف ''قضایا الصحابہ والتابعین'' لکھی۔ اس کے بعد کی تصنیف جس کا نام ''کتاب التاریخ'' تھا، آپؒ نے اس کتاب کا مسودہ مدینہ منورہ میں روضۂ مبارک کر قریب چاندنی رات میں بیٹھ کر تصنیف کیا۔

حامد بن اسمٰعیلؒ جو اپنے زمانے کے بہت بڑے محدث تھے، ان کا بیان ہے کہ جس زمانے میں امام بخاریؒ حدیث حاصل کرنے کے لئے اپنے اساتذہ کے پاس جایا کرتے تھے میں بھی ان کے ساتھ رہا کرتا تھا۔ امام بخاریؒ کا اصول تھا کہ وہ اپنے پاس قلم دوات نہیں رکھتے تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ تم حدیث حاصل کرنے کے لئے اپنے اساتذہ کے پاس اس ذوق وشوق سے جاتے ہو لیکن قلم دوات اپنے پاس نہیں رکھتے ہو تو اس سے فائدہ کیا ہوگا۔ کیونکہ جب تک تم حدیث لکھو

گے نہیں حدیث یاد نہیں ہوگی۔ اگر تم احادیث کو یاد رکھنا چاہتے ہو تو ان کو لکھ لینا چاہیئے۔ حامد بن اسمٰعیلؒ کا بیان ہے کہ سولہ روز کے بعد امام بخاریؒ نے مجھ سے کہا کہ اس عرصہ میں تم نے جتنی حدیثیں لکھ لی ہیں وہ سب میرے پاس لاؤ اور پھر اپنی لکھی ہوئی حدیثوں کا میرے ذہن میں محفوظ حدیثوں کا مقابلہ کرو۔ حامدؒ نے اس وقت تک پندرہ ہزار احادیث لکھ لیں تھیں۔ امام بخاریؒ نے وہ سب احادیث اپنے حافظے سے پڑھنی شروع کردیں۔

حامد بن اسمٰعیلؒ کہتے ہیں کہ ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ امام بخاریؒ اپنی یاد کی ہوئی حدیثوں کو ہماری لکھی ہوئی حدیثوں سے درست کرتے لیکن ہوا یہ کہ میں نے اپنی لکھی ہوئی حدیثیں ان کے حافظہ اور یاداشت کی حدیثوں سے صحیح کیں اور انہوں نے وہ پندرہ ہزار حدیثیں بغیر ایک لفظ کے فرق کے سنا دیں۔ حدیثیں سنانے کے بعد امام بخاریؒ فرمانے لگے کہ کیا تم لوگ اب بھی یہ سمجھتے ہو کہ میں اپنا وقت ضائع کر رہا ہوں اور خواہ مخواہ اتنی محنت کرتا ہوں؟ حامد بن اسمٰعیلؒ کہتے ہیں کہ مجھے اسی دن یہ یقین ہوگیا تھا کہ یہ شخص بہت ہونہار اور بڑی فضیلت رکھنے والا ہے، اس کی برابری کوئی شخص نہیں کرسکتا۔

امام بخاریؒ نے حدیث کے علم کے حصول کے لئے پہلا سفر مکہ مکرمہ کا ۲۱۶ھ میں کیا تھا۔ انہوں نے یزید بن ہارونؒ اور ابوداؤد طیالسیؒ کا زمانہ پایا۔ اس وقت یمن میں امام عبدالرزاقؒ حیات تھے آپ نے یمن جانے کا ارادہ کیا تو کسی

نے بتایا کہ ان کا انتقال ہو گیا تو آپ نے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا۔

''صحیح بخاریؒ'' امام بخاری کا سب سے بڑا کارنامہ ہے جو کتاب اللہ (قرآن حکیم) کے بعد سب سے زیادہ صحیح کتاب مانی جاتی ہے۔ اس کتاب کے لکھنے کا پس منظر یہ ہے کہ ایک دن امام بخاریؒ اپنے استاد اسحاق بن راہویہؒ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ استاد اسحاق بن راہویہؒ کے شاگردوں نے آپس میں کہا اللہ تعالیٰ کسی کو ایک ایسی کتاب تصنیف کرنے کی توفیق دے کہ جس میں مختصر طریقے سے احادیث جمع کی گئی ہوں اور احادیث باعتبار صحت اور اعتماد اعلیٰ درجہ کی ہوں تو کیا ہی اچھا ہوتا۔ اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ تمام صحیح اور معتبر و مستند حدیثیں ایک جگہ جمع ہو جائیں گی۔ دوسرے یہ کہ حدیث تلاش کرنے والے بلا کسی شبہ اور شک کے ان کو حاصل کر سکتے ہیں اور ان پر عمل کر سکتے ہیں۔ مزید یہ کہ کسی حدیث کے بارے میں کسی عالم یا محدث سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہوگی کہ یہ حدیث صحیح ہے یا ضعیف۔

مجلس برخاست ہوئی اور سب لوگ چلے گئے لیکن امام بخاریؒ کے دل میں یہ خواہش مچلنے لگی اور انہوں نے اس اہم اور عظیم کام کو کرنے کا ارادہ کر لیا اور کتاب کی تصنیف شروع کر دی۔ جس وقت انہوں نے کتاب لکھنے کا ارادہ کیا تو اس وقت ان کے پاس چھ لاکھ احادیث موجود تھیں۔ انہوں نے ان حدیثوں کو صحت اور سند کے اعتبار سے درجہ بندی کی۔ جو احادیث صحت اور سند کے اعتبار سے اعلیٰ درجہ پر تھیں انہیں اپنی کتاب میں جمع کرنا شروع کر دیا۔ اس طرح اسحاق بن راہویہؒ کی مجلس

میں امام بخاریؒ کے ساتھیوں کی مقدس خواہش کا نتیجہ '' جامع بخاری '' کی شکل میں معرض وجود میں آیا۔

امام بخاریؒ کا اس کتاب کی تالیف کے وقت یہ معمول تھا کہ پہلے آپؒ غسل کرتے پھر دو رکعت نماز پڑھتے اس کے بعد ایک حدیث کو نقل کرتے۔ اس طرح بخاری شریف میں ایسی کوئی حدیث نہیں ہے جس کو نقل کرنے سے پہلے امام بخاریؒ نے غسل نہ کیا ہو اور دو رکعت نماز نفل نہ پڑھی ہو۔ آپؒ سولہ سال کی مدت میں اس تصنیف سے فارغ ہوئے۔ آپؒ کی زندگی میں تقریباً نوے ہزار لوگوں نے بلاواسطہ آپ سے احادیث مبارکہ حاصل کرنے کا شرف حاصل کیا۔

امام بخاریؒ کو بخاری شریف کی تالیف میں اگر کسی حدیث کی سند پر اطمینان نہیں ہوتا تو اگر آپؒ مدینہ منورہ میں ہوتے تو آپؒ روضہ اطہر کے سامنے استخارے کی نیت سے دو رکعت نفل پڑھتے اور پھر مراقبہ فرماتے۔ آپؒ رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھتے کہ آپ ﷺ حدیث کی صحت کے بارے میں اشارہ فرما رہے ہیں۔

امام بخاریؒ زبردست قوتِ حافظہ کے مالک تھے۔ لوگ کہتے تھے کہ آپ کو دیکھ کر حضرت ابو ہریرہؓ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ آپ جس کتاب کو ایک نظر دیکھ لیتے تھے وہ آپ کو حفظ ہو جاتی تھی۔ تحصیلِ علم کے ابتدائی دور میں آپ کو ستر ہزار احادیث زبانی یاد تھیں بعد میں ان کی تعداد تین لاکھ تک پہنچ گئی تھی۔ جن میں ایک

لاکھ صحیح اور دو لاکھ غیر صحیح تھیں۔ ایک مرتبہ آپ بلخ گئے تو وہاں کے لوگوں نے فرمائش کی کہ اپنے شیوخ سے ایک ایک حدیث بیان فرمایئے۔ آپ نے ایک ہزار شیوخ کی ایک ہزار احادیث زبانی بیان فرمادیں۔

امام بخاریؒ کے اساتذہ اور شیوخ کی تعداد بہت زیادہ ہے کیونکہ آپ نے شہر در شہر اور بستی در بستی جا کی احادیث حاصل کی تھیں۔ آپ کو جس طبقے سے بھی حدیث ملتی تھی آپ وہاں پہنچ جاتے تھے۔ وہ مشہور بزرگ جن سے امام بخاری نے احادیث حاصل کیں ان میں بخارا میں محمد بن سلام بیکندیؒ، عبداللہ بن محمد مسندیؒ، محمد بن عروہؒ اور ہارون بن شغفؒ۔ بلخ سے مکی بن ابراہیمؒ، یحییٰ بن بشر الزاہدؒ اور قتیبہؒ۔ مرو میں علی بن شفیق عبدانؒ، معاذ بن اسدؒ اور صدقہ بن فضل سے۔ نیشاپور میں یحییٰ بن یحییٰؒ، بشر بن حکمؒ اور اسحاقؒ سے۔ رے میں حافظ ابراہیم بن موسیٰؒ سے۔ بغداد میں محمد بن عیسیٰؒ، شریع بن نعمانؒ اور معلیٰ بن منصورؒ سے۔ بصرہ میں ابو عاصم نبیلؒ، بدل بن مجرؒ، محمد بن عبداللہ انصاریؒ، عبدالرحمٰن بن محمدؒ، عمر بن عاصمؒ اور عبداللہ بن رجاءؒ سے۔ کوفہ میں عبیداللہ بن موسیٰ ابو نعیمؒ، طلق بن غنامؒ، حسن بن عطیہؒ، خلاد بن یحییٰؒ، خالد بن مخلدؒ اور قبیصہ سے۔ مکہ مکرمہ میں ابو عبدالرحمٰن مقریؒ، حمیدیؒ اور احمد بن محمد ازرقیؒ سے۔ مدینہ منورہ میں عبدالعزیز اویسیؒ، مطرف بن عبداللہؒ اور ابو ثابت محمد بن عبداللہؒ سے۔ واسط میں عمرو بن محمد بن عونؒ سے۔ مصر میں سعید بن ابی مریمؒ،

عبداللہ بن صالحؒ ، سعید بن ملیدؒ اور عمرو بن ربیع بن طارقؒ سے۔ دمشق میں ابومسہرؒ اور ابونصر فراویسی سے۔ قساریہ میں محمد بن یوسف فریابیؒ سے۔ عسقلان میں آدم بن ابی ایاسؒ سے۔ حمس میں ابومغیرہؒ ، ابو یمانؒ ، علی بن عیاشؒ ، احمد بن خالدؒ ، وہبیؒ اور وطاظیؒ سے حدیث کا سماع کیا۔

ایک دفعہ اہل بغداد کو معلوم ہوا کہ امام بخاریؒ بغداد تشریف لا رہے ہیں تو بغداد کے محدثین نے امام بخاریؒ کا امتحان لینے کے لئے ایک سو احادیث کے متن اور سند میں ردو بدل کر کے ان کو تیار کیا اور دس آدمیوں میں تقسیم کر دیں کہ ایک ایک کر کے وہ امام صاحب سے ان احادیث کے بارے میں سوال کرے۔ امام بخاریؒ کے اعزاز میں جو مجلس مذاکرہ منعقد کی گئی تھی ان میں علماء، امراء اور عوام کی کثیر تعداد موجود تھی۔ طے شدہ پروگرام کے مطابق امام صاحب کو احادیث پیش کی گئیں۔ دس آدمیوں نے ایک ایک کے کے تمام احادیث پڑھ دیں اور امام صاحب سے پوچھا کہ ان احادیث کو آپ جانتے ہیں۔ انہوں نے تمام احادیث سے انکار کیا اور کہا کہ میں ان احادیث کو نہیں جانتا۔ جب تمام لوگ سوال کر چکے تو امام صاحب کھڑے ہوئے اور فرمایا! پہلے شخص نے جو حدیث پڑھی تھی اور اس کی غلط سند بیان کی تھی اس کی صحیح سند یہ ہے اور اس کی عبارت یہ ہے۔ اس طرح سے آپ نے باری باری سو احادیث کی غلط سند اور پھر اس کی صحیح سند بیان کر کے صحیح حدیث بیان کر دیں۔ تمام مجلس میں آپ کی خراجِ تحسین اور تعریف کے لئے مرحبا اور آفرین کا شور اٹھ گیا۔

عوام اور خواص سب ہی نے امام بخاریؒ کے علم وفضل اوران کی عظمت کا اعتراف کیا۔ (ہدیٰ الساری: حافظ ابن حجر عسقلانیؒ)

حافظ ابوالازہرؒ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ سمرقند میں چارسو محدث جمع ہوئے اور انہوں نے امام بخاریؒ کو مغالطہ دینے کے لئے شام کی اسناد عراق کی اسناد میں داخل کیں اور عراق کی شام میں، اسی طرح حرم کی اسناد یمن میں اور یمن کی حرم میں داخل کیں۔ وہ لوگ سات دن تک لگاتار اس قسم کی مغالطہ آمیز متن اور اسناد امام بخاری پر پیش کرتے رہے۔ لیکن ایک بار بھی وہ امام بخاریؒ کو نہ سند میں اور نہ متن میں مغالطہ دے سکے۔

(ہدیٰ الساری: حافظ ابن حجر عسقلانیؒ)

اس زمانے میں بخارا کا حاکم خالد بن احمد زعلی تھا اس نے حضرت امام بخاریؒ کے پاس پیغام بھیجا آپ میرے گھر آ کر میرے بیٹوں کو کتاب بخاری اور دیگر تصنیف مثلاً کتاب التاریخ وغیرہ پڑھایا کریں۔ امام بخاریؒ نے فرمایا کہ یہ علم حدیث ہے میں یہ چیز حدیث کی عظمت کے خلاف سمجھتا ہوں کہ تمہارے گھر حدیث پڑھانے آؤں۔ اگر تمہیں اتنا ہی شوق ہے تو اپنے بیٹوں کو میری مجلس میں بھیجا کرو تا کہ دوسروں کی طرح وہاں بیٹھ کر حدیث کا درس حاصل کریں۔ حاکم بخارا کے لئے امام بخاری کا یہ جواب انتہائی ناگوار تھا تاہم اس نے کہلا بھیجا کہ میں تیار ہوں لیکن یہ خیال رہے کہ جس وقت میرے بیٹے آپ کے پاس حاضر ہوں اس وقت کوئی دوسرا آپ کے پاس نہ آسکے۔ بلکہ دروازے پر باقاعدہ سنتری کا پہرا ہوتا کہ دوسروں کو

اس وقت درس میں آنے سے روکا جا سکے۔ یہ بات میرے لئے بالکل نا قابل برداشت ہے کہ جس مجلس میں میرے بیٹے ہوں تو اس مجلس میں عوام اور کم حیثیت لوگ آ کر ان کے برابر میں بیٹھیں۔ امام بخاریؒ نے حاکم کی یہ شرط بھی ماننے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ یہ علم پیغمبر اسلام ﷺ کی میراث ہے اس پر پوری امت برابر کی شریک ہے۔ اس کو حاصل کرنے میں کسی کو کسی پر برتری حاصل نہیں ہے۔ حاکم بخارا امام بخاریؒ کا یہ جواب سن کر سخت مشتعل ہو گیا اور اس نے طے کر لیا کہ جس طرح بھی ہو اس خود سر عالم کو مزا چکھاؤں گا۔

ایسے علماء کی کسی زمانے میں کمی نہیں رہی جو دولت، مرتبہ اور شہرت حاصل کرنے کے لئے اپنے ضمیر کو حکومتِ وقت کے ہاتھوں میں بیچ دیتے ہیں۔ محض اپنے ذاتی فائدے اور نفسانی اغراض کی خاطر نہ صرف اپنا ماتھا حکومت کی ذلیل چوکھٹ پر ٹیکتے ہیں بلکہ اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے دوسرے علماءِ حق کی پگڑیاں اچھالنے سے بھی دریغ نہیں کرتے ہیں۔ یہی حال امام بخاریؒ کے ساتھ بھی ہوا۔ ایسے علماء جو بظاہر امام بخاریؒ کے رفیق کار اور ہمدرد تھے لیکن حاکم بخارا کی دولت کی چھنکار پر سب کچھ کرنے کے لئے تیار تھے۔ ان کو حاکم نے اپنے ساتھ لے کر امام بخاریؒ کے علم و فضل پر طعن و تشنیع کرنی شروع کر دی۔ امام بخاریؒ کے مسلک اور اجتہاد پر تنقیدیں کرنے لگا۔ آخر کار انہی علماء کی مدد سے ایک الزامات کی فہرست تیار کی گئی جس کی بنیاد پر امام بخاریؒ کو بخارا سے شہر بدر کر دیا

گیا۔

امام بخاری ؒ جس وقت شہر سے باہر جا رہے تھے تو آپ ؒ نے صرف اتنا فرمایا! یا اللہ! میں یہ معاملہ تیرے سپرد کرتا ہوں۔ چنانچہ ابھی ایک مہینہ بھی نہیں گزرا تھا کہ وہی حاکم خالد بن احمد خلیفۂ وقت کے حکم سے معزول کر دیا گیا۔ نہ صرف یہ بلکہ خلیفہ کا حکم ہوا کہ اس کو گدھے پر سوار کر کے تمام شہر میں پھرایا جائے، چنانچہ اس کا یہ انجام ہوا۔

اسی طرح ایک عالم حرث بن ورقہ جو امام بخاری ؒ کے خلاف سازش میں پیش پیش تھا وہ بھی بری طرح سے ذلیل خوار ہوا۔ ایک اور عالم جو اس سازش میں شریک تھا اس کا انجام بھی یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے قہر نے آفت اور بلا میں گرفتار ہو گیا۔ اس کے تمام بچے مر گئے۔

امام بخاری ؒ بخارا سے نکل کے نیشاپور پہنچے۔ امام مسلم بن حجاج ؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اس سے پہلے اتنا عظیم الشان استقبال نہ کسی عالم کا دیکھا تھا اور نہ کسی حاکم کا۔ آپ نے نیشاپور میں حدیث کا درس دینا شروع کر دیا۔ آپ کے درس میں عظیم الشان مجمع ہوتا۔ بعض حاسدوں کو آپ کی یہ مقبولیت اور شہرت بری لگی انہوں نے نیشاپور کے والی محمد بن یحییٰ ذہلی کو آپ کا مخالف بنا دیا۔ وہ کیونکہ خلق قرآن کا عقیدہ رکھتا تھا جس کی آپ شدت سے مخالفت کرتے تھے۔ اس نے کوشش کی کہ آپ اس کے عقیدے کے مطابق درس دیں لیکن آپ قرآن کو اللہ کا کلام

کہتے رہے۔ آپ کی خودداری اور استغناء نے نیشاپور کے حاکم کو بھی ناراض کر دیا اور آپ کے درس پر پابندی لگا دی گئی۔ اس لئے آپ کو نیشاپور سے بھی نکلنا پڑا۔ آخرکار آپ سمرقند سے چھ میل دور ایک گاؤں خرتنگ میں رہنے لگے۔ یہیں پر آپ زندگی کے آخری لمحات تک رہے۔ آپؒ رمضان المبارک کی آخری تاریخ عید کی رات ۲۵۶ھ میں انتقال فرما گئے۔آپؒ کی تدفین بعد نماز ظہر ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک ۶۲ سال تھی۔ آپ کی قبر مبارک کی مٹی سے عرصہ دراز تک خوشبو آتی رہی۔

"انا للہ وانا الیہ راجعون"

آپ کے اساتذہ کی کثیر تعداد ہے۔ بڑے بڑے جلیل القدر اساتذہ میں اسحاق بن راہویہؒ، علی بن مدینیؒ، احمد بن حنبلؒ، اور یحییٰ بن معنؒ کے اسمائے گرامی خصوصیت سے ذکر کئے جاتے ہیں۔

خطیب بغدادی نے اپنی سند کے حوالے سے عبدالواحد طراویؒ کا یہ قول نقل کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ آپ ﷺ اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ کسی کے انتظار میں کھڑے ہیں۔ میں نے سلام عرض کیا۔ آنحضرت ﷺ نے جواب دیا۔ میں نے دریافت کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ (ﷺ) یہاں کس کے انتظار میں کھڑے ہیں؟ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا! ہم محمد بن اسمٰعیل (امام بخاریؒ) کا انتظار کر رہے ہیں۔

عبدالواحدؒ کہتے ہیں کہ کچھ عرصہ بعد ہمیں امام بخاریؒ کے انتقال کی خبر ملی۔ جب میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ عین اسی وقت امام بخاریؒ کا انتقال ہوا تھا جس وقت میں نے نبی کریم ﷺ کو خواب میں امام بخاریؒ کا منتظر پایا تھا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اپنے ترجمہ میں اس خواب کو لکھتے ہوئے یہ بھی لکھا ہے کہ جس وقت امام بخاریؒ کو دفن کیا گیا تو ان کی قبر سے مشک کی خوشبو آتی تھی اور یہی خوشبو بہت عرصہ تک قبر مبارک کی مٹی سے آتی رہی۔

علامہ فربری کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن اسمٰعیل بخاریؒ کو خواب میں دیکھا کہ آپؒ رسول اللہ ﷺ کے قدموں کے نشانات پر قدم رکھتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے پیچھے چل رہے ہیں۔ یعنی امام بخاریؒ سنت نبوی (ﷺ) کے پورے عامل تھے۔ ایک قدم بھی رسول اللہ ﷺ کی سنت کے خلاف نہیں رکھنا چاہتے تھے۔

علامہ وراق بخاریؒ لکھتے ہیں کہ جب امام بخاریؒ کے والد حضرت اسمائیلؒ جب مرض الموت میں تھے تو احمد بن حفصؒ ان کے پاس گئے۔ تو امام بخاریؒ کے والد نے ان سے کہا کہ میرے مال میں نہ کوئی درہم حرام کا ہے اور نہ مشتبہ کمائی کا۔ یہ کہہ کر انتقال کر گئے اور امام بخاری بحیثیت وارثت اس مال کے وارث ہوئے اور اپنی آخیر عمر تک اسی مال سے ترقی اور فراخی کے ساتھ گزارا کرتے رہے۔

بکر بن منیرؒ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام بخاریؒ نماز پڑھ رہے تھے تو ایک کیڑے نے کاٹنا شروع کیا لیکن آپؒ نے نماز نہیں توڑی۔ نماز پوری کرنے کے بعد جب دیکھا تو کیڑے نے آپ کو سترہ جگہ سے کاٹا، تمام جگہ پر ورم آ گیا۔

آپ کی زندگی دنیاوی لذات اور عیش وعشرت سے کوسوں دور تھی۔ دن میں کبھی کبھی صرف دو تین بادام کھا کر گزارا کر لیتے تھے۔ آپ بیشتر وقت سوکھی روٹی کھا کر گزارہ کرتے تھے۔ ایک مرتبہ بیمار پڑ گئے تو طبیب نے بتایا کہ سوکھی روٹی کھا کھا کر ان کی انتڑیاں سوکھ گئی ہیں۔ اس وقت امام بخاری نے بتایا کہ وہ چالیس سال سے سوکھی روٹی کھا رہے ہیں اور اس طویل عرصہ میں انہوں نے سالن کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔

امام بخاریؒ تقویٰ اور پرہیزگاری میں اعلیٰ درجہ پر فائز تھے۔ ظاہر و باطن میں اللہ سے بہت ڈرتے تھے۔ مشتبہات سے بہت بچتے تھے، غیبت سے پرہیز کرتے تھے، لوگوں کے حقوق کا بے حد خیال رکھتے تھے۔ آپ کو تیر اندازی کا بہت شوق تھا۔

امام بخاریؒ بے حد عبادت گزار تھے۔ کثرت سے نوافل پڑھتے تھے، شب بیداری کرتے تھے، کثرت سے روزے رکھتے تھے۔

امام بخاریؒ جب نماز تراویح پڑھا کرتے تھے تو ہر رکعت میں بیس آیات پڑھا کرتے تھے۔ لیکن تہجد کے وقت نصف یا ثلث قرآن روزآنہ پڑھا کرتے

تھے۔ پھر دن کے دوران ایک قرآن ختم کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ہر قرآن کے ختم کے وقت دعا مقبول ہوتی ہے۔

امام بخاریؒ انتہائی بردبار اور رحمدل طبیعت کے مالک تھے۔ کبھی کسی کے ساتھ بدسلوکی نہیں کرتے تھے۔ اگر کوئی ان کے ساتھ برائی کرتا تو اس کا بدلہ بھی نیکی سے دیا کرتے تھے۔ محفل میں لوگوں کے سامنے کبھی کسی پر تنقید نہیں کرتے تھے۔ لوگوں کی عزت نفس کا بہت خیال رکھتے تھے۔ اپنی ذات کا کبھی انتقام نہیں لیا کرتے تھے۔

امام بخاریؒ کے والد محدث اسماعیل بن ابراہیمؒ امیر کبیر شخص تھے۔ امام بخاریؒ کو وراثت میں مال و دولت کا ایک بڑا حصہ ملا تھا۔ امام بخاریؒ اپنا مال مضاربت پر دیتے تھے، خود تجارت نہیں کرتے تھے آپ کی تمام تر توجہ علم کے حصول اور اس کی ترقی و ترویج کی طرف تھی۔ آپ کاروبار میں بھی لوگوں کے ساتھ رعایت کا معاملہ کرتے تھے اور قرضے معاف کر دیا کرتے تھے۔ آپ بہت کثرت سے صدقہ و خیرات کرتے تھے۔

ابوسعید بکر بن منیرؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ابوحفص نے امام بخاری کے پاس کچھ سامانِ تجارت بھیجا۔ خریداروں کو معلوم ہوا تو وہ آپ کے پاس پہنچ گئے اور پانچ ہزار میں سودا طے کرلیا۔ ابھی انہوں نے سامان نہیں اٹھایا تھا کہ ایک اور گروہ آیا اور دس ہزار کی پیش کش کی۔ آپ نے فرمایا! میں پہلے گروہ کے ساتھ بیع کی نیت کر چکا ہوں۔ اب پانچ ہزار کی خاطر میں اپنی نیت نہیں بدلنا چاہتا۔

امام بخاریؒ کے مزاج میں بہت سادگی تھی آپ اپنا تمام کام خادموں سے کروانے کے بجائے خود کرتے تھے۔ محنت طلب کام میں بھی کسی کی مدد نہیں لیتے تھے۔ وراق کہتے ہیں کہ جب ہم امام بخاریؒ کے ساتھ کسی سفر میں جاتے تو آپ سب کو ایک کمرے میں جمع کر دیتے اور خود اکیلے رہتے۔ ایک بار میں نے دیکھا کہ امام بخاریؒ رات کو پندرہ بیس مرتبہ اٹھے اور ہر مرتبہ خود اپنے ہاتھ سے آگ جلا کر چراغ روشن کیا، کچھ احادیث نکالیں، ان پر نشان لگائے پھر تکیہ پر رکھ کر لیٹ گئے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ نے رات کو اٹھ کر تنہا مشقت برداشت کی مجھے اٹھا لیتے۔ آپ نے فرمایا! تم جوان ہو اور گہری نیند سوتے ہو میں تمہاری نیند خراب نہیں کرنا چاہتا۔

امام بخاریؒ کی کئی تصانیف ہیں۔

- سب سے عظیم اور جلیل القدر تصنیف جامع صحیح بخاری شریف ہے۔
- کتاب التاریخ الکبیر
- کتاب التاریخ الاوسط
- کتاب التاریخ الصغیر
- کتاب الضعفاء
- کتاب الکنی
- جزء القراۃ خلف الامام

- کتاب الادب المفرد
- کتاب رفع یدین
- کتاب الاشربہ
- کتاب الہبہ
- کتاب العلل
- برالوالدین
- الجامع الکبیر
- التفسیر الکبیر
- المسند الکبیر
- خلق افعال العباد
- قضایا الصحابہ والتابعین
- کتاب الواحدان
- کتاب المبسوط
- کتاب الفوائد
- اسامی الصحابہ

ان کے علاوہ بھی کئی کتابیں ہیں۔

(ابن حجر عسقلانیؒ) (مظاہر الحق جدید: ج ا ص ۵۴ ۔ ۵۱)

امام بخاریؒ کے علمی اور عملی کمالات، ان کے فضائل ومناقب کا ان کے زمانے کے تمام اہلِ فضل وعلم نے اعتراف کیا ہے اوران کی علمی خدمات کو سراہا گیا ہے۔ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ وہ بحر ہے جو اپنا ساحل نہیں رکھتا۔ امام بخاریؒ کے استاد قتیبہ بن سعیدؒ فرماتے ہیں کہ میرے پاس مشرق ومغرب سے بے شمار لوگ علم حدیث سیکھنے آئے لیکن ان میں بخاریؒ جیسا کوئی نہ تھا۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ خراساں نے آج تک بخاریؒ جیسا اور کوئی انسان پیدا نہیں کیا۔ امام دارمیؒ فرماتے ہیں میں نے حجاز، شام اور عراق کے علماء دیکھے مگر بخاریؒ جیسا کوئی نہیں دیکھا۔ امام مسلمؒ فرماتے ہیں کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ امام بخاریؒ کا کوئی مماثل نہیں ہے۔ ملاعلی قاریؒ اور علامہ قسطلانیؒ نے لکھا ہے کہ امام بخاریؒ سے ایک لاکھ اشخاص نے احادیث روایت کی ہیں۔

آپ کے مشائخ میں سے جنہوں نے آپ سے احادیث روایت کی ہیں ان میں عبداللہ بن مسندیؒ، عبداللہ بن منیرؒ، اسحاق بن احمد سرماویؒ، محمد بن خلف بن قتیبہؒ شامل ہیں۔

آپ کے ہم عصر بزرگوں میں سے جنہوں نے آپ سے روایت کی ہیں ان میں ابوزرعہؒ، ابوحاتم رازیؒ، ابراہیم حربیؒ، ابوبکر بن ابی عاصمؒ، موسیٰ بن ہارون جمالؒ، محمد بن عبداللہ بن مطینؒ، اسحاق بن احمد بن زیرک فارسیؒ، محمد بن قتیبہ بخاریؒ اور ابوبکر بن اعینؒ شامل ہیں۔

اکابرین میں جن لوگوں نے آپ سے روایت کیں ان میں حافظ صالح بن محمدؒ ، امام مسلم بن حجاجؒ ، ابوالفضل احمد بن سلمہؒ ، ابوبکر بن اسحاق بن خزیمہؒ ، محمد بن نصر مروزیؒ ، ابوعبدالرحمٰن نسائیؒ ، امام ابوعیسیٰ ترمذیؒ شامل ہیں۔

آپ کے شاگردوں میں سے جنہوں نے آپ سے روایت کیں ہیں ان میں عمر بن محمد بجیریؒ ، ابوبکر بن ابی دنیاؒ ، ابوبکر بزارؒ ، حسین بن محمد تبائیؒ ، یعقوب بن یوسف بن اخرمؒ ، عبداللہ بن محمد بن ناجہہؒ ، سہل بن شازویہ بخاریؒ ، عبیداللہ بن واصلؒ ، قاسم بن زکریہ مطرزؒ ، ابوقریش محمد بن جمعہؒ ، محمد بن سلیمان باغندیؒ ، ابراہیم بن موسیٰ جوہریؒ ، علی بن عباسؒ ، ابوحامداعمشیؒ ، ابوبکراحمد بن صدقہ بغدادیؒ ، اسحاق بن داؤدؒ ، حاشد بن اسماعیل بخاریؒ ، محمد بن عبداللہ بن جنیدؒ ، محمد بن موسیٰؒ ، جعفر بن محمد نیشاپوریؒ ، ابوبکر بن داؤدؒ ، ابوالقاسم بغویؒ ، ابومحمد بن صاعدؒ ، محمد بن ہارون حضرمیؒ ، اورحسین بن عاملی بغدادیؒ شامل ہیں۔

صحیح بخاری

امام بخاریؒ کے بے شمار تصانیف ہیں لیکن جوشہرت ، مقبولیت اور عظمت ''صحیح بخاری'' کے حصہ میں آئی وہ اور کسی کتاب کو حاصل نہ ہوسکی۔ امت کے علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کتاب اللہ (قرآن) کے بعد ''صحیح بخاری'' سے

زیادہ صحیح کتاب روئے زمین پر موجود نہیں ہے۔ امام شافعیؒ نے "موطاء امام مالکؒ" کو صحیح ترین کتاب قرار دیا تھا لیکن وہ صحیح بخاری کی تصنیف سے پہلے کی بات تھی۔ صحیح بخاری کے منظرِ عام پر آنے کے بعد اسی کو اول درجہ حاصل ہو گیا۔ صحیح مسلمؒ کو بھی صحیح کتاب میں شامل کیا جاتا ہے لیکن اس کا درجہ بھی صحیح بخاری کے بعد آتا ہے۔ امام دار قطنیؒ نے یہاں تک کہہ دیا کہ اگر امام بخاری نہیں ہوتے تو امام مسلمؒ سے کسی حدیث کا ظہور نہیں ہوتا۔

صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کے دور میں احادیث کی تدوین کا اہتمام نہیں کیا جاتا تھا۔ اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ ان لوگوں کو اپنی یادداشت اور حافظہ پر بے حد اعتماد ہوتا تھا۔ البتہ تابعین کے عہد سے تدوینِ حدیث کا کام شروع ہو چکا تھا۔ جلیل القدر محدثین اپنے اپنے مجموعے تدوین کرتے تھے۔ جو کتابیں سب سے پہلے لکھی گئیں ان میں امام ابوحنیفہؒ کی کتاب الآثار، امام مالکؒ کی موطاء، سفیان ثوریؒ کی جامع، مصنف ابن ابی شیبہ، مصنف عبدالرزاق اور امام احمد بن حنبلؒ کی مسند احمد شامل ہیں۔ اس وقت احادیث کی درجہ بندی نہیں شروع ہوئی تھی۔ اس وقت اس بات کی ضرورت محسوس کی گئی کہ ایک کتاب ایسی ہو جس میں صرف صحیح احادیث ہوں۔ اسی ضرورت کے پیشِ نظر امام بخاریؒ کے استاد اسحاق بن راہویہؒ نے امام بخاریؒ سے کہا! کاش! تم رسول اللہ ﷺ کی سنن کو اسانیدِ صحیحہ کے ساتھ جمع کر لو تاکہ صحیح احادیث کا ایک مجموعہ تیار ہو جائے۔

امام بخاریؒ نے اسی زمانے میں ایک خواب دیکھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھڑے ہوئے آپ پر پنکھا جھل کر مکھیاں اڑا رہے ہیں۔ اس خواب کی تعبیر یہ بتائی گئی کہ امام بخاریؒ رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کی گئی جھوٹی باتوں کو دور کریں گے۔ اس تعبیر کے بعد امام بخاریؒ نے صحیح احادیث جمع کرنے کا پختہ عزم کر لیا۔ (مرقاۃ المفاتیح: ملا علی قاریؒ)

امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں چھ لاکھ احادیث میں سے انتخاب کیا۔ ہر حدیث کو اپنے کتاب میں ذکر کرنے سے پہلے وہ غسل کرتے اس کے بعد دو رکعت نفل پڑھتے پھر اس حدیث کی صحت کے بارے میں استخارہ کرتے، اس کے بعد اس حدیث کو اپنے صحیح میں درج کرتے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی اس کتاب کو سولہ سال میں مکمل کیا۔ میں نے اس کتاب میں صرف صحیح احادیث جمع کی ہیں۔ اور جن صحیح حدیث کو میں نے طوالت کی وجہ سے ترک کر دیا ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔

امام بخاریؒ نے اپنی صحیح کا مسودہ مکہ مکرمہ، بصرہ اور بخارا میں تیار کیا اور اس کی تکمیل مسجد الحرام میں کی اور مدینہ منورہ مین روضۂ رسول ﷺ کے پہلو میں بیٹھ کر ابواب کے تراجم لکھے۔ امام بخاریؒ کے ایک شاگرد محمد بن ابی حاتم وراقؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام بخاریؒ سے پوچھا! کیا آپ کو وہ تمام احادیث یاد ہیں جو آپ نے اپنے کتاب میں لکھی ہیں؟ امام بخاریؒ نے فرمایا! جامع صحیح میں کوئی

حدیث مجھ سے مخفی نہیں ہے کیونکہ میں نے اس کو تین مرتبہ لکھا ہے۔

(ہدیٰ الساری: حافظ ابن حجر عسقلانیؒ)

اس کتاب کی بے شمار شرحیں لکھی گئیں ہیں۔ اس کتاب کے بارے میں بہت سی بشارتیں بھی مشہور ہیں۔

بہت سے حضرات نے خواب میں دیکھا کہ نبی کریم ﷺ نے بخاری شریف کو اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ ابو زید مروزیؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں بیت الحرام میں رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان سویا ہوا تھا۔ میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا! ابوزید! شافعی کی کتابیں کب تک پڑھتے رہو گے، میری کتاب کیوں نہیں پڑھتے؟ میں نے عرض کیا! حضور (ﷺ)! آپ کی کتاب کون سی ہے؟ فرمایا! محمد بن اسماعیل کی جامع یعنی بخاری شریف۔ امام الحرمین سے بھی اسی قسم کا ایک خواب نقل کیا جاتا ہے۔

(ہدیٰ الساری: حافظ ابن حجر عسقلانیؒ)

امام بخاریؒ نے اپنی ''صحیح'' میں حدیث کی یہ شرط مقرر کی تھی کہ ان کے شیخ سے لے کر صحابی تک تمام راوی ثقہ اور متصل ہوں۔ ثقہ کا مطلب یہ ہے کہ اس حدیث کے تمام راوی مسلم، عادل، کامل الضبط والاتقان اور کثیر الملازمہ مع شیخ ہوں اور اگر راوی حدیث قلیل الملازمہ مع شیخ ہوں تو ان کی روایت بھی اخذ کر لیتے ہیں۔ لیکن ایسے راویوں سے امام بخاریؒ اپنا انتخاب کرتے تھے تمام باتیں

مکمل نہیں لیتے تھے۔ ثقہ راویوں کے لئے ایک شرط یہ بھی تھی کہ وہ کسی ثقہ راوی کی مخالفت نہ کرتے ہوں اور نہ ہی ان میں کسی کی خامیاں نکالتے ہوں۔ متصل کا مطلب ہے کہ ہر راوی یا تو اپنے شیخ سے '' **سمعت یا حد ثنا** '' کے صیغہ کے ساتھ سماع حدیث بیان کرے۔ یا ایسا صیغہ لائے کو بظاہر بنفسِ نفیس سننے پر دلالت کرتا ہو۔ مثلاً **عن فلان یا ان فلانا قال** نہ ہو۔

صحیح بخاریؒ کی روایات کی تعداد کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ حافظ ابن صلاح کی تحقیق یہ ہے کہ بخاری شریف کی کل احادیث کی تعداد سات ہزار دوسو پچھتر (۷۲۷۵) ہے۔ مکررات کو حذف کرنے کے بعد ان کی تعداد چار ہزار رہ جاتی ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ احادیث کی کل تعداد سات ہزار تین سو ستانوے (۷۳۹۷) ہے اور مکررات حذف کرنے کے بعد دو ہزار چھ سو تئیس (۲۶۲۳) ہو جاتی ہے۔ امام بخاریؒ کی جو احادیث اعلیٰ سند پر مشتمل ہیں ان کی تعداد بائیس ہے مکررات نکال کر وہ سولہ رہ جاتی ہیں۔ موجودہ نمبرنگ کے حساب سے بخاری شریف میں احادیث کی تعداد ۷۵۶۳ ہے۔

۲ ۔ امام مسلمؒ

آپ کا اسم گرامی مسلم ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے:

مسلم بن حجاج بن مسلم بن ورد بن کرشاد القشیر ی ہے اور کنیت ابوالحسین ہے۔ آپ نیشاپور کے رہنے والے تھے اور قشیری قبیلہ سے آپ کا تعلق تھا۔ آپ ۲۰۴ھ یا ۲۰۶ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ جلیل القدر محدث اور فن حدیث کے امام تسلیم کیے جاتے ہیں۔

ابتدائی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد اٹھارہ سال کی عمر میں امام مسلمؒ نے حدیث کی تعلیم حاصل کرنی شروع کی۔ فن حدیث میں آپ کی لگن، دلچسپی اور محنت کی وجہ سے بہت جلد نیشاپور کے عظیم محدثین میں آپ کا شمار ہونے لگا۔

امام مسلمؒ سرخ وسفید رنگ، بلند قامت اور وجیہہ شخصیت کے مالک تھے۔ سر پر عمامہ باندھتے تھے اور شملہ کندھوں کے درمیان لٹکاتے تھے۔ انہوں نے علم کو کبھی ذریعہ معاش نہیں بنایا۔ آپ کپڑوں کی تجارت کر کے اپنی معاشی ضروریات کو پورا کیا کرتے تھے۔

(تہذیب التہذیب: حافظ ابن حجر عسقلانیؒ)

امام مسلمؒ نے علم حدیث کے لئے متعدد ممالک کے سفر کیے۔ آپ نے حجاز، عراق، مصر کے سفر کیے۔ بغداد تو ان گنت بار گئے۔ انہوں نے تمام شہروں کے جید علماء و مشائخ کی شاگردی کا شرف حاصل کیا۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اور دیگر مورخین نے جن مشہور اساتذہ کا ذکر کیا ہے ان میں یحییٰ بن یحییٰؒ، محمد بن یحییٰ ذہلی

ؒ، امام احمد بن حنبلؒ، اسحاق بن راہویہؒ، عبداللہ بن مسلمہ القعنمیؒ، احمد بن یونس یربوعیؒ، اسماعیل بن ابی اویسؒ، سعید بن منصورؒ، عون بن سلامؒ، داؤد بن عمرو الصبیؒ، ہیثم بن خارجہؒ، شیبان بن ابن فروخؒ اور امام بخاریؒ شامل ہیں۔

(تذکرۃ الحفاظ: امام ذہبیؒ)

آپ کے شاگردوں میں سے جن بزرگوں نے آپ سے احادیث روایت کیں ہیں ان میں ابو الفضل احمد بن سلمہؒ، ابراہیم بن ابی طالبؒ، ابوعمرو حنافؒ، حسین بن محمد قبانیؒ، ابوعمرو مستملیؒ، حافظ صالح بن محمد علی بن حسنؒ، محمد بن عبد الوہابؒ، علی بن حسین بن جنیدؒ، ابن خزیمہؒ، ابن صاعدؒ، سراجؒ، محمد بن عبد بن حمیدؒ، ابوحامد ابن الشرقیؒ، عبداللہ بن الشرقیؒ، علی بن اسماعیل الصغارؒ، ابو محمد بن ابی حاتم رازیؒ، ابراہیم بن محمد بن سفیانؒ، محمد بن مخلد دوریؒ، ابراہیم بن محمد بن حمزہؒ، ابوعوانہ السفرائنیؒ، محمد بن اسحاق فاکہیؒ، ابوحامد اعمشیؒ، ابوحامد حسنویہؒ، اور امام ترمذیؒ شامل ہیں۔

(تہذیب التہذیب: حافظ ابن حجر عسقلانیؒ)

امام مسلمؒ کی تصانیف:

۱۔ الجامع الصحیح

۲۔ مسند الکبیر

۳۔ کتاب الاسماء والکنی

۴۔ کتاب جامع علی الباب

۵۔ کتاب العلل

۶۔ کتاب الوحدان

۷۔ کتاب الافراد

۸۔ کتاب سوالات احمد بن حنبلؒ

۹۔ کتاب حدیث عمرو بن شعیب

۱۰۔ کتاب الانتفاع باہاب السباع

۱۱۔ کتاب مشائخ مالک

۱۲۔ کتاب مشائخ ثوری

۱۳۔ کتاب مشائخ شعبہ

۱۴۔ کتاب من لیس لہ الا راوواحد

۱۵۔ کتاب المخضر مین

۱۶۔ کتاب اولاد الصحابۃ

۱۷۔ کتاب اوہام المحد ثین

۱۸۔ کتاب الطبقات

۱۹۔ کتاب افراد الشامین

۲۰۔ مسند امام مالک

۲۱۔ مسند الصحابہ (تذکرۃ الحفاظ: امام ذہبیؒ)

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں کہ امام مسلمؒ نے ''مسند الصحابۃ'' بڑی تفصیل سے لکھنے شروع کی لیکن اس کو مکمل نہ کر سکے اور انتقال کر گئے۔ اگر وہ اس کو مکمل کر لیتے تو وہ ایک ضغیم تصنیف ہوتی۔

ابو حاتم رازیؒ، امام ترمذیؒ اور ابو بکر بن خزیمہؒ آپؒ کے مایہ ناز شاگردوں میں شامل ہیں۔ ابو حاتم رازیؒ نے امام مسلمؒ کو انتقال کے بعد خواب میں دیکھا اور ان سے ان کے حالات دریافت کیئے۔ امام مسلمؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے نوازا۔ مجھ پر جنت کے دروازے کھول دیئے گئے اور جنت کی وسعتیں میرے لئے وقف کر دیں۔ میں جہاں چاہتا ہوں رہتا ہوں۔

ابو علی زاغنیؒ نے امام مسلمؒ کی وفات کے بعد ایک معتبر اور متقی شخص کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ تمہاری نجات کس طرح ہوئی۔ ان کے ہاتھ میں کچھ اوراق تھے وہ آگے کر کے دکھاتے ہو کہا کہ اس سے۔ یہ صحیح مسلمؒ کی کتاب کے چند اجزاء تھے۔

کتاب التاریخ میں لکھا ہے کہ ایک دن امام مسلمؒ کی مجلس میں ایک حدیث کا ذکر ہوا لوگوں نے امام مسلمؒ سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا۔ امام مسلمؒ کو اس وقت وہ حدیث یاد نہیں تھی۔ وہ وہاں سے اٹھ کر گھر کے اندر تشریف لے گئے۔ خادم نے ایک ٹوکرا کھجوروں کا بھرا ہوا ان کے پاس رکھ دیا۔ آپؒ حدیث تلاش کرنے لگے۔ اس میں سے ایک ایک کھجور کھاتے رہے اور

حدیث تلاش کرتے رہے بالآخر حدیث مل گئی۔ اس دوران بے خیالی سے کھجوریں کھاتے رہے اور پورا ٹوکرا کھجوروں کا ختم کر دیا۔ حدیث کی تلاش میں اتنے غرق ہوئے کہ اس بات کا دھیان نہ رہا کہ اتنی کھجوریں کیسے ہضم ہوں گی۔ آخر کار ان کے انتقال کی یہی وجہ بنی۔ آپ ؒ کا انتقال ۲۴ / رجب المرجب ۲۶۱ ھ بروز اتوار ہوا اور پیر کے دن آپ کی تدفین ہوئی۔

'' انا للّٰہ و انا الیہ راجعون ''

(مظاہر الحق جدید: ج ا ص ۵۵ ۔ ۵۴)

صحیح مسلم

'' صحیح مسلم '' کتب صحاح ستہ میں دوسرے درجہ کی کتاب ہے۔ حسن ترتیب اور تدوین کی عمدگی کے لحاظ سے اس کتاب کو صحیح بخاری پر فوقیت حاصل ہے۔ امام مسلمؒ اس کتاب کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اگر محدثین دوسو سال تک بھی احادیث لکھتے رہیں پھر بھی ان کا حدیث پر دارومدار اسی کتاب پر ہوگا۔

امام مسلمؒ فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے بعض شاگردوں نے درخواست کی کہ میں احادیثِ صحیحہ کا ایک ایسا مجموعہ تیار کروں جس میں بلاتکرار احادیث کو جمع کیا جائے۔ چنانچہ ان کی درخواست پر میں نے اپنی '' جامع صحیح '' کی تالیف کی۔ آپ نے تین لاکھ احادیث میں سے اپنی جامع کا انتخاب کیا۔ آپ نے جن مشائخ کی احادیث کو اپنی صحیح میں روایت کیا ہے ان سب سے آپ نے بالمشافہ اور

براہ راست سماع کیا ہے۔ اس تصنیف میں امام مسلمؒ نے صرف اپنی ذاتی تحقیق پر ہی اکتفاء نہیں کیا بلکہ مزید احتیاط کے پیش نظر اس مجموعہ میں صرف وہ احادیث لکھیں جن پر آپ کے اکابرین کو اتفاق تھا۔ پھر آپ نے اس پر بھی بس نہیں کیا، بلکہ مزید تحقیق کے لئے اس کتاب کو تکمیل کے بعد اپنے زمانے کے محدث حافظ ابوزرعہؒ کی خدمت میں پیش کیا جو اس زمانے میں علل حدیث اور جرح وتعدیل کے فن میں امام مانے جاتے تھے۔ جس روایت کے بارے میں انہوں کی کسی علت کی نشاندہی کی، امام مسلمؒ نے اسے خارج کر دیا۔ اس طرح پندرہ سال کی لگا تار جدوجہد اور شدید مشقت کے بعد "صحیح مسلم" کی صورت میں مجموعہ تیار ہو گیا۔

(تذکرۃ الحفاظ: امام ذہبیؒ)

امام مسلم نے اپنی "صحیح" کی تالیف اور ترتیب میں انتہائی احتیاط، کامل ورع اور تقویٰ سے کام لیا ہے۔ امام ابن شہاب زہریؒ، امام مالکؒ اور امام بخاریؒ "حدثنا" اور "اخبرنا" میں فرق کرتے ہیں۔ "حدثنا" کا استعمال اس وقت کرتے ہیں جب استاد حدیث کی قرأت کرے اور شاگرد سن رہے ہوں اور "اخبرنا" اس وقت استعمال کرتے ہیں کہ جب شاگرد پڑھے اور استاد سن رہا ہو۔ اکثر محدثین "حدثنا" اور "اخبرنا" میں ایک کا استعمال دوسرے کی جگہ جائز نہیں رکھتے اس لئے احتیاط کے پیش نظر امام مسلم نے اپنے کتاب میں یہی طریقہ اختیار کیا ہے اور "حدثنا" اور

'' اخبرنا '' کے فرق کو قائم رکھا ہے۔

امام مسلمؒ نے سندِ حدیث میں راویوں کے اسماء کے ضبط کا بہت خیال رکھا ہے جس راوی کی اصل سند میں صرف نام ذکر کیا ہو اور نسب کا ذکر نہ ہو تو ابہام پیدا ہو جاتا ہے اس کی وضاحت کرتے ہیں لیکن اس بات کا بھی خیال رکھتے ہیں کہ استاد کے بیان کئے ہوئے الفاظ میں بھی کوئی تبدیلی نہ ہو۔ اسی طرح اگر راوی کے نام، کنیت، یا نسب میں اختلاف ہو تو امام مسلمؒ اس کا بھی بیان کر دیتے ہیں۔ جس سند میں کوئی علت خفیہ ہو تو اس کو بھی ظاہر کر دیتے ہیں۔ حدیث کا ایک متن جب متعدد راوی سے مروی ہو تو امام مسلمؒ ان تمام اسانید کو ان کی احادیث کے ساتھ ایک جگہ بیان کر دیتے ہیں۔ امام مسلمؒ باب کے تحت صرف احادیث لاتے ہیں، آثارِ صحابہ اور اقوالِ تابعین کے ساتھ احادیث کو خلط ملط نہیں کرتے۔

امام مسلمؒ نے اپنی '' جامع الصحیح '' میں احادیث لانے کی یہ شرط رکھی تھی کہ حدیث کو نقل کرنے والے تمام راوی مسلم، عادل، ثقہ، متصل، غیر شاذ اور غیر معلل ہوں۔ ثقہ کا معیار امام صاحب کے نزدیک یہ ہے کہ وہ راوی طبقہ اول اور ثانی سے ہوں یعنی کامل ضبط والاتقان اور کثیر الملازمہ مع شیخ ہوں، یہ طبقہ اولیٰ ہے یا کامل ضبط اور قلیل الملازمہ ہوں یہ طبقہ ثانیہ ہے۔ طبقہ ثالثہ یعنی ناقص ضبط اور کثیر الملازمہ ہو تو ان کی روایات سے امام مسلم انتخاب کرتے تھے۔

امام مسلم ؒ نے تین لاکھ احادیث اکٹھا کیں اور ان میں سے صرف 7275 احادیث صحیح مسلم میں شامل کیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے حدیث کے مستند ہونے کی بڑی سخت شرائط رکھی ہوئی تھیں تا کہ کتاب میں صرف اور صرف مستند ترین احادیث جمع ہوسکیں۔

صحیح مسلم شریف پر متعدد شرحیں لکھی گئیں ہیں۔ ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔

۱) **المفهم فی شرح غریب مسلم:** یہ امام عبدالفاخر بن اسمٰعیل الفارسی کی تالیف ہے۔

۲) **المعلم بفوائد کتاب صحیح مسلم:** یہ ابوعبداللہ محمد بن علی المازری (متوفی ۵۳۶ھ) کی تالیف ہے۔

۳) **الاکمال المعلم فی شرح مسلم:** یہ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی (متوفی ۵۴۴ھ) کی تالیف ہے۔

۴) **المفهم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم:** یہ شرح ابوعباس احمد بن عمر بن ابراہیم القرطبی کی تالیف ہے۔

۵) **المنهاج فی شرح مسلم بن الحجاج:** امام نووی (متوفی ۶۷۶ھ) یہ صحیح مسلم کی مشہور ترین شرح ہے۔

۶) **اکمال اکمال المعلم:** امام عبداللہ محمد بن خلیفہ مالکی (متوفی ۸۲۸ھ) یہ شرح چار جلدوں پر مشتمل ہے۔

۷) مکمل اکمال الکمال: محمد بن یوسف سنوسی (متوفی ۸۹۵ھ)

۸) الدیباج علیٰ صحیح مسلم بن الحجاج: امام جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۱ھ) کی تالیف ہے۔

۹) شرح قاضی زکریہ انصاری: (متوفی ۹۲۶ھ)

۱۰) شرح مسلم: یہ ملا علی قاری (متوفی ۱۰۱۴ھ) کی تالیف ہے جو چار جلدوں میں ہے۔

۱۱) السراج الوهاج من كشف مطالب صحيح مسلم بن الحجاج: صدیق حسن خان قنوجی (متوفی ۱۳۰۷ھ)

۱۲) منة المنعم شرح صحيح مسلم: صفی الرحمٰن مبارک پوری (متوفی ۱۳۶۲ھ)

۱۳) فتح الملهم بشرح صحيح مسلم: علامہ شبیر احمد عثمانی (متوفی ۱۳۶۹ھ) کی تالیف ہے۔

۱۴) تكملة فتح الملهم بشرح صحيح مسلم: مفتی محمد تقی عثمانی

۱۵) شرح صحيح مسلم (غلام رسول سعيدى): یہ شرح مولانا غلام رسول سعیدی کی تالیف ہے جو سات جلدوں میں ہے۔

۱۶) فتح المنعم شرح صحيح مسلم: موسیٰ شاہین لاشین

۱۷) الكوكب الوهاج والروض البهاج فى شرح مسلم بن الحجاج: محمد امین بن عبداللہ الھرری الاثیوبی۔

۳ ۔ امام ترمذیؒ

آپ کی کنیت ابوعیسیٰ اور اسم گرامی محمد ہے۔ آپؒ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے: محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ بن ضحاک بن سکن سلمی ترمذی۔ آپ کا تعلق ایران کے شہر ترمذ سے تھا اس لئے اس شہر کی نسبت سے ترمذی کہلائے۔

آپ بہت بلند پایہ محدث ہیں۔ آپ پیدائشی نابینا تھے اور بعض علماء کے بقول آخری عمر میں نابینا ہوگئے تھے۔ امام ترمذیؒ کمال کا حافظہ رکھتے تھے۔ آپؒ نے امام احمد بن حنبلؒ ، امام بخاریؒ اور امام ابوداؤدؒ سے حدیث کا درس لیا۔ آپؒ نے احادیث جمع کرنے کے سلسلہ میں خراسان، عراق اور حجاز کے سفر کیئے۔

آپ نے اپنی تعلیم کا آغاز ۲۲۰ھ میں کیا۔ آپ کے شیوخ کی تعداد کتابوں میں ۲۲۱ کے قریب لکھی گئی ہے۔ آپؒ نے امام بخاریؒ کی خدمت میں ایک لمبا عرصہ گزارا اور ان سے حدیث کا علم اور دوسرے فنون سیکھے۔ آپؒ نے امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمیؒ اور ابوزرواعہ رازیؒ سے کتاب العلل، رجال اور تاریخ میں استخراج کیا۔ آپ کے مشہور اساتذہ میں ابوحامد احمد بن عبداللہ بن داؤد مروزیؒ ، ہیثم بن کلیب شامیؒ ، محمد بن محبوبؒ ، ابوعباس محبوبی مروزیؒ ، احمد بن یوسف نسفیؒ ، ابوالحارث اسد بن حمودیہؒ ، داؤد بن نصر بن سہیل بزدویؒ ، عبد بن محمد بن محمود نسفیؒ ، محمد بن نمیرؒ ، محمد بن محمودؒ ، محمد بن مکی بن فوجؒ ، ابوجعفر

محمد بن سفیان بن نصر نسفیؒ ، محمد بن منذرؒ ، ابن سعید ہرویؒ اور امام بخاریؒ شامل ہیں۔

آپؒ کی جلالتِ علم اور شان کا اندازہ آپ کی حدیث کی مشہور و مستند کتاب ''جامع ترمذی'' سے لگایا جاسکتا ہے۔ جو بیک وقت جامع اور سنن ہے۔ امام ترمذیؒ حدیث بیان کرتے ہوئے اس کا مقام صحیح، حسن، مشہور، غریب اور ضعیف وغیرہ کا بھی بیان فرماتے ہیں۔ ترمذی شریف محدثین کے نزدیک ایک اہم اور باعظمت کتاب ہے اور صحاح ستہ میں شامل ہے۔ اس کی بعض خصوصیات کی وجہ سے یہ صحاح ستہ میں دیگر کتب سے نمایاں مقام رکھتی ہے جو درج ذیل ہیں۔

۱) آپؒ نے احادیث نقل کرتے ہوئے ان راویوں کے نام ضرور لکھے ہیں جن سے وہ حدیث ان کو حاصل ہوئی تاکہ احادیث کی حیثیت باا عتبار مشہور، متواتر اور احاد روشن ہو جائے۔

۲) آپؒ نے حدیث نقل کرتے ہوئے اس میں اخذ شدہ مسئلہ میں علماء کا اختلاف اور ان کے مذاہب بھی نقل کیے ہیں۔

۳) آپؒ نے ہر موقعہ پر راوی کے احوال بھی لکھے ہیں کہ یہ راوی ضعیف ہے اور یہ قوی ہے۔ اس طرح حدیث کا حال بھی بیان کرتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے، حسن ہے، اور غریب ہے یا منکر۔ روایت حدیث کے سلسلہ میں امام صاحبؒ اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان جو واسطے ہیں وہ کم سے کم تین ہیں

اور زیادہ سے زیادہ دس ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث ایسی ہے جس میں صرف تین واسطے ہیں۔ جس حدیث کو بیان کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ کے درمیان میں تین واسطے ہوں اس حدیث کو ثلاثی کہتے ہیں۔ جس کی جمع ثلاثیات ہے۔

جن محدثین سے آپؒ نے احادیث روایت فرمائی ہیں ان میں قتیبہ بن سعیدؒ، محمود بن غیلانؒ، محمد بن بشارؒ، احمد بن منیعؒ، اور محمد بن مثنیٰؒ بطور خاص ذکر کئے گئے ہیں۔ ان کے علاوہ دوسرے علماء اور محدثین بھی ہیں جن سے آپؒ نے احادیث نقل کی ہیں۔

آپؒ کے شاگردوں کی بہت بڑی تعداد ہے جن میں محمد بن احمدؒ، حثیم بن کلیبؒ زیادہ مشہور ہیں۔ آپؒ نے اپنی کتاب جامع ترمذی تالیف فرما کر حجاز، عراق، اور خراساں کے علماء کی خدمت میں بھیجی جہاں انہوں نے اسے پڑھ کر اسے پسندیدگی اور بہت قدر کی نگاہ سے دیکھا۔

آپؒ کی ایک تصنیف "شمائل ترمذی" بھی ہے جس میں نبی کریم ﷺ کی سیرتِ اطہر اور حلیہ مبارک بیان کیا گیا ہے۔ ان کتابوں کے علاوہ آپ نے انساب، کنیت، اور اسمائے رجال پر بھی بہت کام کیا لیکن یہ کتابیں اب دستیاب نہیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیر معمولی حافظہ عطا فرمایا تھا۔ ایک دفعہ حدیث کے دو جزو آپ کے پاس سفر میں تھے اسی دوران آپ کو علم ہوا کہ وہ شیخ بھی اسی سفر میں

ساتھ ہیں جن سے یہ دو جز وان کے پاس پہنچے ہیں۔ ان کو خیال آیا کہ یہ ان کو سنا کر تصدیق کرا لوں۔ جب آپ منزل پر پہنچے تو آپ ان کے پاس اس غرض سے گئے کہ ان سے ان جزؤں کی تصدیق کروا لیں تو اتفاق سے وہ دونوں جز و نہیں ملے۔ آپ سادہ کاغذ لے کر ان کے پاس چلے گئے اور سنانے لگے۔ شیخ کی نظر کاغذ پر پڑ گئی تو انہوں نے کہا کہ تمہیں شرم نہیں آتی۔ اس پر امام ترمذیؒ نے پورا واقعہ سنایا اور عرض کیا کہ جناب مجھے کچھ اور حدیثیں سنا دیں، میں آپ کو ایک دفعہ سننے کے بعد زبانی سنا دوں گا۔ اس پر شیخ نے چالیس احادیث سنائیں۔ انہیں سننے کے بعد امام ترمذیؒ نے من وعن وہ احادیث سنا دیں۔ شیخ یہ دیکھ کر حیران ہو گئے اور فرمایا کہ میں نے آپ جیسا شخص نہیں دیکھا۔

آخری عمر میں آپ رقت قلبی اور خشیت الٰہی سے گریہ و آہ و زاری کرتے ہوئے نابینا ہو گئے تھے۔ ایک دفعہ آپ حج کے سفر کو گئے تو ایک جگہ جا کر اپنی اونٹنی پر بیٹھے بیٹھے سر نیچا کر لیا۔ آپ کے ساتھیوں نے سوال کیا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا تو فرمایا کہ یہاں ایک درخت تھا جس کی شاخیں سر کو لگتی تھیں۔ لوگوں نے فرمایا کہ یہاں تو کوئی درخت نہیں ہے۔ اس پر فرمایا کہ ارد گرد سے تحقیق کروا لو، اگر یہاں کوئی درخت نہیں تھا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میرا حافظہ کمزور ہو گیا ہے اور اب مجھے احادیث روایت کرنا چھوڑنا پڑے گا۔ تحقیق کی گئی تو وہاں کے لوگوں نے بتایا کہ یہاں ایک درخت تھا جو مسافروں کی راحت کے لئے اکھیڑ دیا گیا۔ اس پر آپؒ نے

اللہ تعالیٰ کا شکرادا کیا۔

امام ترمذیؒ کی پیدائش ۲۰۹ھ میں بلخ کے قریب شہر ترمذ میں ہوئی اور وفات ۱۳/رجب المرجب ۲۷۹ھ میں اسی شہر ترمذ میں ہوئی جو بلخ سے کچھ فاصلہ پر دریائے آموکے کنارے پر واقع ہے اور وہیں آپ کی تدفین ہوئی۔

امام ترمذیؒ کی تصانیف:

۱۔ جامع ترمذی

۲۔ کتاب العلل

۳۔ کتاب التاریخ

۴۔ کتاب الزہد

۵۔ کتاب الاسماء والکنی

۶۔ کتان الشمائل النبویہ

جامع ترمذی

امام ابوعیسیٰ ترمذیؒ کی ''جامع صحیح'' ترتیب میں نسائی اور ابوداؤد کے بعد آتی ہے۔ لیکن اپنے جامعیت اور افادیت کی وجہ سے اس کتاب کو بہت شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی اس وجہ سے اس کا شمار بخاری اور مسلم کے بعد ہونے لگا۔ اس کتاب کی خوبی یہ ہے کہ اس میں تکرار سب سے کم ہے، مذاہب ائمہ اور وجوہ

استدلال کے ذکر اور حدیث کی اقسام اور احوالِ رواۃ کے بیان میں یہ کتاب سب سے منفرد ہے۔ یہ کتاب فقہاء، محدثین اور عام علماء کے لئے یکساں مفید ہے۔

امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کتاب کو تصنیف کرنے کے بعد حجاز کے علماء کو پیش کی تو انہوں نے اس کو پسند فرمایا۔ پھر میں نے علماء خراسان کو پیش کی تو انہوں نے بھی اسے بہت پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا۔ آپ فرماتے تھے کہ جس گھر میں یہ کتاب ہو تو وہ یوں سمجھے کہ اس گھر میں نبی کریم ﷺ کلام کر رہے ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ: حافظ شمس الدین ذہبیؒ)

جامع ترمذی کی یہ خوبی ہے کہ یہ بیک وقت سنن اور جامع دونوں ہے۔ سنن اصطلاح حدیث میں حدیث کی اس کتاب کو کہتے ہیں جس کی ترتیب ابواب فقیہہ کی طرز پر کی گئی ہو اور چونکہ ''ترمذی شریف'' کی ترتیب اسی طور پر ہے اس لئے اس کو سنن کہنا بھی درست ہے۔ ترمذی شریف کا ''جامع'' ہونے میں کوئی کلام نہیں البتہ صحیح کہنے میں یہ سوال ہوتا ہے کہ اس میں حسن اور ضعیف روایات بھی کافی تعداد میں موجود ہیں پھر اس کو صحیح کہنا کیونکر درست ہوگا۔ محدثین نے اس کا یہ جواب دیا کہ اس کو ''الصحیح'' تعظیماً کہا گیا ہے۔

امام ترمذیؒ نے اپنی جامع میں جو اسلوب اختیار کیا وہ اس قدر عمدہ اور مفید تھا جس کی وجہ سے اس کتاب کو تمام کتبِ صحاح میں نمایاں حیثیت حاصل ہوگئی۔ اس کتاب میں صرف ان احادیث کو درج کیا گیا ہے جو کسی نہ کسی امام کا مذہب

ہوں۔ البتہ دو احادیث ایسی ہیں جن کے بارے میں امام ترمذیؒ فرماتے ہیں کہ یہ کسی امام کا مذہب نہیں ہے۔

جامع ترمذی میں امام ترمذیؒ نے احادیث کے موضوع کے ضمن میں جو تفصیل بیان کی ہے اس میں بے شمار علوم وفنون پوشیدہ ہیں۔ حافظ ابوبکر ابن عربیؒ نے '' عارضۃ الحوذی شرح ترمذی '' میں ان میں سے چودہ علوم کی نشاندہی کی ہے۔ لیکن اس کتاب میں ان کے علاوہ بھی علوم موجود ہیں۔

جامع ترمذی میں جن علوم وفنون کا ذکر کیا گیا ہے ان کے تفصیل کچھ اس طرح ہے:

۱۔ بیان مذاہب الفقہاء
۲۔ متروک العمل روایات کی توضیح
۳۔ ایک حدیث کی روایت کرنے والے تمام صحابہ کا بیان
۴۔ متن حدیث میں زیادتی اور کمی کا بیان
۵۔ حدیث کی تصحیح، تحسین اور تضعیف
۶۔ حدیث مضطرب
۷۔ حدیث معلول
۸۔ حدیث مرسل
۹۔ متصل اور منقطع

۱۰۔ شاذ اور محفوظ

۱۱۔ منکر اور معروف

۱۲۔ حدیث مدرج

۱۳۔ اختصارِ حدیث

۱۴۔ مرفوع اور موقوف

۱۵۔ حدیث: مشہور اور غریب

۱۶۔ بیان اسناد

۱۷۔ اختلافِ اسماء

۱۸۔ اسماء مشترکہ میں امتیاز

۱۹۔ جرح وتعدیل

۲۰۔ اسماء، کنیت اور نسب کی وضاحت

۲۱۔ ائمہ حدیث کی آراء

۲۲۔ ائمہ حدیث کا اختلاف

۲۳۔ تطبیق بین الروایات

۲۴۔ ناسخ و منسوخ

حافظ ابوالفضل بن طاہر حازمیؒ فرماتے ہیں کہ امام ترمذیؒ نے اپنی جامع میں پہلے چار طبقات کے راویوں کی احادیث نقل کی ہیں۔

۱۔ کامل الضبط والاتقان وکثیر الملازمہ مع شیخ

۲۔ کامل الضبط والاتقان وقلیل الملازمہ مع شیخ

۳۔ ناقص الضبط والاتقان وکثیر الملازمہ مع شیخ

۴۔ ناقص الضبط والاتقان و قلیل الملازمہ مع شیخ

حافظ شمس الدین ذہبیؒ تحریر کرتے ہیں کہ ''جامع ترمذی'' کی احادیث کی چار قسمیں ہیں؛

۱۔ وہ احادیث کو امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کی شرائط پر صحیح ہیں۔

۲۔ وہ احادیث جو امام نسائیؒ اور امام ابوداؤدؒ کی شرائط پر صحیح ہیں۔

۳۔ وہ احادیث جن کا امام نسائیؒ اور امام ابوداؤدؒ نے اخراج کیا اور ان کی علت ظاہر کی۔

۴۔ وہ احادیث جن کا خود امام ترمذیؒ نے اخراج کیا اور ان کی علت بیان کی۔

شیخ محمد فواد مصریؒ نے ''جامع ترمذی'' کی کل احادیث کی تعداد ۱۳۸۵ بیان کی ہے۔ توابع اور شواہد شامل کر کے شیخ ابراہیم مصریؒ نے احادیث کی تعداد ۳۹۵۶ بتلائی ہے۔ امام ترمذیؒ کی جو حدیث اعلیٰ سند پر مشتمل ہے وہ ''ثلاثی'' کہلاتی ہے یعنی اس میں امام ترمذیؒ اور حضور اکرم ﷺ کے درمیان صرف تین واسطے ہیں۔ اس کی تعداد ایک ہے۔

'' جامع ترمذی '' کی بے شمار شرحیں لکھی گئیں ان میں سے چند مشہور درج ذیل ہیں۔

۱۔ **عارضة الاحوذی:** یہ شرح حافظ ابوبکر محمد بن عبداللہ الاشبیلی المالکیؒ متوفی ۵۴۶ھ کی تالیف ہے۔ یہ ابن العربی کے نام سے مشہور ہیں۔

۲۔ **المنقح الشذی:** یہ شرح حافظ ابوالفتح محمد بن محمد الشافعیؒ متوفی ۷۳۴ھ کی تالیف ہے۔

۳۔ **شرح الزوائد علی الصحیحین و ابی دائود:** یہ شرح سراج الدین عمر بن علی بن الملقنؒ متوفی ۸۰۴ھ کی تصنیف ہے۔

۴۔ **العرف الشذی:** یہ سراج الدین عمر بن ارسلان البلقینیؒ متوفی ۸۰۵ھ کی تالیف ہے۔

۵۔ **شرح الجامع:** یہ شرح حافظ زین الدین عراقیؒ متوفی ۸۰۶ھ کی تالیف ہے۔

۶۔ **شرح الترمذی:** یہ شرح حافظ زین الدین عبدالرحمٰن بن احمد بن نقیب الحنبلیؒ کی تالیف ہے۔

۷۔ **شرح الترمذی:** یہ شرح حافظ زین الدین عبدالرحمٰن بن احمد بن رجب الحنبلیؒ متوفی ۷۹۵ھ کی تالیف ہے۔

۸۔ **قوت المقتدی:** یہ شرح حافظ جلال الدین السیوطیؒ متوفی ۹۱۱ھ کی تصنیف ہے۔

۹۔ شرح ترمذی: یہ شرح علامہ محمد طاہر گجراتیؒ متوفی ۹۸۶ھ کی تالیف ہے۔ آپ ''مجمع البحار'' کے مصنف ہیں۔

۱۰۔ نفع قوت المقتدی: یہ شرح علامہ سید علی بن سلیمان المالکیؒ متوفی ۱۲۹۸ھ کی تالیف ہے۔

شرح کے علاوہ جامع ترمذی کی مختصرات بھی لکھی گئیں ۔

۱۔ نجم الدین سلیمان بن عبدالقوی الحنبلیؒ متوفی ۷۱۰ھ

۲۔ نجم الدین محمد بن عقیل الشافعیؒ متوفی ۷۲۹ھ

(کشف الظنون: حاجی خلیفہ)

۴ ۔ امام ابوداوٗد سجستانیؒ

آپ کا نام سلیمان اور کنیت ابوداوٗد ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے: سلیمان بن اشعث بن اسحٰق بن بشیر بن شداد بن عمرو الازدی السجستانی تھا۔ آپ ایران کے شہر سجستان کے رہنے والے تھے اس لئے سجستانی کہلائے۔ آپ کا تعلق قبیلہ ازد سے تھا۔ ابن خلکان نے لکھا ہے کہ سجستانی کی نسبت '' سجستان'' جو ہرات سے متصل ایک بستی ہے۔ اسی کے قریب '' چشت ''واقع ہے جو بزرگانِ چشت کا مشہور شہر ہے۔

آپ نے طلب علم اور حصولِ حدیث کے شوق میں وطن سے نکل کر بہت سے ممالک کا سفر کیا۔ عراق، خراسان، شام، مصر اور حجاز کے علماء اور محدثین کی خدمت میں حاضری دی۔ وہاں کے علماء اور محدثین سے احادیث سنی اور اس کی اجازت بھی لی۔ آپ نے بڑے بڑے جلیل القدر علماء اور محدثین سے حدیث کی تعلیم حاصل کی اور ان سے روایت کی ہیں۔ جیسے مسلم بن ابراہیمؒ، سلیمان بن حربؒ، یحیٰی بن معینؒ، امام احمد بن حنبلؒ، ابوولید الطیالسیؒ، عثمان بن ابی شیبہؒ، قتیبہ بن سعیدؒ، ابوسلمہ تبوزکیؒ، محمد بن کثیر عبدیؒ، ابوعمر حوضیؒ، ابوتوبہ حلبیؒ، سلیمان بن عبدالرحمٰن دمشقیؒ، سعید بن سلیمان واسطیؒ، صفوان بن صالح دمشقیؒ، ابوجعفر نفیلیؒ، احمد علیؒ، قطن بن نصیرؒ، عبداللہ بن رجاءؒ وغیرہ۔

آپؒ سے حدیث روایت کرنے والوں میں ابو عبدالرحمٰن نسائیؒ، احمد بن محمدؒ کے ناموں کا خصوصیت کے ساتھ ذکر ملتا ہے۔

امام ابو داوٗدؒ کا اصل وطن بصرہ تھا۔ آپ نے ابتدائی تعلیم بصرہ میں حاصل کی۔ آپ بعد میں بغداد بھی تشریف لے گئے اور زندگی کا بیشتر حصہ آپ نے یہیں گزارا۔ اپنی مشہور زمانہ کتاب "سنن ابو داوٗدؒ" تصنیف فرمائی۔ وہاں کے لوگوں نے جب سنن ابو داوٗد میں امام صاحب کی سند کے ساتھ امام احمد بن حنبلؒ کا نام سنا تو انہوں نے اسے بہت زیادہ پسندیدگی کا اظہار کیا۔

امام ابوداوٗدؒ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی پانچ لاکھ احادیث میں نے علماء اور محدثین سے نقل کی ہیں۔ ان میں سے ایک ہزار چھ سو حدیثیں اپنے صحت کے اعتبار سے سب سے معتبر اور مستند تھیں جو اپنے کتاب میں جمع کیں۔ ان میں سے بھی چار احادیث ایسی ہیں جو تمام احادیث کے برابر ہیں۔ یعنی دین و شریعت کی تمام باتیں اور حکمتیں ان چار احادیث میں جمع ہوگئی ہیں۔

وہ درج ذیل ہیں۔

۱) **انما الاعمال بالنیات**

۲) **من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ**

۳) **لا یکون المؤمن مؤمنا حتی رضی لا خیہ ما یرضی لنفسہ**

۴) انّ الحلال بيّن وان الحرام بيّن و بيهما مشتبهات
فمن اتقى الشبهات استبراً لدينه

امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کے بعد امام حدیث میں جو سب سے زیادہ مرتبہ اور مقام کے مالک ہیں وہ امام ابودوٗدؒ ہیں۔ جس زمانے میں امام ابوداوٗدؒ نے تصنیف و تالیف کا کام شروع کیا اس وقت عام طور پر علم حدیث میں جوامع اور مسانید کی تالیف کی جاتی تھی۔ انہوں نے سب سے پہلے ''کتاب السنن'' لکھ کر علم حدیث میں ایک نئی راہ دکھائی۔ ان کے بعد اور ائمہ نے بھی ''کتبِ سنن'' پر کام کیا۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح امام ابوداوٗدؒ کو علم و حکمت سے نوازا تھا اس کے ساتھ ساتھ آپ عبادت اور ریاضت میں بھی اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ علماء اور محدثین آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور علمی استفادہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے پناہ شہرت اور مقبولیت عطا کی تھی۔ آپ کے پاس ہر وقت عقیدت مندوں کا ہجوم رہتا تھا۔ حکام وقت بھی آپ سے ملاقات کے متمنی رہتے تھے۔ آپ طبیعت کے اعتبار سے نہایت سادہ اور منکسر مزاج تھے۔

ابوبکر خلائیؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوداوٗدؒ اپنے زمانے میں پیشوا تھے اور نہایت ہی منصف مزاج اور پرہیز گار تھے۔ نیز فن حدیث میں بہت زیادہ بصیرت اور کمال و مہارت رکھتے تھے۔ حدیث کے موضوع پر ان کی کتاب '' سنن ابوداوٗد

'' بہت بلند مقام رکھتی ہے اور صحاح ستہ میں شامل ہے۔

آپ ؒ کے مشہور شاگردوں میں ابوعلی محمد بن احمد بن عمرو اللولوئی ؒ ، ابوطیبؒ، احمد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن اشنانیؒ ، ابوعمرواحمد بن علی بن حسن البصری ؒ ، ابوسعید احمد بن محمد بن زیاد اعرابیؒ ، ابوبکر محمد بن عبدالرزاق بن داستہؒ ، ابوالحسن علی بن حسن بن عبدالانصاری ؒ ، ابوعیسیٰ اسحاق بن موسیٰ بن سعید رملی وراقہ ؒ ، ابواسامہ محمد بن عبدالملک بن یزید رواسؒ شامل ہیں۔

ان کے علاوہ ابوعبداللہ محمد بن احمد یعقوب البصریؒ آپ کے شاگرد ہیں جنہوں نے امام ابوداؤدؒ سے '' کتاب الردعلی اہل القدر '' کوروایت کیا، ابوبکر احمد بن سلیمان النجارؒ نے '' کتاب الناسخ والمنسوخ ''کوروایت کیا، حافظ ابوعبید محمد بن علی بن عثمان آجریؒ نے '' کتاب المسائل '' کوروایت کیا اور اسماعیل بن محمد صغارؒ نے امام ابوداؤد سے '' مسند مالک '' کوروایت کیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اپنی کتاب '' تہذیب التہذیب '' میں کچھ مزید شاگردوں کے نام درج کیئے ہیں جو درج ذیل ہیں:

امام عبدالرحمٰن نسائیؒ ، امام ابوعیسیٰ ترمذیؒ ، حرب بن اسماعیل کرمانیؒ ، زکریہ ساجیؒ ، ابوبکر محمد بن احمد ہارون خلال الحنبلیؒ ، عبداللہ بن احمد بن موسیٰ عبدان الاہوزیؒ ، ابوبشر محمد بن احمد الدولابیؒ ، ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق الاسفرائنیؒ ، ابوبکر بن ابوداؤدؒ ، ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی الدنیاؒ ، ابراہیم بن

حمید بن ابراہیم بن یونس عاقولیؒ ، ابوحامد احمد بن جعفر اصبہانیؒ ، احمد بن معلیٰ بن یزید دمشقیؒ ، احمد بن محمد بن یاسین ہرویؒ ، حسن بن صاحب'' الشاشی '' نظام الدین الشاشی، حسین بن ادریس انصاریؒ ، عبداللہ بن محمد عبدالکریم رازیؒ ، علی بن عبدالصمدؒ ، محمد بن مخلد دوریؒ ، محمد بن جعفر بن مستغاض فریابیؒ اور ابوبکر محمد بن یحییٰ صولیؒ ۔

محمد بن اسحاقؒ اور ابراہیم حربیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے امام ابوداؤد کے لئے علم حدیث کو اس طرح سہل کر دیا تھا جیسے حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے لوہے کو ملائم کر دیا تھا۔ حافظ موسیٰ بن ہارونؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے امام ابوداؤدؒ کو دنیا میں حدیث کی خدمت کے لئے اور آخرت میں جنت کے لئے پیدا کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے افضل کسی شخص کو نہیں دیکھا۔

ابوحاتمؒ اور ابن حبانؒ نے کہا کہ امام ابوداؤدؒ علم الحدیث، علم فقہ، تقویٰ اور خدا خوفی میں دنیا والوں کے امام ہیں۔

حافظ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوداؤدؒ عالم باعمل تھے۔ بعض ائمہ نے کہا کہ امام ابوداؤدؒ اپنے خصائل میں امام احمد بن حنبلؒ کے مشابہ تھے، امام احمد بن حنبلؒ اپنی سیرت میں امام وکیع بن جراحؒ کے مشابہ تھے، اور وکیعؒ ، سفیان ثوریؒ کے مشابہ تھے اور سفیان ثوریؒ منصور کے مشابہ تھے اور منصور ابراہیم نخعیؒ کے مشابہ

تھے اور ابراہیم نخعی علقمہؒ کے مشابہ تھے اور علقمہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اور عبداللہ بن مسعودؓ حضور اکرم ﷺ کے مشابہ تھے۔

(تذکرۃ الحفاظ: حافظ شمس الدین ذہبیؒ)

امام ابو داؤدؒ کی پیدائش ۲۰۲ھ میں بغداد میں ہوئی اور آپؒ کا وصال بروز جمعہ ۱۶/شوال ۲۷۵ھ میں بصرہ میں ہوا۔ آپ نے وصیت کی تھی کہ حسن بن مثنیؒ سے آپ کو غسل دلوائیں اور اگر وہ نہ ہوں تو حماد بن زیدؒ آپ کو غسل دیں، چنانچہ آپ کی وصیت پر عمل کیا گیا۔ آپ کی تدفین امام سفیان ثوریؒ کے پہلو میں ہوئی۔ (مظاہر الحق جدید: ج ا ص ۵۹۔۵۶)

ابو حاتم فرماتے ہیں کہ امام ابو داؤدؒ حفظ حدیث، روایت میں محتاط، زہد و عبادت اور یقین و توکل میں انتہائی اعلیٰ مقام پر تھے۔ ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ آپؒ ورع و تقویٰ، عفت و عبادت کے بہت اونچے مقام پر فائز تھے۔ ان کی زندگی کا ایک مشہور واقعہ ہے کہ ان کے کرتے کی ایک آستین تنگ تھی اور ایک کشادہ تھی۔ جب ان سے اس بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ ایک استین میں میں اپنی یادداشت لکھ لیتا ہوں اس لئے اس کو کشادہ بنایا ہے اور دوسری کو کشادہ کرنے کی ضرورت نہیں تھی اس میں کوئی فائدہ نہیں تھا اس لئے اس کو تنگ ہی رکھا۔

امام ابوداؤدؒ نے بہت سا علمی ذخیرہ اپنی یادگار چھوڑا ہے جن میں چند درج ذیل ہیں:

۱۔ کتاب السنن
۲۔ کتاب المراسیل
۳۔ کتاب المسائل
۴۔ کتاب الردعلی القدریہ
۵۔ کتاب الناسخ والمنسوخ
۶۔ کتاب التفرد
۷۔ کتاب ماتضرو بہ اہل الامصار
۸۔ کتاب فضائل الانصار
۹۔ مسند مالک بن انس
۱۰۔ کتاب الزہد
۱۱۔ دلائل النبوۃ
۱۲۔ کتاب الدعا
۱۳۔ کتاب المسائل معرفۃ الاوقات
۱۴۔ کتاب بدءالوحی سنن
۱۵۔ اخبار الخوارج
۱۶۔ کتاب شریعۃ التفسیر

۱۷۔ فضائل الاعمال

۱۸۔ کتاب التفسیر

۱۹۔ کتاب نظم القرآن

۲۰۔ کتاب فضائل قرآن

۲۱۔ کتاب البعث والنشور

۲۲۔ کتاب شریعۃ المقاری

ان میں سب سے زیادہ اہم آپ کی ''سنن ابوداوٴد'' ہے۔

سنن ابوداوٴد

''سنن ابوداوٴد'' میں احادیث جمع کرنے اور ترتیب دینے میں جو طریقہ کار استعمال کیا گیا ہے اس میں بہت سی خوبیاں ہیں۔ اس میں سے چند خوبیوں کا ذکر درج ذیل ہے:

۱۔ اس کتاب میں صرف احکام سے متعلق احادیث لائی گئی ہیں۔

۲۔ اس کتاب میں امام ابوداوٴدؒ نے اپنے علم کے مطابق زیادہ تر صحیح ترین روایات ذکر کی ہیں۔

۳۔ اگر کوئی حدیث دو طریقوں سے مروی ہو اور ان میں ایک طریقہ کا راوی اسناد میں مقدم ہو (یعنی اس کی سند عالی ہو) اور دوسرے طریقہ کا راوی حفظ میں بڑھ کر ہو تو امام ابوداوٴدؒ ایسی صورت میں پہلے طریقہ کا ذکر کر دیتے ہیں۔

۴۔ بسا اوقات ایک حدیث کو دو تین طریقوں کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔ بشرطیکہ ان کے متن میں کچھ زیادتی ہو۔

۵۔ بسا اوقات حدیث بہت طویل ہوتی ہے اور اس کو پورا لکھنے سے قاری کی پریشانی ہوتی ہے تو اس حدیث کو مختصر کر دیتے ہیں۔

۶۔ جن احادیث کی اسناد میں کوئی ضعف ہو یا کوئی علت خفیہ ہو تو اس کو امام ابوداوٗدؒ بیان کر دیتے ہیں۔ جس حدیث کی سند کے بارے میں امام ابوداوٗدؒ کوئی کلام نہیں کرتے تو وہ عام طور پر عمل کرنے کے لئے صحیح ہوتی ہیں۔

۷۔ اس کتاب میں امام ابوداوٗدؒ نے عام طور پر مشہور روایات ذکر کی ہیں۔ انہوں نے شاذ اور غریب روایات بہت کم ذکر کی ہیں۔

۸۔ امام ابوداوٗدؒ نے اپنی کتاب میں متروک الحدیث راوی سے کوئی روایت نہیں لی۔

۹۔ اگر ایک حدیث متعدد اسانید سے مروی ہو تو بسا اوقات امام ابوداوٗدؒ تمام اسانید ایک جگہ ذکر فرما دیتے ہیں۔

۱۰۔ کسی حدیث میں اگر مرفوع اور موقوف کا اختلاف ہو تو اس کا ذکر کر دیتے ہیں۔

۱۱۔ اگر کوئی حدیث معلول ہو تو اس کی خفیہ علت بیان کر دیتے ہیں۔

۱۲۔ جو حدیث منکر ہو تو وہ اس کی تصریح کر دیتے ہیں۔

۱۳۔ جو حدیث ضعیف ہو تو وہ اس کی تصریح کر دیتے ہیں۔

۱۴۔ بعض اوقات حدیث کے راویوں کے نام ،کنیت اور القاب کی بھی وضاحت کر دیتے ہیں۔

۱۵۔ امام ابو داؤدؒ اپنی کتاب میں تکرار سے حتی الامکان گریز کرتے ہیں۔ اگر کہیں کسی حدیث کو دوبارہ ذکر کرنا ہوتو اس میں اسناد یا متن حدیث میں کوئی مزید فائدہ پیش نظر ہوتا ہے۔

حافظ ابوعبداللہ محمد بن اسحاقؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوداؤدؒ نے اپنی کتاب میں احادیث درج کرنے کی یہ شرط مقرر کی کہ وہ احادیث متصل السند ہوں، صحیح ہوں، ایسے راویوں سے مروی ہوں جن کے ترک پر اجماع نہ ہو۔

شیخ ابوبکر حازمیؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوداؤدؒ راویوں کے پہلے تین طبقہ سے روایات لیتے ہیں۔

طبقہ درج ذیل ہیں۔

۱۔ کامل الضبط والاتقان وکثیر الملازمہ مع شیخ

۲۔ کامل الضبط والاتقان وقلیل الملازمہ مع شیخ

۳۔ ناقص الضبط والاتقان وکثیر الملازمہ مع شیخ

۴۔ ناقص الضبط والاتقان وقلیل الملازمہ مع شیخ (اس طبقہ سے روایات کا انتخاب کرتے تھے)

امام ابوداؤدؒ اپنے مکتوب میں بیان کرتے ہیں کہ ان کی ''سنن'' اٹھارہ اجزاء پر مشتمل ہے۔ ایک جزء مراسیل کا، اور باقی اجزاء پر دوسری احادیث مشتمل ہیں۔ کل احادیث کی تعداد چار ہزار آٹھ سو ہے اور چھ سو مراسیل ہیں۔

'' سنن ابوداؤد '' کی بے شمار شرحیں لکھی گئیں ان میں سے چند کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ **معالم السنن:** یہ شرح ابوسلیمان احمد بن محمد بن ابراہیم خطابی متوفی ۳۸۸ھ کی تصنیف ہے۔

۲۔ **شرح سنن ابو دائود:** یہ شرح قطب الدین ابوبکر بن احمد الشافعیؒ متوفی ۷۵۲ھ کی تالیف ہے۔ یہ چار جلدوں پر مشتمل ہے۔

۳۔ **شرح سنن ابو دائود:** یہ شرح حافظ علاء الدین مغلطائیؒ متوفی ۷۶۲ھ کی تصنیف ہے۔

۴۔ **شرح الزوائد علی الصحیحین:** یہ شرح شیخ سراج الدین عمر بن علی الشافعیؒ متوفی ۸۰۴ھ کی تالیف ہے۔

۵۔ **شرح سنن ابو دائود:** یہ شرح ابوزرعہ احمد بن عبدالرحیم عراقیؒ متوفی ۷۲۶ھ کی شرح ہے۔

۶۔ **شرح سنن ابو دائود:** یہ شرح حافظ بدرالدین عینیؒ متوفی ۸۵۵ھ کی تالیف ہے۔

۷۔ **مرقاۃ الصعود الی سنن ابی دائود** : یہ شرح حافظ جلال الدین سیوطیؒ متوفی ۹۱۱ھ کی تصنیف ہے۔

۸۔ **غایت المقصود** : یہ شرح علامہ ابوطیب شمس الحق عظیم آبادی کی مبسوط تالیف ہے۔

مختصرات:

۱۔ **مختصر سنن ابی دائود** : حافظ ذکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذریؒ متوفی ۶۵۶ھ کی تالیف ہے۔

۲۔ **تھذیب السنن** : ابن قیم محمد بن ابی بکر الجوزیؒ متوفی ۷۵۱ھ کی تالیف ہے۔

۵ ۔ امام نسائیؒ

آپؒ کا نام احمد اور کنیت عبدالرحمٰن تھی۔ آپ کا سلسلہ نسب اس طرح تھا: امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی بن بحر بن سنان بن دینار نسائی خراسانی تھا۔ آپؒ کا لقب حافظ الحدیث تھا۔ آپؒ خراسان کے شہر نساء کے رہنے والے تھے جو مرو کے قریب ہے، اس لئے اس نسبت سے نسائی کہلائے۔ آپ کی پیدائش ۲۱۴ھ یا ۲۱۵ھ میں ہوئی۔

آپؒ نے علم کے حصول کے بہت سے ملکوں کا سفر کیا اور اپنے وقت کے مشہور علماء اور محدثین سے علمی استفادہ حاصل کیا۔ آپ علم کے حصول کے لئے خراسان، حجاز، عراق، جزائر، شام، اور مصر گئے۔

آپ نے اپنی ابتدائی تعلیم اپنے شہر میں حاصل کی۔ سب سے پہلے حدیث کے علم کے حصول کے لئے آپؒ حضرت قتیبہ بن سعید بلخیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت آپ کی عمر صرف پندرہ برس تھی۔ قتیبہ بن سعیدؒ کے ہاں ایک سال دو مہینے رہ کے علم حاصل کیا۔ امام نسائیؒ شافعی المذہب تھے جیسا کہ ان کی تصنیف مناسک الحج سے معلوم ہوتا ہے۔ آپ نے مصر میں سکونت اختیار کر لی تھی وہاں آپ تعلیم، تدریس اور تصنیف میں مصروف ہو گئے تھے۔ پھر آپ ذوالقعدہ ۳۰۲ھ میں مصر سے دمشق تشریف لے آئے۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں کہ امام نسائیؒ رجال کی تحقیق میں انتہائی محتاط تھے اور فن رجال میں ماہرین کی ایک جماعت نے امام نسائیؒ کو امام مسلم بن حجاجؒ پر بھی ترجیح دی ہے۔ دارقطنیؒ نے ان کے فن اسماء رجال اور دیگر علومِ حدیث میں امام الائمہ ابوبکر بن خزیمہؒ سے بھی افضل بتایا ہے۔

آپؒ ہمیشہ حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن ناغہ کرتے۔ اس کے باوجود کہ آپ بہت زیادہ روزے رکھتے تھے آپ بے انتہا جسمانی قوت کے مالک تھے۔ بے حد عبادت گزار تھے شب بیداری آپ کا معمول تھا۔ آپ بہت صدقہ خیرات کیا کرتے تھے، قیدیوں کو فدیہ دے کر چھڑایا کرتے تھے۔ آپ نے ساری زندگی اسوۃ رسول ﷺ کی پیروی اور اخلاقِ صالحین پر چلنے میں گزاردی۔

امام نسائی جب اپنی تصنیف سنن کبریٰ سے فارغ ہوئے تو ایک دن ان کے ہاں کے امیر نے ان سے سوال کیا کہ آپؒ نے جو کتاب تصنیف کی ہے اس میں تمام احادیث صحیح ہیں؟ امام صاحب نے جواب دیا کہ نہیں! بلکہ بعض صحیح ہیں اور بعض حسن۔ اس امیر نے آپؒ سے درخواست کی کہ ان تمام احادیث میں جو احادیث نہایت اعلیٰ درجہ کی صحیح ہوں ان کو آپؒ میرے لئے الگ نقل کر دیجئے چنانچہ آپؒ نے اسی سلسلہ میں ''سنن مجتبیٰ'' تصنیف کی۔

امام نسائیؒ کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی قوت حافظہ سے مالا مال کیا ہوا تھا۔ امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ سے دریافت کیا کہ امام مسلمؒ اور امام نسائیؒ میں سے حدیث کا زیادہ حافظ کون ہے۔ تو انہوں نے فرمایا! امام نسائیؒ

آپؒ کے نامور اساتذہ میں امام بخاریؒ، امام ابوداؤدؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام قتیبہ بن سعیدؒ، اسحاق بن راہویہؒ، ہشام بن عمارؒ، عیسیٰ بن زغبہؒ، محمد بن نضر مروزیؒ، ابوکریبؒ، سوید بن نصرؒ، محمود بن غیلانؒ، محمد بن بشارؒ، علی بن حجرؒ وغیرہ شامل ہیں۔ اس کے علاوہ امام بخاریؒ کے توسط سے آپ کے اساتذہ کا سلسلہ سراج الائمہ امام اعظم سرتاج اولیاء ابوحنیفہ نعمان بن ثابتؒ سے جا ملتا ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ: ذہبیؒ)

آپ کے مشہور شاگردوں میں عبدالکریم بن احمد نسائیؒ، ابوبکر احمد بن محمد بن اسحاق بن انسؒ، ابوعلی حسن بن خضر الاسیوطیؒ، حسن بن رشیق العسکریؒ، حافظ ابوالقاسم اندلسیؒ، علی بن ابوجعفر الطحاویؒ، ابوبکر بن حداد فقیہہؒ، ابوجعفر عقیلیؒ، ابوعلی بن ہارونؒ، حافظ ابوعلی نیشا پوریؒ، ابوالقاسم طبرانیؒ وغیرہم قابل ذکر ہیں۔ (تہذیب التہذیب: ابن حجر عسقلانیؒ)

امام نسائی ملیح رنگ کے نہایت خوبصورت شخص تھے۔ بے حد توانا جسم کے مالک تھے۔ ان کے بدن پر عموماً خون کی سرخی دوڑتی رہتی تھی۔ ان کا دستر خوان انواع اقسام کے لذیذ کھانوں سے پُر رہتا تھا۔ آپ کو بھنا ہوا مرغ بہت پسند تھا۔

آپ خوش خوراک اور خوش پوشاک تھے۔ انتہائی قیمتی لباس زیب تن کیا کرتے تھے۔ آپ کی چار بیویاں تھیں۔ (تذکرۃ الحفاظ: ذہبیؒ)

آپؒ کی وفات بڑے ظالمانہ اور دردانگیز طریقہ سے ہوئی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس زمانے میں بنوامیہ کی حکومت تھی اس وقت بعض لوگ حضرت علیؓ کو پسند نہیں کرتے تھے۔ آپؒ نے ایک کتاب ''کتاب الخصائص'' تصنیف فرمائی جس میں حضرت علیؓ کے مناقب واوصاف اور ان کے مبارک احوال بیان کئے گئے تھے۔ کتاب کی تصنیف سے فراغت کے بعد آپؒ نے ہر جمعہ کے روز جامع دمشق میں لوگوں کے سامنے اس کتاب کو پڑھنے کا ارادہ فرمایا تاکہ اس سے عوام کے ذہن وفکر کی اصلاح ہوسکے۔ حضرت علی المرتضیٰؓ کے متعلق جو غلط اور گمراہ کن خیالات لوگوں کے ذہنوں میں ہیں انہیں دور کیا جاسکے۔

ایک دن امام نسائیؒ نے مسجد میں مجمع کے سامنے وہ کتاب پڑھنی شروع کی۔ ابھی تھوڑی سی ہی پڑھ پائے تھے کہ ایک آدمی مجمع کے درمیان سے اٹھا اور سوال کیا کہ آپؒ نے علیؓ کے اوصاف ومناقب تو اس کتاب میں لکھ دئے ہیں مگر یہ بتائیے کہ حضرت معاویہؓ کے مناقب بھی لکھے ہیں یا نہیں۔

امام نسائیؒ نے جواب دیا کہ مجھے حضرت معاویہؓ کی عظمت وفضیلت بھی تسلیم ہے اور ان کی نجات سے انکار نہیں ہے لیکن ان کے مناقب حضرت علیؓ کے

مقابلہ میں اتنی اہمیت نہیں رکھتے کہ میں ان کو لکھوں۔ بعض حضرات نے امام نسائیؒ کا جواب اس طرح سے نقل کیا ہے کہ امام صاحبؒ نے فرمایا! حضرت معاویہؓ کے فضائل ومناقب میرے نزدیک صحیح نہیں ہیں۔

امام نسائیؒ کا یہ کہنا تھا کہ پورا مجمع مشتعل ہوگیا اور ان پر ٹوٹ پڑا۔ آپؒ کو اتنا مارا کہ اٹھنے کی بھی سکت باقی نہیں رہی۔ آخر کار کچھ لوگ آپ کو اٹھا کر آپ کے گھر تک لائے۔ گھر پر پہنچے پر آپؒ نے فرمایا کہ مجھے اسی وقت مکہ مکرمہ لے چلو میری موت اسی مقدس زمین پر یا اس کے راستے میں ہو۔ چنانچہ آپؒ کو مکہ مکرمہ لے جایا گیا اور وہیں ۱۳/صفر ۳۰۳ھ بروز پیر آپ شہادت کے مرتبہ پر فائز ہوئے۔ آپ کو صفا ومروہ کے درمیان کسی جگہ پر سپرد خاک کر دیا گیا۔

(مظاہر الحق جدید: ج۱ص۶۰)

(نوٹ: اموی حکومت ۱۳۶ھ میں ختم ہوگئی تھی، ان کے بعد بنو عباس کی حکومت قائم ہوئی۔ مؤلف)

امام نسائیؒ کی تصانیف:

۱) سنن الکبریٰ

۲) المجتبیٰ

۳) خصائص علی

۴) مسند علی

۵) مسند مالک

۶) کتاب التمیز

۷) کتاب المدلسین

۸) کتاب الضعفاء

۹) کتاب الاخوۃ

۱۰) مسند منصور

۱۱) مسیخۃ النسائی

۱۲) اسماء الرواۃ

۱۳) مناسک حج

۱۴) فضائل صحابۃ

۱۵) کتاب الجرح وتعدیل

سنن نسائی

امام نسائیؒ کی "سنن نسائی" کتب صحاح ستہ میں انتہائی اہم حیثیت رکھتی ہے اس کو "سنن الکبریٰ" بھی کہتے ہیں۔ سنن نسائی کے بارے میں علامہ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ یہ ذخیرہ حدیث کا بہترین مجموعہ ہے۔ علامہ سخاویؒ فرماتے ہیں کہ بعض علماء "سنن نسائی" کو روایت ودرایت کے اعتبار سے صحیح بخاری سے افضل مانتے ہیں۔

امام نسائیؒ نے اپنی تصنیف کی ترتیب و تالیف میں صحاح ستہ کی دوسری کتابوں کی طرح کا اسلوب اختیار کیا ہے۔ آپ نے امام بخاریؒ کی طرح ایک حدیث کو متعدد ابواب میں ذکر کر کے اس سے مختلف مسائل اخذ کیئے۔ امام مسلمؒ کی طرح ایک حدیث کے تمام طریقوں کو روایات میں ایک جگہ جمع کر دیا ہے۔ امام ابوداوٗدؒ کے انداز میں صرف احکام فقیہہ سے متعلق حدیث کی تدوین کی ہے۔ امام ترمذیؒ کی طرح حدیث کی ذیل میں اس پر فنی نقطہ نگاہ سے گفتگو کی ہے۔

اس کے علاوہ اس کتاب میں اور بھی بہت خوبیاں ہیں جن میں چند کا ذکر کیا جاتا ہے۔

بعض مرتبہ ایک حدیث غریب سند سے مرفوعاً مروی ہوتی ہے اور سندِ مشہور کے لحاظ سے وہ حدیث موقوف ہوتی ہے۔ اس صورت میں امام نسائیؒ اس کی غرابت اور وقف کا بیان کر دیتے ہیں۔

بعض اوقات ایک حدیث مضطرب المتن ہوتی ہے یعنی راوی ایک حدیث کے متن کو دوسری حدیث کے متن کے ساتھ ملا دیتا ہے ایسی صورت میں امام نسائیؒ اس کی وضاحت کر دیتے ہیں۔

بعض اوقات ایک حدیث مشہور ہوتی ہے لیکن بعض الفاظ کے لحاظ سے اس کو غریب قرار دیا جاتا ہے ایسی شکل میں امام نسائیؒ اس کی غرابت کا بیان کر دیتے ہیں۔

جو حدیث شاذ اور غیر محفوظ ہو اس کی تصریح کر دیتے ہیں۔

بعض اوقات ایک حدیث کسی راوی سے موصولاً ذکر کرتے ہیں۔ لیکن وہ روایت درحقیقت مرسل ہوتی ہے ایسی صورت میں امام نسائیؒ اس کا ذکر کر دیتے ہیں۔

امام نسائیؒ حدیث مرسل اور منقطع میں کوئی فرق نہیں کرتے اور حدیث منقطع پر بھی مرسل کا اطلاق کر دیتے ہیں۔

بعض مرتبہ شیخ کی بیان کی ہوئی سند میں کسی راوی کا نام صحیح نہیں ہوتا تو حدیث ذکر کرنے کے بعد امام نسائیؒ راوی کی اصلاح کر دیتے ہیں۔

اگر کسی حدیث کی سند میں کوئی غریب راوی آ جائے تو اس کی نشاندہی کر دیتے ہیں۔

بعض اوقات سند حدیث میں کوئی راوی قوی نہیں ہوتا تو اس کا تعین کر دیتے ہیں۔ اسی طرح اگر کسی سند میں ضعیف راوی ہو تو اس کی نشاندہی کر دیتے ہیں۔

اگر ایک نام کے دو راوی ہوں اور ان میں سے ایک راوی ضعیف اور دوسرا قوی ہو تو اس کا بیان کر دیتے ہیں۔

بعض دفعہ کسی راوی میں کچھ ابہام ہوتا ہے تو اس کی کسی صفت کا ذکر کر کے اس ابہام کا ازالہ کر دیتے ہیں۔

بسا اوقات امام نسائیؒ حدیث کے راویوں کے مراتب اور ایک استاد کے متعدد شاگردوں کے درجات کا بھی تعین کرتے ہیں۔

بعض اوقات امام نسائیؒ کسی حدیث کی تخریج میں دوسرے ائمہ حدیث

سے اختلاف کرتے ہیں پھر اپنے موقف پر عقلی اور نقلی دلائل فراہم کرتے ہیں۔

سنن نسائی میں ایک جگہ امام نسائیؒ نے ایک حدیث سب سے طویل اسناد کے ساتھ بیان فرمائی ہے جس میں چھ تابعین کا ذکر ہے۔ اس حدیث کے بعد امام نسائیؒ لکھتے ہیں کہ میرے علم میں اس سے طویل اسناد اور کوئی نہیں ہے۔

بعض مرتبہ متن حدیث میں کوئی مشکل لفظ استعمال ہوتا ہے تو امام نسائیؒ اس کا آسان لفظ کے ساتھ معنی بیان کر دیتے ہیں۔

امام نسائیؒ نے ''سنن صغریٰ'' کی تالیف میں انتہائی غور و فکر اور تحقیق سے کام لیا ہے۔ اس کے باوجود جس بات کی تہہ تک پہنچنے سے قاصر رہتے تو صاف کہہ دیتے تھے ''**لم افهم كما اردت**'' میں اس بات کو حسب منشاء نہیں سمجھا سکا۔

سنن نسائی میں مرویات کی تعداد پانچ ہزار سات سو اکسٹھ (۵۷۶۱) ہے۔ جن لوگوں نے اس کتاب کو روایت کیا ہے ان کے نام یہ ہیں:

عبدالکریم بن نسائیؒ، ابوبکر احمد بن محمد بن اسحاق بن السنیؒ، ابوعلی حسن بن خضر الاسیوطیؒ، حسن بن رشیق عسکریؒ، حافظ ابوالقاسم حمزہ بن محمد اکنانیؒ، ابوالحسن محمد بن عبداللہ بن زکریہؒ، محمد بن معاویہ بن الاحمرؒ، محمد بن قاسم اندلسیؒ، علی بن ابی جعفر طحاویؒ، ابوبکر بن محمد احدؒ۔

(تہذیب التہذیب: حافظ ابن حجر عسقلانیؒ)

٦ ۔ امام ابن ماجہؒ

آپ کی کنیت ابوعبداللہ اور اسم گرامی محمد ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے: محمد بن یزید بن ماجہ الربعی القزوینی ہے۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ ماجہ ان کی ماں کا نام تھا، بعض کا خیال ہے کہ یہ آپ کے والد کا لقب تھا۔ آپ قزوین کے رہنے والے تھے جو عراق اور ایران کے درمیان آذربائیجان میں واقع ہے اور ربیعہ قبیلہ سے تعلق تھا۔ جو ربیعہ بالولا سے منسوب کیا جاتا ہے۔

امام ابن ماجہؒ ٢٠٩ھ میں قزوین میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے آبائی وطن میں حاصل کی۔ پھر آپ علم الحدیث کی طرف متوجہ ہوئے۔

امام ابن ماجہؒ نے جب شعور کی آنکھ کھولی تو آپ کے شہر قزوین میں بڑے بڑے علماء مثلاً علی بن محمد طنافسیؒ، عمرو بن رافعؒ، اسمٰعیل بن ابوسہلؒ، ہارون بن موسیٰ تمیمیؒ وغیرہ موجود تھے۔ امام ابن ماجہؒ نے ان سے علمی استفادہ حاصل کیا۔ امام ابن ماجہؒ فن حدیث کے امام اور پیشوا مانے جاتے ہیں۔ آپؒ کو حدیث کے علماء حافظ الحدیث تسلیم کرتے ہیں۔ امام مالکؒ کے شاگردوں سے آپ نے علمِ حدیث حاصل کیا۔ آپ نے حدیث کا علم حاصل کرنے کے لئے بہت سے ملکوں کا سفر کیا جن میں عراق، اصفہان، خراسان، شام، کوفہ، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، بصرہ، بلخ، نیشاپور، فلسطین، رے، بغداد، عرب اور مصر شامل ہیں۔ امام ابن ماجہؒ فقہ حنفی کی تقلید کرتے تھے۔ آپ نے علم حدیث کے لئے پہلا

سفر بائیس سال کی عمر میں کیا۔

امام ابن ماجہؒ کے دیگر اساتذہ وشیوخ میں مندرجہ ذیل بزرگ شامل ہیں:

ابراہیم بن مندر حزامیؒ، محمد بن عبداللہ بن نمیرؒ، جبارہ بن مغلسؒ، ابراہیم بن منذرؒ، عبداللہ بن معاویہؒ، ہشام بن عمارؒ، محمد بن رمحؒ، ابوبکر بن ابی ثمبہؒ، صحدون بن عمارہ بغدادیؒ، داؤد بن رشیدؒ، ابوبکر بن ابی شیبہؒ، نصر بن علی الجھضمیؒ، ابومروان محمد بن عثمانؒ، محمد بن یحییٰ نیشاپوریؒ، احمد بن ثابت حجدریؒ، ابوبکر خلاد باہلیؒ، محمد بن بشارؒ، علی بن منذرؒ، محمد بن عباد بن آدمؒ، عباس بن عبدالعظیمؒ، احمد بن عبدہؒ، عبداللہ بن عامر بن زراۃؒ، ابوخیثمہ زہیر بن حربؒ، عثمان بن ابی شیبہؒ، عبداللہ بن احمد بن بشیر ذکوان دمشقیؒ، اسماعیل بن بشر بن منصورؒ، یحییٰ بن حکیمؒ، سہل بن اسحٰقؒ ابراہیم واسطیؒ، عبداللہ بن محمدؒ۔

امام ابن ماجہؒ کا نام صحاح ستہ میں سب سے آخر میں آتا ہے۔ محدث خلیلیؒ فرماتے ہیں کہ امام ابن ماجہؒ تفسیر، حدیث اور تاریخ کے بہت بڑے عالم تھے، خصوصاً فن حدیث میں بڑے ماہر اور امام تھے۔ ان کے اقوال سند کا درجہ رکھتے تھے۔

آپ کی مایہ ناز کتاب ''سنن ابن ماجہؒ'' حدیث کی ایک مستند کتاب مانی جاتی ہے اور اس کا شمار صحاح ستہ میں ہوتا ہے۔ اس کتاب میں آپؒ

سے ثلاثی احادیث بھی منقول ہیں۔ ابن ماجہ ؒ سے چونکہ ایک حدیث منکر بلکہ موضوع نقل ہو گئی ہے اس لئے بعض محدثین اس کو صحاح ستہ میں شمار نہیں کرتے۔ ابن خلکان لکھتے ہیں کہ انہوں نے قرآن کی تفسیر بھی لکھی تھی لیکن اب وہ ناپید ہے۔ امام صاحب ؒ کی ایک کتاب " تاریخ قزوین " بھی تھی لیکن یہ کتاب اب ناپید ہے۔

امام صاحب ؒ کے مشہور شاگردوں میں ابراہیم بن دینار جرشی ؒ ، احمد بن ابراہیم قزوینی ؒ ، ابوالطیب احمد بن روح شعرانی ؒ ، احمد بن محمد مدنی ؒ ، اسحٰق بن محمد قزوینی اور جعفر بن ادریس ؒ ، علی بن سعید بن عبداللہؒ، حسین بن علی برانیاد ؒ ، سلیمان بن یزید القروینی ؒ ، محمد بن عیسیٰ صغار ؒ ، حافظ ابوالحسن علی بن ابراہیم بن سلمہ القزوینی ؒ ، ابوعمرو احمد بن محمد ؒ اور حکیم المدنی الاصبہانی ؒ شامل ہیں۔

(تہذیب التہذیب: حافظ ابن حجر عسقلانی ؒ)

ابن ماجہ ؒ کے فضل و کمال، جلالتِ شان اور حفظ حدیث کا اعتراف ہر دور کے علماء نے کیا ہے۔ حافظ ابویعلیٰ خلیلی ؒ فرماتے ہیں کہ وہ ایک بلند پایہ، معتبر، لائق محدث تھے۔ ان کی عظمت اور ثقاہت پر سب کا اتفاق ہے۔ ان کو فن حدیث سے پوری واقفیت تھی۔ وہ حدیث کے جلیل القدر حافظ تھے۔

ابوالقاسم رافعیؒ بیان فرماتے ہیں کہ آئمہ مسلمین میں ابن ماجہ ؒ بھی ایک بڑے معتبر امام ہیں۔ ان کی قبولیت پر سب کا اتفاق ہے۔ علامہ ابن جوزی ؒ کہتے

ہیں کہ وہ حدیث، تاریخ وتفسیر کے ممتاز ماہر تھے۔ علامہ ابن خلکانؒ کے نزدیک وہ حدیث کے امام تھے اوراس کی متعلقات پر ان کو بڑا عبور حاصل تھا۔ علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ امام ابن ماجہؒ عظیم الشان حافظ، صادق القول اور وسیع العلم تھے۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے لکھا ہے کہ وہ صاحب سنن، حافظ اور امامِ فن تھے۔

آپؒ کی پیدائش ۲۰۹ھ / ۸۲۴ء میں عراق کے شہر قزوین میں ہوئی اور آپؒ کا انتقال ۲۷/رمضان المبارک ۲۷۳ھ / ۸۸۷ء بروز پیر ہوا اور آپ کی تدفین دوسرے دن منگل ہو ہوئی۔ آپ کے بھائی ابوبکر نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کے صاحبزادے عبداللہ اور دو بھائیوں نے آپ کو قبر میں اتارا۔

سنن ابن ماجہ

اس کتاب کو پانچویں صدی ہجری کے آخیر میں صحاح ستہ میں شمار کیا گیا ہے اور بعد کے ہر دور میں اس کی اہمیت کو تسلیم کیا گیا ہے۔ صحت وقوت کے لحاظ سے یہ کتاب صحیح ابن حبان، سنن دارمی، دار قطنی، اور حدیث کی دوسری کئی کتابوں سے برتر مانی جاتی ہے۔ اس کتاب کے بارے میں حافظ ابوزرعہؒ نے فرمایا کہ اگر یہ کتاب لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچ گئی تو اس دور کی اکثر جوامع اور مصنفات بے کار اور معطل ہو جائیں گی۔

'' سنن ابن ماجہ '' کو جس چیز نے عوام وخواص میں مقبولیت دلائی وہ اس کا شاندار اسلوب ہے اور روایات کا حسن ہے۔ ابواب کی فقہی اعتبار سے ترتیب ، احادیث سے مسائل کا واضح استنباط اور تراجم ابواب کی حدیث سے بغیر پیچیدگی اور الجھن کے مطابقت نے اس کتاب کے حسن کو نکھار دیا ہے۔

امام ابن ماجہؒ نے اپنی سنن میں زیادہ تر ان احادیث کو روایت کیا ہے جو حدیث کی کتب خمسہ میں نہیں ہیں۔ امام ابن ماجہ ؒ حضرت معاذ بن جبل ؓ کے تابع ہیں۔

امام ابن ماجہ ؒ اپنی سنن میں کوئی حدیث مکرر نہیں لائے۔ آپ نے باقی کتب حدیث کے مقابلہ میں اختصار سے کام لیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود یہ کتاب تمام ضروری مسائل واحکام کی جامع ہے۔ فضائل اور مناقب سے متعلق احادیث اس کتاب میں نہیں لائی گئی ہیں۔

بعض مقامات پر امام ابن ماجہ ؒ حدیث کی فنی حیثیت پر بھی گفتگو کرتے ہیں۔ اگر کسی حدیث کے بارے میں لوگوں میں تشویش اور اضطراب رہا تو امام ابن ماجہؒ اس حدیث کے ثبوت ملنے کا بھی ذکر کر دیتے ہیں۔

بعض روایات بعض شہروں کے ساتھ خاص ہوتی ہیں اور دوسرے شہروں میں اس کے راوی نہیں ہوتے تھے۔ امام ابن ماجہ ؒ جب اس قسم کی روایات کا ذکر کرتے تو بتلا دیتے تھے کہ یہ فلاں شہر والوں کی روایت ہے۔

سنن ابن ماجہ کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں پانچ ثلاثیات مروی ہیں لیکن ان کے راوی جبارہ اور کثیر میں ضعف پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے ان ثلاثیات کی اہمیت کم ہوگئی ہے۔

امام ابن ماجہؒ ہر قسم کے راویوں کی روایت لے لیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے اس کتاب میں ضعیف راوی بھی ہیں۔ محدثین نے لکھا ہے کہ اس میں تقریباً ایک ہزار روایات ضعیف ہیں۔ لیکن اس میں بعض روایات انتہائی اعلیٰ درجہ کی ہیں جو دوسری کتب میں نہیں ہیں۔

حافظ شمس الدین ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ ''سنن ابن ماجہ'' میں بتیس کتب ہیں اور ابوالحسن القطانؒ بیان کرتے ہیں کہ اس کتاب کے ایک ہزار پانچ سو ابواب ہیں اور کل احادیث کی تعداد چار ہزار ہے۔ جدید نمبرنگ کے حساب سے کل تعداد ۴۳۴۱ ہے۔

(تذکرۃ الحفاظ: ذہبیؒ)

سنن ابن ماجہؒ کی شرحیں؛

۱۔ **شرح سنن ابن ماجہ**: اس کو حافظ علاؤالدین مغلطائی حنفیؒ متوفی ۷۶۲ھ نے تالیف کیا۔ یہ پانچ جلدوں پر مشتمل ہے۔

۲۔ **ماتمس الیہ الحاجۃ علی سنن ابن ماجہ**: یہ شیخ سراج الدین عمر بن علیؒ متوفی ۸۰۴ھ نے تصنیف کی۔ یہ آٹھ جلدوں پر

مشتمل ہے۔ اس میں صرف ان احادیث کی شرح کی گئی ہے جو باقی پانچ کتابوں سے زائد ہیں۔

۳۔ **الدیباجہ علی سنن ابن ماجہ** : یہ شرح شیخ کمال الدین محمد بن موسیٰ دمیریؒ متوفی ۸۰۸ھ کی تالیف ہے۔

۴۔ **شرح ابن ماجہ** : یہ کتاب حافظ برہان الدین حلبیؒ متوفی ۸۴۱ھ کی تالیف ہے۔

۵۔ **مصباح الزجاجة** : یہ حافظ جلال الدین سیوطیؒ متوفی ۹۱۱ھ کی تالیف ہے۔ دراصل یہ سنن ابن ماجہ پر حاشیہ ہے۔

۶۔ **شرح ابن ماجہ** : یہ شرح حافظ ابوالحسن محمد بن عبدالہادی سندھی حنفیؒ متوفی ۱۱۳۸ھ کی تالیف ہے۔

۷۔ **انجاح الحاجة** : یہ شرح عبدالغنی بن ابی سعید حنفی دہلویؒ متوفی ۱۲۹۵ھ کی تالیف ہے۔

سنن ابن ماجہ میں جن راویوں سے روایات لی گئی ہیں ان کے نام یہ ہیں۔
ابوالحسن بن القطانؒ، سلیمان بن یزیدؒ، ابوجعفر محمد بن عیسیٰؒ، ابوبکر حامدالابہریؒ، ابراہیم بن دینارؒ۔

۷ ۔ امام ابوحنیفہؒ ۔ نعمان بن ثابتؒ

آپؒ کی ولادت ۸۰ھ میں کوفہ میں ہوئی۔ آپ نے چار ہزار شیوخ سے تعلیمی استفادہ کیا جن میں خاص طور پر ان بزرگوں کے اسماء گرامی مشہور ہیں۔ حماد بن ابی سلیمانؒ، سماک بن حربؒ، عاصم بن ابی النجودؒ، عامر شعبیؒ، عبدالرحمٰن بن ہرمز الاعرجؒ، عطاء بن ابی رباحؒ، عکرمہؒ مولیٰ ابن عباسؓ، محارب بن دثارؒ، محمد بن مسلم بن شہاب زہریؒ، نافعؒ مولیٰ ابن عمرؓ۔

امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں کی تعداد پورے عالم اسلام میں پھیلی ہوئی تھی جن میں مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، بصرہ، واسط، موصل، جزیرہ، رقہ، تصیبین، دمشق، رملہ، مصر، یمن، یمامہ، بحرین، بغداد، اہواز، کرمان، اصفہان، حلوان، استرآباد، ہم، نہاوند، رے، قومس، دامغان، طبرستان، جرجان، نیشاپور، سرخس، نساء، مرو، بخارا، سمرقند، کیش، صغانیان، ترمذ، بلخ، ہرات، قہستان، سجستان، روم اور خوارزم کے علاقے شامل تھے۔

امام یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ ثقہ راوی ہیں۔ زہیر بن معاویہؒ فرماتے تھے کہ امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں ایک دن کی حاضری میرے پاس ایک مہینہ آتے رہنے سے زیادہ سودمند ہے۔

امام بخاریؒ کے استاد شیخ علی بن المدینیؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ ثقہ راوی ہیں، وہ سفیان ثوریؒ، عبداللہ بن مبارکؒ، حماد بن زیدؒ، ہشام بن

عروہؒ ، وکیع بن جراحؒ ، عباد بن عوامؒ اور جعفر بن عونؒ سے روایت کرتے ہیں۔ امام بخاریؒ کے ہم عصر امام احمد بن عبد اللہ عجلیؒ نے اپنی مشہور کتاب "تاریخ الثقات" میں امام ابوحنیفہؒ کا ذکر کیا ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے دیگر شاگردوں میں سفیان بن عیینہؒ ، ابراہیم بن ادھمؒ ، حمزہ بن مقریؒ ، عباد بن عوامؒ ، علی بن مسہرؒ ، قاسم بن معنؒ ، حسن بن صالحؒ ، ابوبکر بن عیاشؒ ، عیسیٰ بن یونسؒ ، اسحٰق بن یونسؒ ، عبدالوارث بن سعیدؒ ، محمد بن بشرؒ ، شعبہ بن الحجاجؒ ، لیث بن سعدؒ ، حماد بن زیدؒ ، عبداللہ بن مبارکؒ ، یحییٰ بن سعید القطانؒ ، وکیع بن جراحؒ ، یزید بن ہارونؒ ، عفان بن مسلمؒ ، یحییٰ بن معینؒ اور حماد بن زید شامل ہیں۔ یہ سب صحاح ستہ کے محدثین ہیں۔ امام نوویؒ نے سفیان ثوریؒ کا نام بھی امام اعظمؒ کے شاگردوں میں لکھا ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے امام اعظمؒ سے حدیث روایت کرنے والے (۹۵) پچانوے محدثین کے نام تحریر کئے ہیں۔ جن میں مکی بن ابراہیمؒ ، ابو عاصم ضحاکؒ اور ابونعیم فضل بن دکینؒ (امام بخاریؒ کے استاد) کے نام شامل ہیں اور ان کی کثرت سے روایات موجود ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ نے فقہ میں وہ مثالی اور عظیم کارہائے نمایاں انجام دئے ہیں جن کا پوری امت کے آئمہ نے اعتراف کیا ہے۔ انہوں نے قرآن وسنت کی روشنی

میں مسلم معاشرے کے ہر فرد کیلئے ان کے درپیش مسائل کا حل پیش کیا ہے۔ مسائل فقیہہ کا استنباط اور استخراج صرف رائے اور قیاس سے ممکن نہیں۔ ان کے لئے کتاب اللہ اور سنت نبویہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے علم پر پوری پوری دسترس اور ادراک چاہیئے ہوتا ہے جو کہ امام اعظمؒ میں بدرجہ اتم موجود تھا۔ ان کی محدثانہ شان وشوکت اور حدیث میں ان کی امامت اور گرانقدر خدمات بھی تسلیم کی گئی ہے۔ آپ مجتہد ہونے کے ساتھ ساتھ زبردست حافظِ حدیث بھی تھے۔ مشہور حافظِ حدیث ابونعیم اصفہانیؒ اور ابن عدی جرجانیؒ نے آپ کی مسانید کی تدوین کی ہیں۔

تدوینِ حدیث کا باقاعدہ آغاز ۱۰۰ھ سے شروع ہوکر ۱۲۴ھ تک رہا اور اس عظیم خدمت کو انجام دینے والوں میں امام زہریؒ، امام شعبیؒ، امام مکحولؒ اور قاضی ابوبکرؒ کے اسمائے گرامی قابل ذکر ہیں۔ لیکن جہاں تک احکام شریعہ کے فقہی ابواب کی ترتیب کا تعلق ہے تو اس کا سہرا امام اعظم ابوحنیفہؒ کے سر ہے۔

علامہ سیوطیؒ اپنی کتاب ''تبیض الصحیفۃ'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کے ان خصوصی مناقب میں سے جن میں وہ منفرد ہیں ایک یہ بھی ہے کہ امام صاحبؒ ہی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے علم شریعت کی تدوین کی اور اس کو ابواب کے مطابق ترتیب دیا۔ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کو ایک عظیم محدث، حافظ حدیث اور فقیہہ تسلیم کیا۔ ان کے بعد امام مالکؒ نے اپنی کتاب موطاء میں امام ابوحنیفہؒ کی پیروی کرتے ہوئے ابواب کی ترتیب کی۔ چونکہ صحابہ کرامؓ نے علم شریعت کو

باقاعدہ ابواب اور کتب کی ترتیب پر جمع نہیں کیا تھا بلکہ وہ اپنی قوتِ حافظہ میں حدیث کومحفوظ کرتے تھے۔ امام ابوحنیفہؒ نے احادیث کومنتشر پایا تو انہیں اس عظیم سرمایہ کے ضائع ہونے کا خطرہ لاحق ہوا اس لئے انہوں نے حدیث کی تدوین کا کام شروع کیا اور فقہی ابواب مرتب کئے۔ اس ترتیب میں باب الطہارت کوسب سے پہلے رکھا پھر باب الصلوٰۃ اور باقی عبادات کے باب قائم کئے اور سب سے آخر میں باب المیراث قائم کیا۔

جلیل القدر محقق علامہ عبدالرشید نعمانیؒ مسانید ابی حنیفہؒ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں!

امام اعظم ابوحنیفہؒ کوعلم حدیث میں جو رتبہ حاصل ہے اس کا اندازہ اس بات سے ہوسکتا ہے کہ جس کثرت سے ان کی مسانید لکھی گئی ہیں کسی اور کی نہیں لکھیں۔ حدیث میں صحاح، سنن، مستخرجات، جوامع، مسانید، معاجم، اجزاء اور طرق وغیرہ مختلف عنوانات پر بے شمار کتابیں لکھی گئیں مگر خاص کسی ایک ہی شخص کی روایات کو ایک مستقل مجموعہ میں قلم بند کرنے کی فضیلت صرف امام اعظمؒ کو حاصل ہے کہ ان کی احادیث اور روایات کو معمول سے زیادہ اہمیت دی گئی اور کثرت سے ان کی مسانید لکھی گئیں۔ اس خصوصیت میں اگر کوئی شخص امام ابوحنیفہؒ کا ہمسر ہوسکتا ہے تو وہ صرف امام مالکؒ ہیں۔

امام ابوحنیفہ ؒ کا شمار حفاظِ حدیث میں ہوتا ہے۔ امام یحییٰ بن معین ؒ اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ ؒ ثقہ راوی ہیں، آپ صرف اسی حدیث کو بیان کرتے ہیں جو ان کو یاد ہوتی اور جو حفظ نہیں ہوتی اس کو بیان نہیں کرتے تھے۔ مکی بن ابراہیم ؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ ؒ اپنے دور کے سب سے بڑے عالم ہیں۔ امام ذہبی ؒ نے بھی امام ابوحنیفہ ؒ کو حفاظ محدثین میں ذکر کیا ہے۔

محدثین میں علّو سند ہمیشہ ایک قابل فخر چیز سمجھی جاتی ہے کیونکہ روایات میں جس قدر کم واسطے ہوں گے اسی قدر رسول اللہ ﷺ سے قریب ہوگی۔ اس کے علاوہ قلتِ رواۃ کی وجہ سے ان کی چھان بین بھی کم کرنی پڑتی ہے، بھول چوک اور خطاء کا امکان بھی کم ہوتا ہے۔ اسی لئے اہل فن کے نزدیک صحت اور علّو اسناد کا جس قدر اہتمام ہوتا ہے اور کسی چیز کا نہیں ہوتا اور یہی وجہ ہے کہ آئمہ محدثین کے تذکرہ میں ان کی علّو اسناد کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے۔ امام ابوحنیفہ ؒ کو شرف تابعیت حاصل ہے۔ اس خصوصیت کی وجہ سے وہ اپنے وقت کے باقی آئمہ کے مقابلہ میں رسول اللہ ﷺ سے ایک واسطے میں کم ہو جاتے ہیں۔ محدثین کی ایک بڑی جماعت نے امام ابوحنیفہ ؒ کو تابعی تسلیم کیا ہے جن میں ابن سعد ؒ صاحب طبقات، دار قطنیؒ، خطیب بغدادیؒ، ابن عبدالبر مالکی ؒ، علامہ یافعی ؒ، حافظ عراقی ؒ، ابومعشر طبری ؒ، ابن الجوزی ؒ، علامہ مزی ؒ، حافظ نووی ؒ، علامہ بدرالدین عینی ؒ، علامہ جلال الدین سیوطی ؒ، علامہ نور پشتی ؒ شامل ہیں۔

جن صحابہ کرامؓ سے امام اعظم ابوحنیفہؒ نے براہ راست احادیث نقل کی ہیں ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت انس بن مالکؓ سے تین احادیث مروی ہے

۲۔ حضرت عبداللہ بن انسؓ سے ایک حدیث مروی ہے۔

۳۔ حضرت عبداللہ بن الحارث بن جزءؓ سے ایک حدیث مروی ہے۔

۴۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے ایک حدیث مروی ہے۔

۵۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ سے ایک حدیث مروی ہے۔

۶۔ حضرت واثلہ بن الاسقعؓ سے دو حدیثیں منقول ہیں۔

۷۔ حضرت عائشہ بنت عجردؓ سے ایک حدیث مروی ہے۔

ان احادیث کی کل تعداد دس ہے جن کو امام خوارزمیؒ نے ''جامع المسانید'' میں اسناد سمیت نقل کیا ہے۔

صدر الائمہ موفق بن احمد مکیؒ نے اپنی کتاب ''مناقب امام اعظمؒ'' میں لکھا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے ''کتاب الآثار'' کا انتخاب چالیس ہزار احادیث سے کیا۔

بعض لوگ بغیر سوچے سمجھے یہ کہہ دیتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کو علمِ حدیث میں دسترس حاصل نہیں تھی۔ وہ اس بات پر غور نہیں کرتے کہ امام اعظمؒ نے عبادات، معاملات، اخلاقیات، معاشیات، عمرانیات، قانون وتعزیرات کے

بے شمار احکامات بیان کئے ہیں۔ غرض یہ کہ انسانی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس سے متعلق امام اعظمؒ نے احکام بیان نہ کئے ہوں لیکن آج تک کوئی معترض یہ ثابت نہیں کر سکا کہ امام اعظمؒ کا فلاں بیان کردہ مسئلہ قرآن و حدیث کے حکم کے خلاف ہے۔ امام صاحب کی اس سے بڑھ کر حدیث پر مہارت کی مثال اور سند اور کیا ہو سکتی ہے کہ ان کا بیان کردہ ہر مسئلہ قرآن و حدیثِ نبوی ﷺ کے مطابق و موافق ہے اور حکم سنتِ نبوی ﷺ کے مطابق ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کی تصنیف ''کتاب الآثار'' کے بارے میں مشہور محدثین کی رائے:

امام عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ امام اعظمؒ نے الآثار کو ثقہ اور معزز لوگوں سے روایت کیا ہے جو وسیع العلم اور عمدہ مشائخ تھے۔

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں کہ امام اعظمؒ کی احادیث میں ایک کتاب ''کتاب الآثار'' موجود ہے جسے امام محمد بن حسنؒ نے روایت کیا ہے۔

حدیث کی قبولیت کے لئے امام اعظمؒ کی شرائط:

ا۔ امام اعظمؒ ضبط کتاب کے بجائے ضبطِ صدر کے قائل تھے اور صرف اسی راوی سے حدیث لیتے تھے جو اس روایت کا حافظ ہوتا۔

(مقدمی ابن اصلاح)

۲۔ صحابہ کرامؓ اور فقہاء تابعین کے علاوہ اور کسی کی روایت بالمعنی کو قبول نہیں کرتے تھے۔ (شرح مسند امام اعظم از ملا علی قاری)

۳۔ امام اعظمؒ اس بات کو ضروری قرار دیتے تھے کہ صحابہ کرامؓ سے روایت کرنے والے ایک یا دو شخص نہ ہوں بلکہ اتقیاء کی ایک جماعت نے صحابہ سے اس حدیث کو روایت کیا ہو۔ (میزان الشریعۃ الکبریٰ)

۴۔ معمولاتِ زندگی سے متعلق عام احکام میں امام ابوحنیفہؒ یہ ضروری قرار دیتے تھے کہ ان احکام کو ایک سے زیادہ صحابہ کرامؓ نے روایت کیا ہو۔

(الخیرات الحسان)

۵۔ جو حدیث عقل قطعی کے مخالف ہو (یعنی اس سے اسلام کے کسی مسلّم اصول کی مخالفت لازم آتی ہو) وہ امام صاحبؒ کے ہاں مقبول نہیں ہے۔

(مقدمہ تاریخ ابن خلدون)

۶۔ جو حدیث خبر واحد ہو اور قرآن کریم پر زیادتی اور اس کے عموم پر خاص کرتی ہو تو امام صاحبؒ کے نزدیک وہ بھی مقبول نہیں ہے۔

(الخیرات الحسان)

۷۔ جو خبر واحد صریح قرآن کے مخالف ہو وہ بھی مقبول نہیں۔

(مرقاۃ المفاتیح)

۸۔ جو خبر واحد سنتِ مشہورہ کے خلاف ہو وہ بھی مقبول نہیں ہے۔

(احکام القرآن)

۹۔ اگر راوی کا اپنا عمل اس روایت کے خلاف ہو تو وہ روایت قبول نہیں ہوگی کیونکہ یہ مخالفت یا تو راوی میں طعن کا موجب ہوگی یا نسخ کے سبب سے ہوگی۔ (نبراس)

۱۰۔ جب ایک مسئلہ میں انکار اور اقرار کی دو روایات ہوں تو امام اعظم انکار کے مقابلہ میں اقرار کو قبول نہیں کرتے۔ (عمدۃ القاری)

۱۱۔ ایک ہی واقعہ کے بارے میں اگر راوی کسی امر زائد کی نفی کرے اور دوسرا اثبات کرے۔ اگر نفی دلیل پر مبنی نہ ہو تو روایت قبول نہیں کی جائے گی۔ اگر نفی کرنے والا واقعہ کو اصل حال پر محمول کر کے اپنے قیاس سے نفی کر رہا ہے اور اثبات کرنے والا اپنے مشاہدے سے امر زائد کی خبر دے رہا ہے تو اثبات کرنے والے کی بات قبول کی جائے گی۔ (حسامی)

۱۲۔ اگر ایک حدیث میں کوئی حکم عام ہو اور دوسری حدیث میں چند خاص چیزوں پر اس کے برخلاف حکم ہو تو امام صاحب حکم عام کے مقابلہ میں خاص کو قبول نہیں کرتے۔ (عمدۃ القاری)

۱۳۔ حضور اکرم ﷺ کے صریح قول یا فعل کے خلاف اگر کسی صحابی کا قول و فعل ہو تو وہ مقبول نہیں۔ صحابی کے اس اختلاف کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ اسے یہ حدیث نہیں پہنچی۔ (عمدۃ القاری)

۱۴۔ خبر واحد سے حضور اکرم ﷺ کا کوئی قول یا فعل ثابت ہو اور صحابہ کی ایک جماعت نے اس کے خلاف کیا ہو تو آثارِ صحابہ پر عمل کیا جائے گا۔

کیونکہ اس صورت میں یا تو وہ حدیث صحیح نہیں یا وہ منسوخ ہو چکی ہے ورنہ حضور ﷺ کے صحیح اور صریح فرمان کے ہوتے ہوئے صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت اس کی کبھی مخالفت نہ کرتی۔ (الخیرات الحسان)

۱۵۔ ایک واقعہ کے مشاہدے کے بارے میں متعارض روایات ہوں تو اس شخص کی روایت کو قبول کیا جائے گا جو ان میں زیادہ قریب سے مشاہدہ کرنے والا ہوگا۔ (فتح القدیر)

۱۶۔ اگر دو متعارض حدیثیں ایسی سند کے ساتھ مروی ہوں کہ ایک میں قلتِ وسائط سے ترجیح ہو اور دوسری میں کثرتِ تفقہ کو کثرت، تفقہ کو قلتِ وسائط پر ترجیح دی جائے گی۔ (عنایہ)

۱۷۔ اگر کوئی حدیث حد یا کفارے کے بیان میں آئی ہو اور وہ صرف ایک صحابی سے مروی ہو تو قبول نہیں ہوگی کیونکہ حدود و کفارات شبہات سے ساقط ہو جاتے ہیں۔ (الخیرات الحسان)

۱۸۔ جس حدیث میں بعض اسلاف پر طعن کیا گیا ہو وہ بھی قبول نہیں ہو گی۔ (الخیرات الحسان)

۸ ۔ امام مالک بن انسؒ

آپ کا اسم گرامی امام دارالہجرت مالک بن انسؒ ہے۔ سلسلہ نسب اس طرح ہے مالک بن انس بن مالک بن ابو عامر اصبحی بن عامر بن حارث بن غیمان بن خیثل بن عمرو بن حارث۔ امام مالکؒ اصبحی قوم سے تعلق رکھتے تھے جو یمن کا ایک قبیلہ تھا۔

آپ کے دادا ابو عامر اصبحیؓ جلیل القدر صحابی ہیں۔ آپ کے دادا سوائے جنگ بدر کے تمام غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے۔ آپ فقہ کے مستند ترین علماء میں شمار ہوتے ہیں۔ امام شافعیؒ نو برس تک آپ کے شاگرد رہے۔ فقہ مالکی اہل سنت کے چار مسالک میں سے ایک ہے جن کے پیروکار آج بھی بڑی تعداد میں موجود ہیں۔

آپ کے سال ولادت پر مورخین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ لیکن آپ کے شاگرد یحییٰ بن بکیرؒ بیان کرتے ہیں کہ امام مالکؒ کی ولادت باسعادت ۹۳ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی، امام ذہبی نے اسی قول کو صحیح قرار دیا ہے۔ امام مالکؒ عشقِ رسول ﷺ اور محبت اہل بیت میں اس قدر سرشار تھے کہ ساری عمر مدینہ منورہ میں ادب کی وجہ سے ننگے پیر رہتے رہے۔ آپ نے دس برس کی عمر سے علم حدیث حاصل کرنا شروع کر دیا تھا۔ آپ سب سے پہلے عبدالرحمٰن بن ہرمزؒ سے درس حدیث پڑھتے رہے۔ آپ کو امام ابوحنیفہؒ اور امام جعفر صادقؒ سے بھی علم کی حصول کا شرف حاصل ہوا ہے۔ امام اعظمؒ جب بھی مدینہ منورہ تشریف لے

جاتے امام مالکؒ ان سے تعلیمی استفادہ کرتے۔ آپ نے دوسو شیوخ سے حدیث میں استفادہ کیا ہے۔ اسحاق بن محمدؒ فرماتے ہیں کہ مسائل دینیہ میں امام مالکؒ امام اعظمؒ کے قول کو معتبر سمجھتے تھے۔ آپ نے اپنے ہاتھ سے ایک لاکھ احادیث لکھیں۔ تمام محدثین میں یہ شرف صرف آپ کو حاصل ہے۔ آپ نے سترہ برس کی عمر سے درس حدیث شروع کیا۔ آپ جب بھی حدیث پڑھانے بیٹھتے تو پہلے غسل کرتے، خوشبو لگاتے اور نئے کپڑے پہنتے، بڑے خشوع وخضوع اور وقار کے ساتھ بیٹھتے۔ امام شافعیؒ کے علاوہ امام محمدؒ نے بھی آپ سے علم میں استفادہ کیا ہے۔ امام مالکؒ کے نزدیک نماز میں رفع یدین منسوخ ہیں۔ آپ امام اعظمؒ کا بہت ادب کیا کرتے تھے۔ امام مالکؒ نے موطاء کے نام سے احادیث کی ایک کتاب مرتب کی۔ آپ نے یہ کتاب ستّر فقیہہ کو پیش کی سب نے اس کتاب کو صحیح قرار دیا۔

امام مالکؒ حدیث کا علم سیکھنے کے بے حد شوقین تھے اور سنتوں کے اتباع میں کبھی کوتاہی نہیں کرتے تھے۔ بچپن میں علم حدیث کا شوق بہت بڑھا، ان کے والد کے پاس اتنی وسعت نہیں تھی کہ ان کو باقاعدہ تعلیم دلاسکیں۔ امام مالکؒ نے اپنے گھر کی لکڑیاں بیچ دیں اور کتابیں خرید لیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس لگن کو قبول کرتے ہوئے ان کو مشہور امام بنادیا۔ ہزاروں لاکھوں لوگوں کے لئے دینی راہنما بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہر طرح کی آسائش سے نوازا۔ امام مالکؒ انتہائی قوی حافظہ کے مالک تھے۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ جس چیز کو میں ایک مرتبہ یاد کر

لیتا ہوں پھر زندگی بھر اسے نہیں بھولتا۔

آپ مدینہ منورہ میں رہتے تھے اور اس شہر کا اتنا ادب کرتے تھے کہ کبھی انہوں کے رفع حاجت مدینہ شہر میں نہیں کی اس کے لئے وہ شہر سے باہر جاتے تھے۔ آخری عمر میں جب بیمار ہو گئے اور اس قدر دور جانا مشکل ہو گیا تو پھر مدینہ میں ہی فارغ ہوا کرتے تھے۔ آپ اس قدر محتاط تھے کہ بہت کم کھاتے تھے کہ کم سے کم مدینہ سے باہر جانا پڑے۔

آپؒ کی مایہ ناز کتاب ''موطاء'' کو تقریباً ایک ہزار لوگوں نے آپ سے سنا اور احادیث میں اس سے سند لی۔ یہ کتاب آپ کے وصال کے بعد بہت مقبول ہوئی اور اہل علم اس سے فیض یاب ہوتے رہے۔

واقدی نے بیان کیا ہے کہ امام مالکؒ کی عمر نوے (۹۰) سال ہوئی لیکن آپ نے داڑھی میں کبھی خضاب نہیں لگایا اور نہ کبھی حمام میں تشریف لے گئے۔ امام مالکؒ خوش پوشاک تھے، قیمتی اور شاندار لباس زیب تن کیا کرتے تھے۔ آپ عدن کے بنے ہوئے کپڑے پہنتے تھے۔ عدن یمن کا ایک شہر ہے جہاں کے قیمتی اور نفیس کپڑے بہت مشہور تھے۔ اس کے علاوہ خراسان اور مصر کے اعلیٰ قسم کے کپڑے بھی پہنتے تھے۔ آپ زیادہ تر سفید کپڑے پہنتے تھے اور عطریات اور خوشبو کا کثرت سے استعمال کرتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں اور ثروت عطا کی ہو اور اس کا اثر اس پر ظاہر نہ ہو تو میں ایسے شخص کو اپنا دوست

رکھنا پسند نہیں کرتا کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو چھپا کر کفرانِ نعمت کیا ہے۔ امام مالکؒ جب عمامہ باندھتے تھے تو اس کا شملہ ٹھوڑی کے نیچے سے گزار کر سر پر باندھ لیا کرتے تھے۔

اللہ کے ولی اچھے قیمتی کپڑے پہنیں یا موٹے سستے کپڑے پہنیں دونوں میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی نیت ہوتی ہے۔ اچھے کپڑوں میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ہوتا ہے اور موٹے اور سستے کپڑوں میں تواضع، عجز و انکساری ہوتی ہے۔ امام مالکؒ جس مکان میں رہتے تھے وہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا تھا جو بہت بڑا اور شاندار تھا۔

امام مالکؒ کی شخصیت عشقِ رسول ﷺ سے سرشار تھی۔ مدینہ کے ذرہ ذرہ سے آپ کو پیار تھا۔ اس مقدس سرزمین پر آپ کبھی کسی سواری پر سوار نہیں ہوئے اس خیال سے کہ ممکن ہے کہ کبھی اس جگہ نبی کریم ﷺ پیدل چلے ہوں اور جس جگہ آقا پیدل چلے ہوں وہاں غلام سوار ہو کر کیسے چل سکتا ہے۔ آپ درس حدیث کا بہت اہتمام کیا کرتے تھے۔

علامہ زرقانیؒ لکھتے ہیں کہ امام مالکؒ نے نو سو سے زیادہ مشائخ اور بزرگانِ دین سے علم حاصل کیا۔ آپ کے چند مشہور اساتذہ اور شیوخ میں عامر بن عبداللہ بن عوامؒ، نعیم بن عبداللہ المجمرؒ، زید بن اسلمؒ، نافعؒ مولیٰ ابن عمرؓ، حمید الطّویلؒ، سعید المقبریؒ، ابوحازمؒ، سلمہ بن دینارؒ، شریک بن عبداللہ بن ابی نمرؒ، صالح بن کیسان زہریؒ، صفوان بن سلیمؒ، ربیع بن عبدالرحمٰنؒ،

ابوالزناد بن منکدرؒ، عبداللہ بن دینار ابوطوالہؒ، عبدربہؒ، یحییٰ بن سعیدؒ، عمرو بن ابی عمرؒ، ہشام بن عروہؒ، یزید بن مہاجرؒ، یزید بن عبداللہ بن خصیفہؒ، ابوالزبیر مکیؒ، ابراہیم بن موسیٰ بن عقبہؒ، ایوب سختیانیؒ، اسماعیل بن ابی حکیمؒ، حمید بن عبدالرحمٰنؒ، جعفر بن محمد صادقؒ، داؤد بن حسنؒ، زیادہ بن سعدؒ، زید بن رباحؒ، سالم بن نضرؒ، سہیل بن ابی صالحؒ، ضمرہ بن سعیدؒ، طلحہ بن عبدالمالک الایلیؒ، امام زہریؒ، عبداللہ بن ابی بکر بن حزمؒ، عبداللہ بن یزیدؒ، عبدالرحمٰن بن ابی صعصعہؒ، عبدالرحمٰن بن قاسمؒ، عبداللہ بن ابی عبداللہ الانمرؒ، عمرو بن مسلم بن عمارہ بن اکمیہؒ، عمرو بن یحییٰ بن عمارہؒ، محمد بن یحییٰ بن حیانؒ، مخرجہ بن بکیرؒ شامل ہیں۔

(تہذیب التہذیب: حافظ ابن حجر عسقلانی)

آپ نے مدینہ منورہ میں مستقل سکونت اختیار کی ہوئی تھی، آپ شہر سے باہر نہیں جاتے تھے۔ اطراف اور دور دراز کے لوگ مدینہ آتے تھے اور امام مالکؒ سے علمی فیض حاصل کرتے تھے۔ آپ کی شہرت دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس وجہ سے بے شمار لوگوں نے آپؒ سے حدیث کا سماع کیا جن میں مشائخ، علماء اور آپ کے شاگرد شامل ہیں۔ مشائخ میں ابن شہاب زہریؒ، یحییٰ بن سعید انصاریؒ، یزید بن عبداللہ بن الہادؒ وغیرہ۔ آپ کے ہم عصر علماء کرام میں امام اوزاعیؒ، سفیان ثوریؒ، ورقاء بن عمرؒ، شعبہؒ بن حجاجؒ، ابن جریجؒ، ابراہیم بن طہمانؒ، لیث بن سعدؒ، سفیان بن عیینہؒ، وغیرہ اور آپ کے

زمانے کے بزرگوں حضرات میں ابو اسحاق فزاریؒ ، یحیٰی بن سعید القطانؒ ، عبدالرحمٰن بن مہدیؒ ، حسین بن ولید نیشا پوریؒ ، روح بن عبادہؒ ، زید بن حبابؒ ، امام شافعیؒ ، عبداللہ بن مبارکؒ ، ابن وہبؒ ، ابن قاسمؒ ، قاسم بن یزیدؒ ، الجرمیؒ ، معن بن عیسیٰؒ ، یحیٰی بن ایوب مصریؒ ، ابوعلی حنفیؒ ، ابونعیمؒ ، ابوعاصمؒ ، ابوولید طیالسیؒ ، احمد بن عبداللہ بن یونسؒ ، اسحاق بن عیسیٰ ابن طباعؒ ، بشر بن عمر الزاہدیؒ ، جویریہ بنت اسماءؒ ، خالد بن مخلدؒ ، سعید بن منصورؒ ، عبداللہ بن رجاء مکیؒ ، اسماعیل بن یونسؒ ، اویس بن یحیٰی بن یحیٰی نیشا پوریؒ ، ابومسہر عبداللہ بن یوسفؒ ، عبدالعزیز اویسیؒ ، مکی بن ابراہیمؒ ، یحیٰی بن عبداللہ بن بکیرؒ ، یحیٰی بن قزعہؒ ، قتیبہ بن سعیدؒ ، ابومصعب زہریؒ ، اسماعیل بن موسیٰ فزاریؒ ، خلف بن ہشامؒ ، عبدالاعلیٰ بن حمد الدرسیؒ ، سعید بن سعیدؒ ، مصعب بن عبداللہ زبیریؒ ، ہشام بن عمارؒ ، عتبہ بن عبداللہ مروزیؒ ، اور ابوحذافہ احمد بن اسماعیل مدنی شامل ہیں۔

امام مالکؒ کی شخصیت اور معمولاتِ زندگی:

آپ دراز قد، موٹا بدن، سفید رنگ مائل بہ زردی، خوبصورت اور بڑی آنکھیں، خوبصورت بلند ناک رکھتے تھے۔ سر میں پیشانی کی طرف بال کم تھے۔ آپ کی داڑھی گھنی اور اس قدر لمبی تھی کہ سینہ تک پہنچتی تھی۔ آپ کی مونچھیں تھیں جو بال لبوں پر آتے تو وہ کتروا دیتے تھے۔ مونچھ کے منڈوانے کو مکروہ سمجھتے تھے۔

اس معاملہ میں آپ حضرت عمر فاروقؓ کی پیروی کرتے تھے۔

آپ نے ستاسی سال کی عمر گزاری لیکن کبھی خضاب کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ آپ یمن، مصر اور خراسان کے بنے ہوئے بیش قیمت لباس زیب تن کیا کرتے تھے۔ عام طور پر سفید رنگ کا لباس پہنا کرتے تھے اور عطر لگاتے تھے۔ سر پر عمامہ باندھتے تھے اور دونوں شانوں کے درمیان شملہ لٹکایا کرتے تھے، ضرورت کے بغیر کبھی سرمہ نہیں لگایا کرتے تھے۔ چاندی کی انگوٹھی پہنتے تھے جس میں سیاہ رنگ کا نگینہ تھا اور اس پر ''حسبنا اللّٰہ نعم الوکیل'' کندہ کیا ہوا تھا۔ (ترجمہ: ہمارے لئے اللہ ہی کافی ہے وہ بہت ہی اچھا کارساز ہے) ان سے اس کا سبب پوچھا تو فرمایا! اللہ تعالیٰ فرماتا ہی! **قالو حسبنا اللّٰہ نعم الوکیل** اس وجہ سے میرا دل چاہتا ہے کہ اس آیت کا مضمون ہمیشہ میرے سامنے رہے حتیٰ کی یہ میرے دل پر نقش ہو جائے۔

آپ کو علم حاصل کرنے کا بے پناہ شوق تھا۔ آپ کا حافظہ نہایت قوی تھا، ایک بار جو چیز دیکھ لیتے تھے اس کو یاد کر لیتے تھے اور پھر اس کو نہیں بھولتے تھے۔

امام مالکؒ مدینہ منورہ میں مسجد نبوی میں جس جگہ بیٹھتے تھے اس جگہ حضرت عمرؓ بیٹھا کرتے تھے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی کسی بیوقوف کے ساتھ ہم نشینی نہیں کی۔ آپ عموماً تنہا کھانا کھایا کرتے تھے اس لئے کسی شخص نے آپ کے کھانے پینے کے احوال بیان نہیں کئے۔ آپ کا وقار اور دبدبہ بہت تھا اس

کے باوجود آپ اپنے خادموں اور اہل وعیال کے ساتھ بہت اخلاق سے پیش آیا کرتے تھے۔

امام مالکؒ کی زندگی بہت سادہ اور پروقار تھی۔ آپ لوگوں کے ساتھ معاملات میں بے حد خوش خلقی اور تواضع سے پیش آتے تھے۔ ابو مصعبؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام مالکؒ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے اس وقت تک فتویٰ لکھنا شروع نہیں کیا جب تک ستر (۷۰) علماء نے میری اہلیت کی گواہی نہیں دی۔ آپ نے سترہ (۱۷) سال کی عمر سے درسِ حدیث کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ آپ کے درس کا حلقہ اس زمانے میں سب سے بڑا حلقہ ہوتا تھا۔ آپ کی مسجد میں ہر وقت طلباء کی ایک کثیر تعداد موجود رہتی تھی۔ جب حدیث مبارک پڑھانے بیٹھتے تو پہلے غسل کرتے، عمدہ اور بیش قیمت لباس زیب تن کرتے خوشبو لگاتے اور ایک تخت پر نہایت عجز وانکساری سے بیٹھتے اور جب تک درس جاری رہتا خوشبو کی انگیٹھی میں عود اور لوبان ڈالتے رہتے تھے۔ آپ پورے درس میں پہلو نہیں بدلتے تھے۔ ایک دفعہ درس کے دوران ایک بچھو آپ کو ڈنک مارتا رہا مگر شدید تکلیف کے باوجود آپ نے درس کا سلسلہ جاری رکھا اور اس درس کو پورا کیا۔ بعد میں پوچھنے پر فرمایا! میرا اس تکلیف پر اس قدر صبر کرنا کچھ اپنی طاقت کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ محض رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کی وجہ سے تھا۔ سعید بن سلمانؒ کہتے ہیں کہ امام مالکؒ ہمیشہ فتویٰ دینے سے پہلے یہ آیت تلاوت کیا کرتے تھے۔

﴿ ان نظن الا ظناً و ما نحن مستیفنین ﴾

(سورۃ الجاثیہ ۔ ۳۲)

ہم تو اسے محض ایک خیال سمجھتے ہیں اور ہم یقین کرنے والے نہیں

(تذکرۃ الحفاظ للذہبیؒ)

عام طور پر درسِ حدیث کے دو طریقے ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ استاد حدیث پڑھے اور شاگرد سنتا رہے۔ دوسرا یہ کہ شاگرد حدیث پڑھے اور استاد سنتا رہے۔ اہلِ عراق نے درس کے پہلے طریقے کو اختیار کیا اور وہاں کے بزرگ اسی طریقے سے درسِ حدیث کیا کرتے تھے۔ لیکن امام مالکؒ اور حجاز کے دوسرے علماء نے دوسرا طریقہ اختیار کیا۔

عبدالرحمٰن بن مہدیؒ فرماتے ہیں کہ سفیان ثوریؒ روایتِ حدیث میں امام تھے اور امام اوزاعیؒ قواعدِ سلف کے امام تھے اور امام مالکؒ ان دونوں فن کے امام تھے۔ نیز فرماتے تھے کہ میں نے امام مالکؒ سے زیادہ عقل مند شخص نہیں دیکھا۔ یحیٰی بن سعید القطانؒ اور یحیٰی بن معینؒ آپؒ کو امیر المومنین فی الحدیث کہا کرتے تھے۔

مصعب بن عبد اللہؒ فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ کے سامنے جب حضورِ کریم ﷺ کا ذکر کیا جاتا تو شدتِ جذبات سے آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا اور اسم مبارک کی تعظیم کے لئے بے اختیار جھک جاتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں علم و عالم کی ہیبت جمع کر دی تھی۔ ایک مرتبہ خلیفہ مہدی حج کے لئے آیا اور اس نے امام مالکؒ کو بلوایا تا کہ اپنے بیٹے موسیٰ اور ہارون کو احادیث سنوائے۔ امام مالکؒ نے فرمایا! اے امیر المومنین! علم اس

بات کے لائق ہے کہ اس کی توقیر و تعظیم کی جائے۔ خلیفہ مہدی نے کہا کہ آپ سچ کہتے ہیں۔ پھر اپنے بیٹوں کو حکم دیا کہ امام مالکؒ کے پاس چلے جاؤ۔ دونوں شہزادے امام مالکؒ کے پاس جا کر ان کے سامنے بیٹھ گئے اور کہا کہ ہمیں احادیث سنایئے۔ امام مالکؒ نے علماء کے انداز سے جواب دیا کہ اس شہر میں استاد کے سامنے شاگرد پڑھتے ہیں جس طرح غلام پڑھتا ہے اور جب وہ غلطی کرتا ہے تو استاد بتا دیتا ہے۔

یہ سن کر دونوں غصہ میں وہاں سے اٹھ آئے اور خلیفہ مہدی کو تمام حال بتایا۔ اس نے امام مالکؒ کو بلوایا اور کہا کہ آپ نے پہلے ان کے پاس آنے سے منع کیا اور پھر جب یہ آپ کے پاس گئے تو آپ نے ان کو حدیث سنانے سے منع کر دیا۔ امام مالکؒ نے جواب دیا کہ میں نے ابن شہاب زہریؒ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ہم نے یہ علم روضہ رسول ﷺ میں بڑے لوگوں سے حاصل کیا کہ ان کے سامنے اسے پڑھا جاتا ہے وہ کسی کے سامنے نہیں پڑھتے۔ خلیفہ مہدی نے یہ سن کر رضامندی میں سر ہلایا اور بیٹوں کو مسکراتے ہوئے دیکھا اور کہا کہ جاؤ ان کے سامنے حدیث پڑھو۔

امام مالکؒ کا معمول تھا کہ وہ نماز میں رکوع و سجود طویل کیا کرتے تھے۔ جب نماز میں کھڑے ہوتے تو گویا سوکھی لکڑی کی طرح ہوتے، ان کی کوئی چیز حرکت نہیں کرتی تھی۔ امام مالکؒ کی عبادت زیادہ تر چھپ کر ہوتی جہاں سے آپ کو کوئی نہ دیکھے چاہے دن ہو یا رات۔

وصال:

یحییٰ بن یحییٰ مصمودیؒ بیان کرتے ہیں کہ جب امام مالکؒ کا مرض موت طویل ہوا اور آخری وقت آ پہنچا تو مدینہ منورہ اور دوسرے شہروں سے علماء اور فقہاء امام مالکؒ کے مکان میں جمع ہوگئے تاکہ امام مالکؒ کی آخری ملاقات سے فیض یاب ہوں اور ان کی وصیت سن سکیں۔ اس وقت امام مالکؒ کی عیادت کرنے والے مجھ سمیت ایک سو تیں علماء حاضر تھے۔ میں بار بار امام صاحب کے پاس جاتا اور سلام عرض کرتا تاکہ آخری وقت میں امام صاحب کی نظر مجھ پر پڑ جائے اور وہ نظر میری سعادتِ اخروی کا وسیلہ بن جائے۔ میں اسی کیفیت میں تھا کہ امام صاحب نے آنکھیں کھولیں اور ہماری طرف متوجہ ہوکر فرمایا! اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ جس نے ہم کو کبھی ہنسایا اور کبھی رلایا، اس کے حکم سے زندہ رہے اور اس کے حکم سے جان دیتے ہیں۔

اس کے بعد فرمایا! موت آ گئی، اللہ سے ملاقات کا وقت قریب ہے۔ حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا کہ اس وقت آپ کے باطن کا کیا حال ہے؟ فرمایا! میں اس وقت اولیاء اللہ کی مجلس کی وجہ سے بہت خوش ہوں کیونکہ اہل علم ہی اولیاء اللہ ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو حضرات انبیاء علیہم السلام کے بعد علماء سے زیادہ کوئی شخص پسند نہیں ہے۔ میں اس لئے بھی خوش ہوں کہ میری تمام زندگی علم کے حصول اور اس کی تعلیم میں گزری اور اس سلسلہ میں اپنی تمام کوششوں کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول اور مشکور جانتا ہوں۔ اس لئے کہ تمام فرائض اور سنن اور ان کے

ثواب کی تفصیلات ہم کو رسول اللہ ﷺ کی زبانِ مبارک سے معلوم ہوئیں مثلاً حج کا اتنا ثواب ہے، زکوٰۃ کا اتنا۔ ان تمام معلومات کو سوائے حدیث کے طالب علم کے اور کوئی شخص نہیں جان سکتا اور یہی علم اصل میں نبوت کی میراث ہے۔

اس کے بعد امام مالکؒ نے ربیعؒ کی ایک روایت بیان فرمائی کہ کسی شخص کو نماز کے مسائل بتانا روئے زمین کی تمام دولت کو صدقہ کرنے سے بہتر ہے اور کسی شخص کی دینی الجھن کو دور کرنا سوحج کرنے سے افضل ہے۔ امام ابن شہاب زہریؒ کی روایت سے فرمایا کہ کسی شخص کو دینی مشورہ دینا سو غزوات میں جہاد کرنے سے بہتر ہے۔ یحییٰ بن یحییٰ مصمودیؒ بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد امام مالکؒ نے کوئی بات نہیں کی اور اپنی جان آفرین کے سپرد کر دی۔

(بستان المحدثین۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی)

امام ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ امام مالکؒ کے انتقال کے وقت آپ کی عمر ستاسی برس تھی۔ بعض علماء نے نوے برس لکھا ہے۔ آپ کی وفات اتوار کے روز ۱۴/ ربیع الاول ۱۷۹ھ بمطابق ۷/جون ۷۹۵ء کو مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ آپ کی نماز جنازہ مدینہ منورہ کے گورنر عبیداللہ بن محمد بن ابراہیم نے پڑھائی۔ آپ کو جنت البقیع میں سپرد خاک کیا گیا۔ تاریخِ وفات میں اختلاف ہے۔ آپ بائیس دن بیمار رہے۔ ابو مصعب اور ابن وہب نے تاریخ وصال ۱۰/ربیع الاول بیان کی ہے۔ ابن سحنون نے گیارہ ربیع الاول، ابن ابی اویس نے چودہ ربیع الاول

بیان کی ہے۔ مصعب زبیری نے آپ کا وصال ماہ صفر میں ذکر کیا ہے۔
(تذکرۃ الحفاظ؛ ذہبیؒ)

ابن کنانہ، ابن ابی زبیر اور آپ کے صاحبزادے یحییٰ نے آپ کو غسل دیا اور آپ کے کاتب حبیب آپ پر پانی ڈالتے رہے۔ آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ آپ کو سفید کپڑوں میں کفن دیا جائے اور جنازہ گاہ میں ایک ہی نماز جنازہ پڑھی جائے۔

امام مالک ؒ کی کتاب ''موطاء امام مالک ؒ''

فن حدیث میں سب سے پہلے جس کتاب کی تدوین ہوئی ہے وہ '' موطاء امام مالک ؒ '' ہے۔ امام شافعی ؒ نے اس کتاب کو دیکھ کر فرمایا تھا کہ کتاب اللہ کے بعد روئے زمین پر اس سے زیادہ صحیح کتاب کوئی نہیں ہے۔ فن جرح و تعدیل کے امام حافظ ابو زرعہ ؒ نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص قسم کھا لے کہ '' موطاء '' کی تمام حدیثیں صحیح ہیں تو وہ گناہ گار (جھوٹا) نہیں ہوگا۔ ابوبکر بن العربی ؒ کہتے ہیں کہ فن حدیث میں صحیح بخاری ثانوی حیثیت رکھتی ہے اس موضوع پر اصل اول ''موطاء امام مالک ؒ'' ہے۔ حافظ ابن حیان ؒ لکھتے ہیں کہ فقہاء مدینہ میں امام مالک ؒ وہ شخص ہیں جنہوں نے روایات کے بارے میں تحقیق سے کام لیا اور جو شخص حدیث میں ثقہ نہ تھا اس سے اعراض فرمایا، وہ صحیح روایت کے علاوہ نہ اور کوئی چیز روایت کرتے اور نہ کسی غیر ثقہ سے حدیث بیان کرتے تھے۔

حافظ ابومصعب زہریؒ لکھتے ہیں کہ خلیفہ منصور عباسی نے امام مالکؒ سے فرمائش کی کہ آپ لوگوں کے لئے ایک کتاب تصنیف کردیجئے جس پر عمل کرنے کے لئے میں لوگوں کو آمادہ کروں۔ امام مالکؒ مختلف عذر پیش کرتے رہے مگر خلیفہ کے شدید اصرار پر اس کام کے کرنے پر تیار ہوگئے اور ''موطاء'' کی تصنیف کا کام شروع کردیا۔ لیکن اس کی تکمیل سے پہلے خلیفہ منصور کا انتقال ہوگیا اور اس کے بیٹے مہدی کے ابتدائی دور میں اس کتاب کی تکمیل ہوئی۔

(تزائن المالک: علامہ سیوطیؒ)

ابن وہابؒ فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ نے ایک لاکھ احادیث میں سے موطاء کا انتخاب کیا۔ پہلے اس میں دس ہزار احادیث جمع کی گئیں۔ پھر مسلسل غور کرتے رہے احادیث کو پرکھتے رہے یہاں تک کہ اس میں پانچ سو احادیث رہ گئیں۔ حافظ ابن عبدالبرؒ لکھتے ہیں کہ امام اوزاعیؒ کے شاگرد عمر بن عبدالواحد کہتے ہیں کہ ہم نے چالیس دن میں امام مالکؒ کو موطاء سنائی تو آپ نے فرمایا کہ جس کتاب کو میں نے چالیس سال میں تالیف کیا تم نے اس کو چالیس دنوں میں حاصل کرلیا۔ (التعلیق الممجد: مولانا عبدالحیٔ لکھنویؒ)

ابوبکر العربی نے بیان کیا ہے کہ ''موطاء امام مالکؒ'' کی کل روایات بشمول آثارِ صحابہ وفتاویٰ تابعین ایک ہزار سات سو بیس ہیں۔ جن میں چھ سو مسند ہیں، دوسو بائیس مرسل ہیں، چھ سو سترہ موقوف ہیں اور دوسو پچھتر اقوال تابعین ہیں۔ (مقدمہ مسویٰ: شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ)

۹ ۔ امام شافعیؒ

امام شافعیؒ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ کا سلسلہ نسب رسول اللہ ﷺ سے ملتا ہے۔ حافظ ابو نعیمؒ کے مطابق آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے:

ابو عبد اللہ محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان بن شافع بن سائب بن عبید بن عبد یزید بن ہاشم بن عبد المطلب بن عبد مناف قریشی مکی۔ آپ کی پیدائش غزہ یا عسقلان میں ۱۵۰ھ میں ہوئی۔ آپ کے والد کا انتقال بچپن میں ہو گیا تھا۔ آپ نے مصر میں رہائش اختیار کی۔ آپ کے جد امجد شافع رضی اللہ عنہ صحابی تھے اور انہوں نے اپنی جوانی میں رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی تھی۔

امام ابو عبد اللہ محمد بن ادریس شافعیؒ دوسری صدی ہجری کے عظیم امام اور مجتہد ہیں۔ آپ فقہ اور حدیث دونوں کے امام ہیں۔ آپ کا زمانہ اسلامی علوم و تعلیمات کا عروج کا زمانہ تھا۔ لوگوں میں دینی علوم سیکھنے کا بے حد شوق تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی فرمودات اور احادیث صحابہ کرامؓ کے ذریعہ تابعین میں منتقل ہو رہیں تھیں۔ امام شافعیؒ کو امام مالکؒ اور امام محمدؒ جیسے استادوں سے علم کے حصول کی سعادت حاصل ہوئی۔ آپ نے قرآن وسنت سے مسائل کے استخراج کے لئے اصول وقواعد وضع کئے اور فقہ میں بڑا نام پیدا کیا۔ آپ کی شہرت تمام عالمِ اسلام میں پھیل گئی اور آپ کے ماننے والوں میں بڑے بڑے نامور شخصیات کے نام آتے ہیں۔ محدثین اور مفسرین کی ایک کثیر تعداد آپ کے مسلک سے تعلق رکھتی ہے۔

آج بھی انڈونیشیا، ملائشیا، مصر، مغرب اور عرب کے علاقوں میں آپ کے مقلدین کی کثیر تعداد موجود ہے۔

حالاتِ زندگی:

جب آپ کی عمر دو سال کی تھی تو آپ کی والدہ مکہ مکرمہ تشریف لے آئیں تھیں۔ وہیں آپ کا بچپن گزرا اور آپ کی پرورش ہوئی۔ آپ کی زندگی انتہائی مشکل اور تنگدستی کے حالات میں گزری ہے۔ جب آپ تعلیم حاصل کرنے کے قابل ہوئے تو آپ نے شعر، لغت اور تاریخ عرب کی طرف توجہ کی۔ اس کے بعد تجوید وقرأت اور حدیث وفقہ کی طرف رجحان ہوا۔ آپ نے بارہ سال کی عمر میں موطا امام مالکؒ زبانی یاد کر لی تھی۔ آپ امام مالکؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کو پوری کتاب زبانی سنا دی۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ مجھے شعر وشاعری کا بہت شوق تھا اور میں عرب کے بدوؤں سے اشعار سنا کرتا تھا۔ ایک دن میں بڑے شوق سے لبید کے اشعار پڑھ رہا تھا کہ ایک بزرگ نے مجھے نصیحت کی کہ اشعار میں پڑ کر کیوں اپنا وقت برباد کرتے ہو، جاؤ جا کر فقہ کا علم حاصل کرو۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں اس بات کا بہت اثر ہوا۔ میں نے امام سفیان بن عیینہؒ کے درس میں شرکت شروع کر دی۔ پھر میں مسلم بن خالد زنجیؒ کی مجلس میں آیا اور اس کے بعد

امام مالکؒ کی خدمت میں پہنچا۔ آپ نے امام مالکؒ کی حیات میں ہی فتویٰ دینا شروع کر دیا تھا جبکہ اس وقت آپ کی عمر بیس سال تھی۔

آپ نے مختلف مشائخ اور اساتذہ سے علم کا حصول کیا۔ آپ کے اساتذہ میں چند مشہور نام یہ ہیں:

مسلم بن خالد زنجیؒ، مالک بن انسؒ، ابراہیم بن سعدؒ، سعید بن سالم القداحؒ، دراوردیؒ، عبدالوہاب ثقفیؒ، ابن علیہؒ، سفیان بن عیینہؒ، ابی نمرہؒ، حاتم بن اسماعیلؒ، ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰؒ، اسماعیل بن جعفرؒ، محمد بن خالد الجندیؒ، عمر بن محمد بن علی بن شافعؒ، عطاف بن خالد المخزومیؒ اور ہشام بن یوسف الصنعانیؒ وغیرہ۔

امام شافعیؒ کے فن حدیث و فقہ میں استادوں کی تعداد بہت زیادہ ہے لیکن آپ کی شخصیت میں سب سے زیادہ رنگ جن کا نظر آتا ہے وہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے خاص شاگرد امام محمد بن حسن شیبانیؒ ہیں۔ امام محمدؒ نے امام شافعیؒ کی والدہ سے شادی کر لی تھی۔ انہوں نے اپنا تمام مال اور کتابیں امام شافعیؒ کے سپرد کر دیں تھیں۔ امام محمدؒ کے کتابوں کے مطالعہ سے آپ کے اندر فقاہت کا ملکہ پیدا ہو گیا۔ امام شافعیؒ کہا کرتے تھے کہ جو شخص فقہ میں نام کمانا چاہتا ہے تو اسے چاہئے کہ امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب سے استفادہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے استنباطِ مسائل اور استخراجِ احکام کی راہیں ان لوگوں پر کشادہ کر دیں ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جس

شخص کا مجھ پر سب سے زیادہ احسان ہے وہ امام محمد بن حسن شیبانیؒ ہیں۔

آپ کے حدیث اور فقہ میں بے شمار شاگرد ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے آپ کے چند مشہور شاگردوں کے نام بیان کئے ہیں جن میں سلیمان بن داؤد ہاشمیؒ، ابوبکر عبداللہ بن زبیر حمیدیؒ، ابراہیم بن منذر جزامیؒ، ابوثور ابراہیم بن خالدؒ، امام احمد بن حنبلؒ، ابویعقوب یوسف بن یحیٰی مزنیؒ، ربیع بن سلیمان مرادیؒ، ربیع بن سلیمان جنیدیؒ، عمرو بن سواد عامریؒ، حسن بن محمد بن صباحؒ، زعفرانیؒ، ابوولید موسیٰ بن جارود مکیؒ، یونس بن عبداللہؒ اور ابویحیٰی محمد بن سعید بن غالب عطارؒ شامل ہیں۔

امام شافعیؒ بہت فیاض طبیعت کے مالک تھے۔ دوسروں کی ضرورتوں کو اپنی ضرورتوں پر ترجیح دیا کرتے تھے۔ آپ بہت خوددار انسان تھے صاحبِ اقتدار لوگوں سے کبھی کوئی تحفہ یا نذرانہ قبول نہیں کرتے تھے۔ کوئی عام شخص اگر کبھی عقیدت اور محبت میں کوئی نذرانہ پیش کرتا تو آپ اسے رد نہیں کرتے تھے۔ لیکن آپ ملنے والے نذرانوں کو ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔

حمیدی روایت کرتے ہیں کہ امام شافعیؒ جب صنعاء (یمن) سے مکہ مکرمہ آئے تو آپ کے پاس دس ہزار دینار تھے۔ آپ نے ایک جگہ خیمہ نصب کر کے قیام فرمایا۔ جب لوگوں کو پتہ چلا تو مختلف اطراف سے بے شمار لوگ آپ سے

ملاقات کے لئے حاضر ہوئے جن میں بہت سے لوگ ضرورت مند بھی تھے۔ آپ ان کی مدد بھی کرتے رہے جب آپ ملاقات سے فارغ ہوئے تو آپ کے پاس ایک دینار بھی باقی نہیں رہا۔ (حلیۃ الاولیاء: حافظ ابونعیم اصبہانی)

ربیعؒ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ کے پاس صرف ایک دینار تھا کہ اس دوران ایک سائل آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے وہ دینار اس کو دے دیا حاضرین میں سے کسی نے آپ سے کہا کہ آپ کے پاس اپنی ضرورت کے لئے صرف یہی دینار تھا آپ اس کو کوئی اور کم قیمت چیز دے دیتے یا منع فرمادیتے تو آپ نے فرمایا! مجھ سے کوئی شخص ایسی چیز کا سوال کرے جو میرے پاس ہو تو مجھے شرم آتی ہے کہ میں اس کو نہ دوں۔

مزنی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں امام شافعیؒ کے پاس ایک شرعی مسئلہ پر گفتگو کر رہا تھا۔ اتنے میں ایک غلام آیا اور کہنے لگا کہ میرے آقا نے آپ کو سلام کہا ہے اور یہ رقم کی تھیلی آپ کی نذر کی ہے۔ آپ نے وہ تھیلی رکھ لی۔ تھوڑی دیر بعد ایک شخص آیا اس نے کہا کہ میرے بیوی کے بچہ پیدا ہوا ہے اور ہمارے پاس کچھ نہیں ہے، آپ نے وہ تھیلی اٹھا کر اس کو دے دی۔

یحییٰ بن علی امام شافعیؒ سے روایت کرتے ہیں کہ کرم وسخاوت انسان کے دنیا اور آخرت میں عیبوں کی پردہ پوشی کرتے ہیں۔

(حلیۃ الاولیاء: حافظ ابونعیم اصبہانی)

شروع شروع میں امام شافعی ؒ اسناد کی تحقیق پر بہت زیادہ توجہ دیتے تھے۔ ان کے ہاں حدیث کی قبولیت کا معیار اس کی صحتِ سند تھا۔ لیکن آخر دور میں آپ بھی اس نظریہ کی طرف پلٹ گئے جو امام ابوحنیفہ ؒ اور امام مالک ؒ کا تھا کہ تواتر عمل کے ہوتے ہوئے اسناد کی ضرورت نہیں رہتی، بیس رکعت تراویح کے ثبوت میں آپ کے پاس کوئی صحیح حدیث نہ تھی۔ آپ نے یہاں اہل مکہ کے مسلسل عمل سے استدلال کیا۔ امام ترمذی ؒ لکھتے ہیں کہ امام شافعی ؒ نے فرمایا ہم نے شہر مکہ میں لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھتے ہوئے پایا۔ اس فکری تبدیلی کی وجہ سے بہت سے مسائل میں آپ کے دو دو قول ملتے ہیں، ایک پرانا قول اور ایک جدید۔

ربیع بن سلیمان فرماتے ہیں کہ امام شافعی ؒ رمضان میں ساٹھ مرتبہ قرآن کریم ختم کرتے تھے۔ عام دنوں میں آپ رات کے تین حصے کرتے تھے۔ پہلے حصہ میں تصنیف و تالیف کا کام کرتے تھے، دوسرے حصہ میں نوافل پڑھتے تھے اور تیسرے حصہ میں نیند کیا کرتے تھے۔

(حلیۃ الاولیاء: حافظ ابونعیم اصبہانی)

ابراہیم بن محمد ؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام شافعی ؒ سے عمدہ کسی شخص کو نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔ ان کی نماز مسلم بن خالد ؒ کی نماز کے مشابہ تھی، اور ان کی نماز مسلم بن جریج ؒ کی نماز کی طرح تھی، مسلم بن جریج ؒ کی نماز عطاء بن رباح ؒ کی نماز کی طرح، عطاء ؒ کی نماز عبداللہ بن زبیر ؓ کی نماز کی طرح، عبداللہ بن

زبیرؓ کی نماز حضرت ابوبکر صدیقؓ کی نماز کی طرح اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی نماز رسول اللہ ﷺ کی نماز کی طرح تھی۔

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ تیس سال سے میری کوئی رات ایسی نہیں گزری جس رات میں میں نے امام شافعیؒ کے لئے دعا نہ کی ہو۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر امام شافعیؒ نہ ہوتے تو میں حدیث کے ناسخ و منسوخ کو کبھی نہ سمجھ پاتا ان کی مجلس میں بیٹھنے سے مجھے یہ سب کچھ حاصل ہوا۔ زعفرانیؒ کہتے ہیں کہ جس طرح علماء یہود میں حضرت عبداللہ بن سلامؓ منفرد ہیں اس طرح علماء اسلام میں امام شافعیؒ ممتاز ہیں۔ (تہذیب التہذیب)

امام شافعیؒ نے فرمایا! علماء کے لئے اس سے بڑھ کر کوئی عیب نہیں کہ وہ دنیا میں رغبت اور آخرت سے زہد کریں، علماء کا فقر اختیاری اور جہلاء کا فقر اضطراری ہوتا ہے۔ آپؒ نے فرمایا کہ جو اپنے احباب کو تنہائی میں نصیحت کرتا ہے وہ اس کی خیر خواہی کرتا ہے اور جو لوگوں کے سامنے اس کو نصیحت کرتا ہے وہ اس کو رسوا کرتا ہے۔ فرمایا! تواضع بلند کردار لوگوں کی صفت ہے اور تکبر بد خلق لوگوں کا طریقہ ہے۔ آپؒ نے فرمایا کہ اگر علماء اللہ تعالیٰ کے اولیاء نہیں تو پھر کوئی شخص اللہ کا ولی نہیں کیونکہ اللہ جاہلوں کو دوست نہیں بناتا۔

(مرقاۃ: ملا علی قاری)

امام شافعیؒ امام ابوحنیفہؒ کا بے حد احترام کیا کرتے تھے۔ اپنے دل و دماغ سے ان کی جلالتِ علم کا اعتراف کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ کا کوفہ آنا ہوا اور آپ نے امام ابوحنیفہؒ کی مسجد میں نماز پڑھی تو رکوع کے وقت رفع یدین نہیں کیا۔ لوگوں نے سبب پوچھا تو فرمایا کہ حضرت امام اعظمؒ کا علمی رعب میرے دل پر چھا گیا تھا۔ احترامِ اکابر کی اس سے بڑی روشن مثال اور کیا ہوسکتی ہے۔

امام شافعیؒ کی زندگی کا بیشتر حصہ درس وتدریس، علمی مباحث، مسائل کا استنباط اور افتاء میں گزرا۔ عبدالرحمٰن بن مہدیؒ نے امام شافعیؒ کی خدمت میں لکھا کہ وہ ان کے لئے ایک ایسی کتاب لکھ دیں جس میں قرآن کے معانی معتبر احادیث اور اس کے ساتھ ساتھ اجماع اور ناصح ومنسوخ کا بھی بیان ہو۔ ان کی فرمائش پر امام شافعیؒ نے ''کتاب الرسالۃ'' لکھی۔

مزنیؒ فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ کو گھوڑ سواری اور تیر اندازی پر زبردست مہارت حاصل تھی۔ انہوں نے اس موضوع پر ایک کتاب ''کتاب السبق الرمی'' لکھی۔ فن حدیث پر آپ کی روایات پر ''کتاب الام اور کتاب المبسوط'' ہیں جو آپ کے شاگردوں نے جمع کی ہیں۔ آپ نے ''مسند امام شافعیؒ'' کے نام سے ایک مجموعہ مرتب کیا۔

امام شافعیؒ نے تمام زندگی دین کی خدمت کے لئے وقف کر دی تھی۔
آپ چوّن (۵۴) سال کی عمر میں پیٹ کی بیماری میں مبتلا ہوئے اور رجب المرجب کی آخری تاریخ کو جمعۃ المبارک کو مغرب کی نماز پڑھنے کے بعد خالق حقیقی سے جا ملے۔ آپ کا وصال ۲۰۴ھ بمطابق ۸۲۰ء میں ہوا۔ آپ کو مصاحب مزنیؒ نے غسل دیا اور آپ کی تدفین بنی زھر کے قبرستان میں ہوئی۔ آپ کا مزار مصر کے شہر ''قرافہ'' میں ہے۔

مزنیؒ فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ جب مرض الموت میں مبتلا تھے تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا؟ حضور کیا حال ہے؟ آپؒ نے فرمایا! دنیا سے کوچ اور احباب سے جدائی کا وقت ہے، موت کا پیالہ پیش ہوا چاہتا ہے اور اعمال کا نتیجہ نکلنے والا ہے۔ عنقریب اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضری ہوگی۔ کون جانے میری روح جنت کی طرف روانہ ہوگی جس پر میں اس کو مبارک باد دوں یا آگ کی طرف جس پر میں اس سے تعزیت کروں۔ پھر آپؒ پر گریہ طاری ہوگیا اور آپ وجد کے عالم میں بار بار یہ شعر پڑھتے رہے:۔

تعاظمنی ذبنی فلما قرنته

بعفوک زبی کان عفوک اعظما

میرے گناہ بہت بڑے بڑے ہیں لیکن میں تیری رحمت کی طرف نظر کرتا ہوں
تو وہ میرے گناہوں کی نسبت کہیں زیادہ معلوم ہوتی ہے۔

(مرقاۃ المفاتح: ملا علی قاری)

مسند امام شافعی ؒ

یہ ان احادیث کا مجموعہ ہے جو امام شافعی ؒ اپنے شاگردوں کے سامنے سند کے ساتھ بیان فرماتے تھے۔ ان حدیثوں میں جو احادیث ابو عباس محمد بن یعقوب الاصم ؒ نے ربیع بن سلیمان مرادی ؒ سے سن کر '' کتاب الامّ اور کتاب المبسوط '' کے لئے جمع کی تھیں۔ ان کو ایک جگہ جمع کر کے اس کا نام '' مسند امام شافعی ؒ '' رکھ دیا ہے۔ ربیع بن سلیمان مرادی ؒ جو کہ امام شافعی ؒ کے شاگرد ہیں نے تمام حدیثوں کو امام شافعی ؒ سے سنا ہے۔ صرف جزء اول کی چار احادیث کو امام شافعی ؒ سے بواسطہ بویطی کے روایت کیا ہے۔

۱۰ ۔ امام احمد بن حنبلؒ

آپ کا نام احمد اور کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ آپ کا نسب اس طرح ہے؛ احمد بن حنبل بن ہلال بن اسد اللہ الذہلی الشیبانی المروزی البغدادیؒ ہے۔ آپ ربیع الاول ۱۶۴ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے۔

آپ نے ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد فن حدیث پر توجہ دی اور پندرہ سال کی عمر میں بغداد کے مشہور شیخ ہیثمؒ کی خدمت میں چلے گئے۔ اسی سال عبد اللہ بن مبارکؒ بھی بغداد تشریف لائے تھے۔ جب امام احمد بن حنبلؒ کو معلوم ہوا تو آپ ان سے ملاقات کے لئے روانہ ہوئے۔ لیکن یہ جب وہاں پہنچے تو عبد اللہ بن مبارکؒ طرطوس چلے گئے تھے اور پھر وہیں دو سال بعد ان کا انتقال ہو گیا۔

آپ استاد ہیثمؒ سے تعلیم حاصل کرتے رہے۔ جب ان کا انتقال ہو گیا تو آپ نے دوسرے شہروں کا رخ کیا جن میں مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، کوفہ، بصرہ، شام، یمن، اور جزیرہ کے مشائخ سے احادیث کا سماع کیا۔

امام احمد بن حنبلؒ اپنے زمانے کے متفق علیہ امام اور جلیل القدر محدث ہیں۔ علی بن المدینیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دین کو دو اشخاص کے ذریعہ عزت نصیب فرمائی، ایک فتنۂ ارتداد کے وقت سیدنا ابوبکر صدیقؓ سے اور دوسرے فتنۂ خلقِ قرآن کے وقت امام احمد بن حنبلؒ سے۔

آپ نے بے شمار اساتذہ سے علمی استفادہ کیا جن میں مشہور شیوخ میں بشر بن مفضلؒ، اسماعیل بن علیہؒ، سفیان بن عیینہؒ، جریر بن عبدالمجیدؒ، یحییٰ بن سعید القطانؒ، ابوداؤد طیالسیؒ، عبداللہ بن نمیرؒ، عبدالرزاقؒ، علی بن عیاش حمصیؒ، امام شافعیؒ اور معتمر بن سلیمان شامل ہیں۔ آپؒ نے ابوالولیدؒ، وکیع بن جراحؒ، یحییٰ بن آدمؒ اور یزید بن ہارونؒ سے بھی حدیث کا سماع کیا۔ آپ کے زمانے کے جن اکابرین نے آپ سے حدیث کا سماع کیا ان میں قتیبہ بن دعامہؒ، داؤد بن عمروؒ، خلف بن ہشامؒ شامل ہیں۔ آپ کے ہم عصر محدثین جنہوں نے آپ سے حدیث کا سماع کیا ان میں احمد بن ابی حواریؒ، یحییٰ بن معینؒ، علی بن المدینیؒ، حسین بن منصورؒ، زیاد بن ایوبؒ، رحیمؒ، ابوقدامہ سرخسیؒ، محمد بن رافعؒ اور محمد بن یحییٰ بن ابی سمینہؒ شامل ہیں۔

امام احمد بن حنبلؒ نے علم کے حصول میں بہت مشکلات و مشقت اٹھائی تھیں۔ مامون رشید کے دور میں آپ پر درس و تدریس اور فتویٰ دینے پر پابندی لگا دی گئی۔ آپ کو قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کرنی پڑیں لیکن علم کی لگن اور جذبہ کم نہیں ہوا۔ آپ امام المحدثین ہیں۔ آپ کے بے شمار شاگرد تھے جن میں چند مشہور یہ ہیں: امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ابوداؤدؒ، اسود بن عامرؒ، شازانؒ اور ابن مہدیؒ۔ آپ کے دو صاحبزادے عبداللہؒ اور صالحؒ اور ان کے علاوہ ابوبکر اثرمؒ، حرب کرمانیؒ، بقی بن مخلدؒ، حنبل بن اسحاقؒ، شاہین

بن سمیدع میمونیؒ نے بھی آپ سے حدیث کا سماع کیا۔

امام ابوداؤد سجستانیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے دوسو ماہرین علم سے استفادہ کیا لیکن امام احمد بن حنبلؒ کی مثل کوئی نہ تھا وہ کبھی عام کلام نہیں کرتے تھے۔ جب بھی بات کرتے تو کسی نہ کسی علمی مسئلہ موضوع ہوتا تھا۔ اسی طرح حافظ ابوزرعہؒ کہتے ہیں کہ امام احمدؒ علم وفن میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ قتیبہ بن سعیدؒ فرماتے ہیں کہ اگر امام احمد بن حنبلؒ امام مالکؒ، سفیان ثوریؒ، اور امام اوزاعیؒ کے زمانے میں ہوتے تو علم وفضل میں ان پر مقدم ہوتے۔ اسحاق بن راہویہؒ کہتے ہیں کہ اگر اسلام کی خاطر امام احمد بن حنبلؒ کی قربانیاں نہ ہوتیں تو آج ہمارے سینوں میں اسلام نہ ہوتا۔

امام احمد بن حنبلؒ آثار صحابہؓ کو اپنے لئے حجت اور سند سمجھتے تھے۔ آپ کا عقیدہ تھا کہ صحابہ کرامؓ آسمان ہدایت کے روشن ستارے ہیں، امت پر ان کی پیروی لازم ہے۔ صحابی کی بات کو حجت تسلیم کرنے میں آپ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے ساتھ ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کی طرح امام احمد بن حنبلؒ کا موقف بھی یہی ہے کہ ضعیف حدیث کو اپنے قیاس اور اجتہاد سے مقدم کرنا چاہیئے، ضعیف حدیث کو مکمل طور پر نظر انداز کر دینا قطعاً صحیح نہیں ہے۔ جب کسی موضوع پر صحیح حدیث نہ ملے تو وہاں ضعیف حدیث کو ہی لے لینا چاہیئے۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کا اس معاملہ میں ایک مسلک ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ کی زندگی میں اکثر فقر وفاقہ رہتا تھا۔ ایک مرتبہ کھانے

کے لئے کچھ بھی نہ تھا تو مجبوراً اپنی نعلین گروی رکھ کر روٹیاں خریدیں۔ امام عبدالرزاقؒ کو جب پتہ چلا تو انہوں نے آپ کو رقم مہیا کرنے کی کوشش کی لیکن آپ کی غیرت نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور خود محنت و مزدوری کر کے اپنی ضروریات پوری کیں۔ (حلیۃ الاولیاء: ابونعیم)

حسن بن عبدالعزیز کو ایک لاکھ دینار وراثت میں ملے۔ انہوں نے ان میں سے تین ہزار دینار آپ کی خدمت میں پیش کئے اور عرض کیا کہ یہ مال حلال ہے آپ اس سے فائدہ اٹھائیں اور اپنے اہل وعیال پر خرچ کریں۔ لیکن آپ نے یہ کہہ کر واپس کر دئے کہ مجھے ان کی ضرورت نہیں۔

علمی اور تدریسی مصروفیات کے باوجود آپ عبادت الٰہی میں بہت ثابت قدم تھے۔ آپ ایک دن ورات میں تین سو نوافل پڑھا کرتے تھے۔ جب آپ کی عمر چھپن (۵۶) سال کی تھی تو خلقِ قرآن کا مسئلہ شروع ہو گیا۔ آپ نے اس کی مخالفت کی تو آپ کو قید کر دیا گیا اور روزآنہ کوڑے مارے جاتے تھے۔ اس حالت میں بھی آپ ڈیڑھ سو نوافل پڑھا کرتے تھے۔ آپ نوافل میں سات راتوں میں ایک قرآن ختم کرتے تھے۔ آپ کا بیشتر وقت مسجد میں گزرتا تھا۔ آپ رسول اللہ ﷺ کی محبت سے سرشار رہتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر کسی کا دل حضور ﷺ کی محبت سے خالی ہو تو اس میں ایمان نہیں ہوتا۔ امام احمدؒ بارگاہ الٰہی میں مقبول اور مستجاب الدعوات تھے۔ لوگ کثرت سے آپ کی خدمت میں دعا کے لئے حاضر ہوتے۔

فتنہ خلق القرآن

۲۱۲ھ میں عباسی خلیفہ مامون رشید نے ”خلق القرآن“ کے مکروہ عقیدہ کا اظہار کیا اور فرقہ معتزلہ کے علماء کی معاونت سے اس عقیدے کو پھیلاتا رہا۔ ۲۱۷ھ میں مامون رشید نے اپنے نائب اسحاق بن ابراہیم کو لکھا کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے کہ

﴿ اِنَّا جَعَلۡنٰهُ قُرۡءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ۝ ﴾

(سورۃ الزخرف ۔ ۳)

بے شک ہم نے اسے عربی زبان کا قرآن بنایا ہے تاکہ تم سمجھو

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کو مجعول قرار دیا ہے اور جو مجعول ہو وہ مخلوق ہے۔ لہٰذا قرآن کے خلق ہونے کے خلاف عقیدہ رکھتا ہے اس کا عقیدہ قرآن مجید کی نص صریح کا انکار ہے۔ تم بغداد کے تمام علماء اور سرکردہ لوگوں کو جمع کرو اور ان کو یہ عقیدہ پیش کرو۔ جو مان لے اسے امان دو اور جو نہ مانے ان کے جوابات لکھ کر مجھے بھیج دو۔ بہت سے سرکردہ لوگ اس فتنہ میں مبتلا ہو گئے اور کتنے ہی لوگوں نے جان بچانے کی خاطر ”خلق قرآن“ کا عقیدہ قبول کر لیا۔ امام احمد بن حنبلؒ سے جب پوچھا گیا تو انہوں نے کہا! میں اس کے سوا اور کچھ نہیں جانتا کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ قاضی اسحاق بن ابراہیم نے یہ جواب مامون رشید کو لکھ کر بھیج دیا۔ مامون رشید نے جواب میں لکھا کہ جو شخص عقیدہ خلق قرآن سے

موافقت نہ کرے اس کو درس اور افتاء سے روک دو۔

کچھ عرصہ بعد مامون رشید نے بغداد کے قاضی کو لکھا کہ جو لوگ عقیدہ خلق قرآن سے موافقت نہ کریں ان کو قید کر کے فوج کے حوالے کر دو۔ اگر وہ خلق قرآن کا اقرار کریں تو ٹھیک ہے ورنہ ان کو قتل کر دو۔ اس دھمکی سے مرعوب ہو کر امام احمد بن حنبلؒ ، محمد بن نوحؒ اور قواریریؒ کے سوا تمام علماء نے خلق قرآن کا اقرار کر لیا۔ قاضی کے حکم پر امام احمد بن حنبلؒ کو قید کر کے مامون کے پاس روانہ کر دیا۔ لیکن اس سے پہلے کہ مامون ان کے خلاف تلوار اٹھاتا اللہ تعالیٰ نے اس کا خاتمہ کر دیا۔ (تاریخ الخلفاء: علامہ جلال الدین سیوطیؒ)

امام احمد بن حنبلؒ کے شاگرد احمد بن غسانؒ کہتے ہیں کہ خلیفہ کے حکم پر مجھے اور امام احمدؒ کو گرفتار کر کے اس کے پاس لے جایا جا رہا تھا تو راستے میں امام احمد بن حنبلؒ کو یہ خبر پہنچی کہ خلیفہ مامون رشید نے یہ قسم کھائی ہے کہ اگر احمد بن حنبل نے خلق قرآن کا اقرار نہیں کیا تو وہ ان کو اور ان کے شاگرد کو مار مار کر ہلاک کر دوں گا۔ اس وقت امام احمد بن حنبلؒ نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر کہا! اے اللہ! آج اس فاجر کو یہاں تک جرأت ہو گئی کہ تیرے اولیاء کو للکارتا ہے۔ اگر تیرا قرآن غیر مخلوق ہے تو تو ہم سے اس مشقت کو دور فرما۔ ابھی رات کا ایک تہائی حصہ گزرا تھا کہ سپاہی دوڑتے ہوئے آئے اور کہا۔ اے ابو عبداللہ! تم واقعی سچے ہو اور قرآن غیر مخلوق ہے۔ اللہ کی قسم! خلیفہ مامون فوت ہو گیا۔

(حلیۃ الاولیاء؛ حافظ ابو نعیم)

۲۱۸ھ میں مامون رشید فوت ہو گیا اور اس کا بھائی معتصم باللہ بن
ہارون رشید حکومت پر قابض ہو گیا۔ مامون کی طرح معتصم بھی اسی عقیدہ کا حامی تھا
اس نے حکومت سنبھالنے کے بعد پھر سے خلقِ قرآن کے عقیدہ کو پھیلانا شروع کر
دیا۔ پہلے وہ مختلف حیلہ بہانوں سے امام صاحب کو اس عقیدہ کی طرف مائل کرنے کی
کوشش کرتا رہا لیکن جب آپ نہ مانے تو ۲۲۰ھ میں امام احمد بن حنبل ؒ کو اس
نے اپنے دربار میں طلب کیا۔ اب امام صاحب کافی ضعیف اور کمزور ہو گئے تھے
آپ کی عمر ۵۶ سال ہو چکی تھی۔ لیکن آپ کے اعصاب فولاد کی طرح مضبوط اور
قوت ارادی چٹان کی طرح سخت تھی۔ آپ سے خلیفہ نے کافی طویل بحث کی۔
امام احمد ؒ کا بنیادی نکتہ یہ تھا کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اللہ کی صفت ہے۔ امام
صاحب نے خلیفہ کو جو دلیلیں پیش کیں خلیفہ کے پاس ان کا کوئی جواب نہیں تھا۔ اس
وقت کے معتزلی قاضی اور اس کے حواریوں نے کہا کہ ہم فتویٰ دیتے ہیں کہ اس شخص کا
خون آپ پر مباح ہے۔ آپ اس کو قتل کر دیں۔ خلیفہ نے جلاد کو بلایا اور اس سے
کہا کہ احمد بن حنبل کے جسم پر کوڑے مارو۔ ایک جلاد جب کوڑے مارتے مارتے
تھک جاتا تو دوسرا تازہ دم جلاد بلایا جاتا تھا پھر وہ مارتا تھا اور امام احمد بن حنبل ؒ شدید
قسم کے کوڑے کھاتے تھے اور قرآن اللہ کا کلام ہونے کی گواہی دیتے تھے۔

فتنہ خلقِ قرآن کے شروع ہونے کے بعد آپ ؒ اکیس سال تک زندہ رہے
اور لوگوں کو دین کی باتوں سے فیض یاب کرتے رہے۔ کوڑے کھانے سے جو

اذیت اور تکلیف ہوئی تھی وہ آپ کی آخیر عمر تک موجود رہی۔ لیکن آپ نے اپنے عبادات اور ریاضات میں کسی قسم کی کمی نہیں آنے دی۔ اسی طرح درس و تدریس کا سلسلہ بھی کبھی منقطع نہیں ہوا۔ آپ کا وصال ۷۷ سال کی عمر میں خلیفہ معتصم باللہ کے بیٹے واثق باللہ کے دور میں ۲۴۱ھ بمطابق ۸۵۵ء میں ہوا۔

(مرقاۃ: ملا علی قاری)

امام احمد بن حنبلؒ کی نماز جنازہ میں تقریباً آٹھ لاکھ لوگ تھے اور تقریباً ساٹھ ہزار خواتین کا مجمع تھا۔

مروزیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبلؒ کے وصال کے بعد خواب میں دیکھا کہ انہوں نے سبز رنگ کے دو حلّے پہنے ہوئے ہیں اور پیروں میں چمکتے ہوئے سونے کے دو نعلین ہیں جن کے تسمے سبز زمرد کے تھے اور سر پر جواہرات سے مزین ایک تاج تھا اور وہ بڑے ناز سے چل رہے تھے۔

میں نے پوچھا! اے ابوعبداللہ ! یہ کیسی چال ہے۔ فرمایا! یہ جنت کے خدام کی چال ہے۔ پھر میں نے پوچھا کہ اے اللہ کے حبیب! یہ آپ کے سر پر تاج کیسا ہے؟ فرمایا! اللہ نے مجھے بخش دیا اور مجھے اپنی جنت میں داخل کر دیا، میرے سر پر تاج رکھا اور اپنا دیدار بھی کرایا اور فرمایا! اے احمد! یہ تیرے ”القراٰن کلام اللّٰہ غیر مخلوق“ کہنے کا صلہ ہے۔

(حلیۃ الاولیاء: حافظ ابونعیم)

آپ کی تصانیف یہ ہیں:

- مسند احمد
- کتاب الزہد
- الناسخ والمنسوخ
- المنسلک الکبیر
- المنسلک الصغیر
- کتاب حدیث شعبہ
- فضائل الصحابہ
- مناقب الصدیق والحسنین
- کتاب الاشربہ

آپ نے ایک تفسیر کی کتاب بھی تصنیف کی تھی۔

مسند احمد

امام احمد بن حنبلؒ کی سب سے مشہور تصنیف ''مسند احمد'' ہے۔ جس کی باقاعدہ ترتیب آپ کے صاحبزادے عبد اللہؒ نے کی۔ یہ مسند اٹھارا مسندوں کا مجموعہ ہے جس میں چالیس ہزار احادیث ہیں۔ اس کتاب میں مندرجہ ذیل مسانید شامل ہیں:

مسند عشرہ مبشرہ، مسند اہل بیتِ نبوی، مسند ابن مسعودؓ، مسند عبداللہ بن عمرؒ، مسند عبداللہ بن عمرو بن عاص اور ابی رمثہؒ، مسند حضرت عباسؓ اور ان کے صاجبزادے، مسند عبداللہ بن عباسؓ، مسند ابی ہریرہؓ، مسند انس بن مالکؓ، مسند ابو سعید خدریؓ، مسند جابر بن عبد اللہؓ، مسند مکیاں، مسند مدنیاں، مسند کوفیاں، مسند بصریاں، مسند شامیاں، مسند انصار، مسند عائشہؓ معہ مسند النساء۔ ان تمام مسانید کو جمع کر کے ۱۷۲ حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ یہ تقسیم حسن بن علی ابن المذہب نے کی ہے۔

ان احادیث کو امام صاحب نے ساڑھے سات لاکھ اور بقول ابو زرعہؒ دس لاکھ احادیث میں سے منتخب کیا۔ امام احمد بن حنبلؒ عظیم حافظ الحدیث تھے اور آپ کو یہ دس لاکھ احادیث زبانی یاد تھیں۔ اس مسند کے بارے میں امام صاحبؒ نے فرمایا کہ اس کتاب کو معیار اور مرجع قرار دیا جائے اور جو حدیث اس میں نہ ہو اسے غیر مستند سمجھا جائے۔

۱۱۔ حضرت علقمہ بن قیس نخعیؒ

نام: علقمہ

کنیت: ابوشبلی

آپ مشہور محدثین ابراہیم نخعیؒ کے ماموں اور اسود بن یزیدؒ کے چچا تھے۔

سلسلہ نسب: علقمہ بن قیس بن عبداللہ بن مالک بن علقمہ بن سلامان بن کہیل بن بکر بن عوف بن نخع بن مدلج۔ آپ کی رہائش کوفہ میں تھی۔

آپ کی پیدائش رسول اللہ ﷺ کے عہد میں ہوگئی تھی لیکن جب آپ سمجھداری کی عمر تک پہنچے تو رسول اللہ ﷺ کا وصال ہو چکا تھا اس لئے ملاقات کا شرف حاصل نہ کر سکے۔ آپ نے اکابر صحابہ کرامؓ سے استفادہ حاصل کیا جن میں حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علی المرتضیٰؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، حذیفہ بن یمانؓ، سلمان فارسیؓ، ابومسعود بدریؓ، حضرت ابو درداءؓ، حضرت ابوایوب انصاریؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ شامل تھے۔ آپ نے ان سب صحابہ کرامؓ سے احادیث بھی نقل کی ہیں۔

آپ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے خاص شاگردوں میں شمار ہوتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے تھے کہ علقمہ کا علم میرے علم سے کم نہیں۔

امام اسود بن یزیدؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے حضرت علقمہ بن قیسؒ کو جس طرح قرآن حکیم کی تعلیم دی ہے ایسے ہی علم فقہ کا بھی درس دیا

ہے۔ آپ علم الفقہ پر کامل دسترس رکھتے تھے۔ حضرت علقمہ ؒ کے علمی کمالات پر تمام محدثین کا اتفاق ہے۔

علم حدیث میں حضرت علقمہ ؒ کو امتیاز حاصل تھا۔ ان کے حافظہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ جو بات ایک دفعہ سن لی گویا کتاب کے اوراق میں محفوظ ہو گئی۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ جو احادیث میں نے جوانی میں سنی اپنے اس بڑھاپے میں اس طرح پڑھتا ہوں گویا اوراق پر لکھی ہوئی تحریر ہو۔ اس نادر حافظہ کے ساتھ ساتھ انہیں اکابر صحابہ کرام ؓ سے تعلیم حاصل کرنے کا شرف بھی حاصل تھا۔

مورخ ابن سعد ؒ ان کو کثیر الحدیث اور حافظ ذہبی ؒ بے مثال امام سے یاد کرتے تھے۔ علم الفقہ میں آپ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کے جانشین شمار کئے جاتے ہیں۔ حضرت علقمہ ؒ کا علمی کمال اتنا گہرا تھا کہ بعض صحابہ ؓ بھی ان سے استفادہ کرنے آتے تھے جو ایک تابعی کے لئے بہت اعزاز کی بات ہے۔

عادات وخصائل میں بھی آپ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کے مشابہ تھے۔ یہ مشابہت صرف شکل وصورت میں نہیں تھی بلکہ عبادات، عمل وتقویٰ اور قرآنِ کریم کی تلاوت میں بھی مشابہت تھی۔ آپ کا معمول تھا کہ چھ دنوں میں قرآن ختم کیا کرتے تھے۔ کبھی کبھی ایک رات میں بھی قرآن ختم کرتے تھے۔

محدث ابراہیم نخعی ؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام علقمہ ؒ مکہ مکرمہ گئے عشاء کی نماز کے بعد انہوں نے کعبہ کا طواف شروع کیا اور صبح تک طواف کرتے رہے اس دوران قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہے اور صبح تک پورا قرآن طواف

کرتے ہوئے مکمل کرلیا۔

۳۲ھ میں جہاد فی سبیل اللہ کے لئے حضرت امیر معاویہ ؓ کا جو لشکر قسطنطنیہ کی مہم پر گیا تھا اس میں آپ بھی گئے تھے۔ اس لشکر میں بہت سے جید صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ نے شرکت کی تھی کیونکہ اس لشکر کے لئے رسول اللہ ﷺ نے خصوصی دعائیں فرمائیں تھیں۔ مورخین لکھتے ہیں کہ اس لشکر میں خواتین نے بھی حصہ لیا تھا۔ حضرت علقمہ ؒ نے جنگ صفین میں بھی شرکت کی تھی، اس جنگ میں آپ کے بھائی شہید ہوگئے تھے۔

آپ نام ونمود سے بہت دور رہتے تھے۔ اسی شہرت سے بچنے کے لئے آپ نے حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کی مسند پر بیٹھنے سے انکار کردیا تھا۔ آپ امراء اور اربابِ سلطنت سے ملنے جلنے سے سخت پرہیز کرتے تھے۔ آپ نمازوں کا بے حد اہتمام کیا کرتے تھے اور نوافل بھی بہت پڑھا کرتے تھے۔

آپ نے ۶۲ھ بمطابق ۶۸۱ء میں کوفہ میں وفات پائی۔ آپ کے وصال کی خبر سن کر حضرت عبداللہ بن عباس ؓ نے فرمایا! آج علم کا سرپرست فوت ہوگیا۔ مرض الموت میں وصیت کی تھی کہ مجھے آخری وقت میں کلمہ طیبہ کی تلقین کی جائے۔ تاکہ میرے زبان سے آخری کلمہ ''لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ'' نکلے۔ میرے مرنے کی کسی کو خبر نہ دی جائے، دفن کرنے میں جلدی کی جائے۔ بین کرنے والی عورتوں کو دور رکھا جائے۔

(طبقات ابن سعد: ۶/۵۹)

۱۲ ۔ مسروق بن اجدعؒ

آپ کا پورا نام مسروق بن اجدع (عبدالرحمٰن) ہے۔ آپ کا شجرہ نسب اس طرح ہے: مسروق بن اجدع بن مالک بن امیہ بن عبداللہ بن مراء بن سلیمان بن معمر بن حارث بن سعد بن عبداللہ بن وادعہ بن عمرو بن عامر بن ناشخ بن ہمدان الکوفی ہے۔ آپ کی کنیت ابو عائشہ ہے۔

ایک دفعہ مسروقؒ کی حضرت عمرؓ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے پوچھا! تم کون ہو؟ انہوں نے کہا! مسروق بن اجدع۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا! اجدع تو شیطان کا نام ہے۔ تم آج سے مسروق بن عبدالرحمٰن ہو۔ اس کے بعد سے مسروق اپنے والد کا نام عبدالرحمٰن لکھتے اور بتاتے تھے۔

آپ نے علم قرآن و حدیث حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت علی المرتضیٰؓ، عبداللہ بن عمروؓ، عبید بن عمیرؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت ابیؓ بن کعبؓ سے حاصل کیا۔ آپ کو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پیچھے نماز پڑھنے کی سعادت حاصل ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے آپ کو اپنا بیٹا بنایا ہوا تھا۔

حضرت مسروقؒ اپنے تین بھائیوں عبداللہ، ابوبکر اور منتشر کے ساتھ جنگ قادسیہ میں شریک ہوئے جس میں آپ کے بھائی شہید ہو گئے، آپ شدید زخمی ہوئے آپ کے سر پر زخم آئے۔

آپ ایک انگوٹھی پہنتے تھے جس پر ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم''

کندہ تھا۔ آپ نے حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کے درمیان جنگوں میں کسی طرف سے حصہ نہیں لیا تھا۔

خالد بن اسید نے مسروقؒ کے پاس تیس ہزار درہم بھیجے۔ مسروقؒ نے انہیں قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ ان کے ساتھیوں نے کہا کہ آپ اسے قبول کر لیں اور اس سے صلہ رحمی کریں اور صدقہ کریں۔ لیکن پھر بھی انہوں نے اسے قبول نہیں کیا۔

آپ نے ایک دفعہ ایک قاری کو نصیحت کی کہ آپ منتخب قاری اور قوم کے سردار ہیں۔ آپ کی زینت قوم کی زینت اور آپ کا عیب قوم کا عیب ہے۔ لہٰذا کبھی فقر اور لمبی عمر کا شکوہ نہ کرنا۔

حضرت سعید بن جبیرؒ سے آپ کی ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا! آدمی کے عالم ہونے کے لئے یہ بات کافی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو اور جاہل ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے عمل کو پسندیدہ سمجھتا ہو۔ آپ فرماتے تھے کہ آدمی کے لئے ضروری ہے کہ کبھی کبھی تنہائی میں رہے اور اپنے گناہوں کو یاد کر کے استغفار کرے۔

ایک دفعہ آپ نے کسی شخص کی سفارش کی جب اس کا کام ہو گیا تو وہ آپ کے لئے ہدیہ لے کر آیا۔ آپ اس پر ناراض ہو گئے اور ہدیہ واپس کر دیا۔

قاسم سے روایت ہے کہ آپ قاضی تھے اور عہدۂ قضاء کی اجرت نہیں لیتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ حق کے مطابق ایک فیصلہ کرنا مجھے ایک سال تک

میدانِ جنگ میں رہنے سے زیادہ پسند ہے۔ امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ مسروقؒ قاضی شریح سے زیادہ فتویٰ کا علم جانتے تھے۔ قاضی شریح آپ سے مشورے کرتے تھے۔ مسروقؒ سنتوں کا بے حد اہتمام کرتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ مجھے اس عمل کے علاوہ کسی عمل کے بارے میں یہ امید نہیں کہ وہ مجھے جہنم کی آگ سے نکالنے کا ذریعہ بنے گا۔

ابووائل فرماتے ہیں! جب مسروقؒ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو آپ نے فرمایا! اے اللہ! مجھے اس حالت میں موت دے جو حالت رسول اللہ ﷺ، ابوبکرؓ اور عمرؓ کی تھی۔ اللہ کی قسم! میں نے کسی شخص کے پاس کوئی درہم و دینار نہیں چھوڑا سوائے میری اس تلوار کے۔ اسی رقم سے میری تجہیز و تکفین کا انتظام کرنا۔ شعبیؒ کہتے ہیں کہ میں وفات کے وقت مسروقؒ کے پاس پہنچا تو انہوں نے کفن کی مالیت کے بقدر بھی مال نہیں چھوڑا تھا۔ آپ کا انتقال واسط میں ہوا۔

آپ سے جن بزرگوں نے علم استفادہ کیا ان میں فقیہہ عراق امام ابراہیم نخعیؒ، علامہ شعبیؒ، ابوالضحیٰؒ، ابواسحاقؒ، اورلوگوں کی کثیر تعداد ہے۔

آپ کا انتقال ۶۳ھ میں ہوا۔

۱۳ ۔ حضرت اسود بن یزید نخعیؒ

آپ حضرت علقمہ ؒ کے بھتیجے اور حضرت عبد اللہ بن مسعود ؓ کے خاص شاگردوں میں تھے۔ آپ بہت متقی پرہیز گار اور علم وفضل کے مالک تھے۔ بہت کثرت سے نوافل پڑھنے والے تھے، مکروہ دنوں کے علاوہ سارا سال روزے رکھتے تھے۔ آپ نے اسی حج اور عمرے کئے۔ ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ ؓ کے دور میں خشک سالی ہوئی تو انہوں نے حضرت اسود بن یزید ؒ کا بازو پکڑ کر ان کے وسیلہ سے دعا کی تو اسی وقت بارش ہوگئی۔

حافظ ذہبیؒ نے انہیں امام، فقیہہ، زاہد، عابد، عالمِ کوفہ جیسے القابات سے یاد کیا ہے۔ امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ ان کی جلالتِ علمی کا سب ہی اہل علم اعتراف کرتے ہیں۔ آپ کو صحابہ کرام ؓ کی بکثرت صحبت کا شرف حاصل تھا۔ آپ نے جن صحابہ کرام ؓ سے احادیث نقل کی ہیں ان میں سیدنا ابو بکر صدیق ؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ، حضرت حدیفہ بن یمان ؓ، حضرت ابو محذورہ ؓ، حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ جیسے اکابر شامل ہیں۔

آپ کے بھانجے محدث ابراہیم نخعیؒ، بھائی امام عبدالرحمٰن بن یزیدؒ اور چچا حضرت علقمہ بن قیسؒ آسمانِ علم کے روشن چراغ تھے۔ ان سب بزرگوں کا شمار امام اعظم ابوحنیفہ ؒ کے استادوں میں ہوتا ہے۔

محدث ابن حبان ؒ فرماتے ہیں کہ امام اسود بن یزید ؒ فقیہِ امت ہیں۔ حافظ ذہبی ؒ اور حافظ ابن حجر عسقلانی ؒ حدیث اور فقہ میں آپ کی علمیت کے معترف ہیں۔ آپ علم میں کامل ہونے کے ساتھ ساتھ زہد وتقویٰ، عبادت و ریاضت میں بھی امتیازی مقام رکھتے ہیں۔ آپ ایک دن و رات میں سات سو رکعت نوافل پڑھتے تھے۔ آپ فرض نمازیں اول وقت میں ادا کرتے تھے۔ سردی، گرمی، سفر، صحت وعلالت کسی بھی حالت میں آپ کے معمول میں فرق نہیں آتا تھا۔ اگر کبھی آپ گھنے جنگلوں میں سفر کر رہے ہوتے تھے اور جب نماز کا وقت آجاتا تھا تو وہیں سواری سے اتر کر نماز ادا کرتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ میں اپنا کام کر رہا ہوں درندے اپنا کام کریں گے۔ آپ کثرت سے روزے رکھنے کے عادی تھے۔ سخت موسم میں بھی روزہ نہیں چھوڑتے تھے۔ آپ کی اس غیر معمولی ریاضت کی وجہ سے ایک آنکھ بھی ضائع ہوگئی تھی۔ جب لوگ ان سے کہتے تھے کہ اپنے جسم کو اس قدر مشقت میں نہیں ڈالئے تو آپ فرماتے تھے مجھے اس میں مشقت نہیں راحت ملتی ہے۔

حج اور زیارتِ بیت اللہ کا بے حد ذوق وشوق تھا۔ ان کے حج وعمرے کرنے کی تعداد سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ نے کسی سال بھی حج نہیں چھوڑا۔ جب آپ مکہ مکرمہ میں ہوتے تو آپ کا زیادہ تر وقت طواف کرنے میں گزرتا۔ جو شخص استطاعت کے باوجود حج نہیں کرتا آپ اس کے جنازے میں شریک نہیں ہوتے تھے۔ تلاوتِ قرآن آپ کا روز کا معمول تھا جو رمضان مبارک میں دگنا ہوجاتا تھا۔

آپ ایک رات میں دو رکعت میں قرآن ختم کرلیا کرتے تھے۔ تلاوتِ قرآن کا یہ معمول آخری وقت مرض الموت میں بھی جاری رہا۔ آپ سکرات کی تکلیف میں اپنے بھانجے امام ابراہیم نخعیؒ کا سہارا لے کر قرآن کی تلاوت کرتے رہے۔ آپ کی زندگی کا یہی آخری عمل تھا۔

آپ کا انتقال ۷۵ھ بمطابق ۶۹۴ء میں کوفہ میں ہوا۔

۱۴ ۔ حضرت عروہ بن زبیر ؒ

آپ کا نام عروہ بن زبیر ؒ اور کنیت ابوعبداللہ تھی۔ مدینہ منورہ میں آپ کا بہت بڑا مکان تھا۔ آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے: عروہ بن زبیر بن عوام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب۔

آپ کی ولادت حضرت عمر فاروق ؓ کے دورِ خلافت کے آخری سال ۲۳ھ میں ہوئی۔ آپ کا خاندان عرب میں اعلیٰ اور اشرف سمجھا جاتا تھا۔ آپ کے دو بھائیوں عبداللہ بن زبیر ؓ اور مصعب بن زبیر ؓ کو صحابی رسول ہونے کا شرف حاصل تھا۔ آپ کے والد حضرت زبیر بن عوام ؓ ان صحابی رسول میں شامل ہیں جنہیں دنیا میں جنت کی بشارت دی گئی تھی۔ ان کو '' نقیبِ رسول اللہ '' کے لقب سے نوازا گیا تھا۔ آپ کی والدہ حضرت اسماء ؓ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی بڑی صاحبزادی تھیں جنہیں '' ذات النطاقین '' کا لقب عطا ہوا تھا۔ آپ کے نانا حضرت ابوبکر صدیق ؓ تھے اور آپ کی دادی حضرت صفیہ بنتِ عبدالمطلب ؓ تھیں جو رسول اللہ ﷺ کی سگی پھوپھی تھیں۔ آپ کی خالہ ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ ؓ تھیں۔ بہت کم لوگوں کو ایسی خاندانی شرافت اور عزت نصیب ہوئی ہے جو آپ کو حاصل تھی۔

عروہ بن زبیر ؒ نے بچپن میں ایک مرتبہ خانہ کعبہ میں یہ دعا مانگی کہ اے اللہ! میں عالم باعمل بن جاؤں، لوگ مجھ سے کتاب اللہ اور رسول اللہ کی سنتیں اور

احکامِ دین کا علم حاصل کریں اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے ساتھ جنت کا انعام پاؤں۔ آپ دین کا علم حاصل کرنے اور دعوت و تبلیغ کے کام میں لگ گئے اور جو اصحابِ رسول حیات تھے ان کی خدمت کرنے اور ان سے دین کے احکامات اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ سننے میں مصروف ہو گئے۔ آپ کثیر الحدیث، ثقہ، مامون، حافظ، فقیہہ اور محدث تھے۔

آپ جن صحابہ کی مجالس میں شرکت کرتے تھے اور جن سے احادیث روایت کی ہیں، ان میں آپ کے والد زبیر بن عوامؓ، حضرت علی بن ابی طالبؓ، عبدالرحمٰن بن عوفؓ، زید بن ثابتؓ، ابوایوب انصاریؓ، اسامہ بن زیدؓ، سعید بن زیدؓ، ابوہریرہؓ، عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن ارقمؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، مسور بن مخرمہؓ، نعمان بن بشیرؓ اور خاص طور پر اپنی خالہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ شامل ہیں۔

آپ کا شمار مدینہ طیبہ کے فقہاء سبعہ میں ہوتا تھا۔ اس وقت اسلامی دنیا میں مدینہ منورہ کے سات علماء کو " فقہاء سبعہ " کہا جاتا تھا جن کا فتویٰ تمام اسلامی دنیا میں نافذ ہوتا تھا۔

ان کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ عبیداللہ بن عبداللہؒ

۲۔ عروہ بن زبیرؒ

۳۔ قاسم بن محمد بن ابی بکر ؒ

۴۔ سعید بن مسیّبؒ

۵۔ ابوبکر بن عبدالرحمٰن المخزومیؒ

۶۔ سلیمان بن یسارؒ

۷۔ خارجہ بن زیدؒ

حضرت عروہ بن زبیرؒ کی ذاتی سیرت نہایت پاکیزہ و باعمل تھی۔ آپ کثرت سے روزے رکھتے تھے، رات کا اکثر حصہ عبادت میں گزارتے تھے۔ آپ کی زبان پر ہروقت اللہ کا ذکر جاری رہتا تھا۔ قرآن کی تلاوت آپ کا روز کا معمول تھا، آپ چار دنوں میں قرآن ختم کرلیا کرتے تھے۔ آپ کے مزاج میں بہت سخاوت تھی بہت زیادہ صدقہ خیرات کیا کرتے تھے۔ مدینہ منورہ میں آپ کا ایک بہت بڑا باغ تھا اس میں مختلف قسم کے پھلوں کے درخت تھے جب پھل پک جاتے تو آپ باغ عام لوگوں کے لئے کھول دیتے تھے۔ شہر اور اطراف کے لوگ بے تکلف پھل توڑ کرلے جاتے تھے۔

آپ ہلکی موچھیں رکھتے تھے اور قیمتی لباس پہنتے تھے۔ آپ سیاہ خضاب استعمال کرتے تھے۔ عبداللہ بن حسنؒ فرماتے ہیں کہ عروہ بن زبیرؒ اور علی بن حسین (امام زین العابدینؒ) مسجد نبوی میں اکٹھے بیٹھا کرتے تھے۔

آپؒ خلیفہ عمر بن عبد العزیزؒ کے خاص مشیر تھے۔ خلیفہ ولید بن عبد الملک بھی آپ سے مشورے لیا کرتا تھا۔ آپ ملک شام تشریف لے گئے تو لوگوں نے آپ کا شاندار استقبال کیا اور آپ سے احادیث رسول اللہ ﷺ سنی۔ حضرت عروہ بن زبیرؒ کو اصحابِ رسول سے اور خاص طور پر اپنی خالہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے جو روایات ملیں تھیں ان کو حاصل کرنے کے لئے علماء کا ہجوم رہتا تھا۔

آپ کا جب آخری وقت آیا تو آپ روزے سے تھے، جب سکرات کی کیفیت ہوئی تو آپ کے اہل خانہ آپ کو پانی پلانے کی کوشش کرنے لگے لیکن آپ نے انکار کر دیا اور اسی روزے کی حالت میں اللہ کو پیارے ہو گئے اس وقت آپ کی عمر مبارک اکہتر (۷۱) سال تھی۔ آپ کا انتقال بروز جمعہ ۹۱ھ میں ہوا۔ طبقات ابن سعد میں آپ کا سن وفات ۹۴ھ لکھا ہے۔ آپ کی وفات الفرع کے نواح میں اپنی زراعت کی زمینوں پر ہوئی۔

۱۵ ۔ امام سعید بن مسیّبؒ

امام سعید بن مسیّبؒ جلیل القدر تابعی ہیں۔ آپ کی کنیت ابو محمد تھی۔ آپ کے والد مسیّب بن احزن قریش کے قبیلہ بنو مخزوم سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ علم حدیث میں اپنا مقام رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ تقویٰ وطہارت، زہد وقناعت میں بھی لوگوں کے امام مانے جاتے ہیں۔ آپ کے والد مسیّبؓ اور دادا احزنؓ دونوں صحابی رسول ہیں۔

سعید بن مسیّبؒ خلافتِ فاروقی میں ۱۷ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے اکابر صحابہ کا زمانہ پایا اور ان سے بھرپور علمی وعملی استفادہ کیا۔ آپ شہر کوفہ میں قیام پزیر تھے۔

آپ نے جن صحابہ کرامؓ سے احادیث پڑھیں ان میں حضرت عثمان غنیؓ، زید بن ثابتؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، ابوہریرہؓ، عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن عمرؓ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ شامل ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے آپ کو مفتی ہونے کی سند دی۔ حضرت قتادہ بن دعامہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے سعید بن مسیّبؒ سے بڑا عالم نہیں دیکھا۔

آپ کا شمار کبار تابعین میں ہوتا ہے، آپ فقہاء مدینہ میں سے تھے۔ آپ کی علمی فضیلت وجلالت پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔ آپ بلا خوف وخطر سچی بات کر دیا کرتے تھے کسی حاکم سے نہیں ڈرتے تھے۔ آپ بنو امیہ کے حکمرانوں کی

بے اعتدالیوں اور بے انصافیوں کی نشاندہی کرتے رہتے تھے۔ اس حق گوئی کی پاداش میں آپ کو کوڑوں کی سزا بھی کھانی پڑی۔

حضرت سعید بن مسیّبؒ بہت عبادت گزار تھے شب بیداری آپ کا معمول تھا۔ فجر تک نوافل پڑھتے رہتے تھے جس کی وجہ سے بعض اوقات آپ کے پیر سوجھ جاتے تھے۔ آپ نے پچاس سے زیادہ حج کئے۔ قرآن کریم کی تلاوت روز کا معمول تھا۔ احادیث رسول اللہ ﷺ بیان کرنے میں ادب کا بہت خیال رکھتے تھے۔ کبھی بھی لیٹے یا چلتے ہوئے حدیث نہیں بیان کرتے تھے۔ آپ اخلاق وعادات میں اصحابِ رسول کا نمونہ تھے۔

حکمرانوں اور اہل دنیا سے میل جول پسند نہیں کرتے تھے۔ آپ نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت سے اختلاف کیا۔ آپ نے عبدالملک بن مروان کے عہد میں ولید اور سلیمان کی ولی عہدی کی بیعت سے بھی انکار کر دیا تھا۔ جس کے نتیجہ میں آپ کو بے شمار مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔

ابن عماد حنبلیؒ لکھتے ہیں کہ ان کی ذات میں حدیث وتفسیر، فقہ، زہد و تقویٰ علمی وعملی تمام کمالات جمع تھے۔ احادیث جمع کرنے کا آپ کو اتنا شوق تھا کہ ایک ایک حدیث کے لئے کئی کئی دن کا سفر کیا کرتے تھے۔ جہاں کہیں معلوم ہوتا کہ یہاں صحابی رسول حدیث بیان کرتے ہیں آپ فوراً وہاں کے سفر کے لئے تیار ہو جاتے تھے۔

حضرت سعید بن مسیّبؒ حضرت ابو ہریرہؓ کے داماد تھے اس لئے ان کی صحبتِ علمی و عملی سے خوب سیراب ہوئے۔ امام احمد بن حنبلؒ حضرت سعید بن مسیّبؒ کی مرسلات کو بھی احادیث صحاح کا درجہ دیتے ہیں۔ احادیث مرسلات ان احادیث کو کہتے ہیں جن کو تابعی بغیر واسطہٗ صحابی رسول اللہ ﷺ سے نقل کرے۔ ایسی حدیث کو مرسل کہا جاتا ہے۔ محدثین کے یہاں مرسل حدیث حجت ہے۔ امام قتادہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے سعید بن مسیّبؒ سے زیادہ حلال و حرام کا جاننے والا نہیں پایا۔ علی بن المدینیؒ فرماتے تھے کہ کسی مسئلہ میں سعید بن مسیّبؒ کا صرف یہ کہہ دینا کہ اس بارے میں سنت موجود ہے کافی ہوتا تھا۔ آپ کے پاس حدیث کا ایک بڑا مجموعہ تھا۔

آپ طبعاً صلح پسند اور ہمت والے تھے۔ آپ بہت بڑے عابد، زاہد اور عبادت گزار و پرہیز گار تھے۔ ابن حبانؒ فرماتے ہیں کہ ابن مسیّبؒ فقہ، حدیث، دینداری، زہد و ورع، عبادت و ریاضت کے فضائل کی وجہ سے تابعین میں ایک ممتاز مقام رکھتے تھے۔ آپ اپنے نفس کا خود محاسبہ کرتے رہتے تھے۔ آپ کثرت سے روزے رکھتے اور حج کرتے تھے۔

حضرت حسن بصریؒ جیسے محدث کو جب کسی مسئلہ میں شبہ پیش آتا تو وہ سعید بن مسیّبؒ کو لکھ کر معلوم کرتے تھے۔ آپ کبھی کبھی صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔

حضرت سعید بن مسیّب ؒ آخری عمر میں کبھی کبھی داڑھی میں مہندی کا خضاب لگایا کرتے تھے۔ مونچھیں کبھی باریک اور کبھی موٹی رکھتے تھے۔ لباس عمدہ اور سفید پہنا کرتے تھے۔ عمامہ کبھی سیاہ اور کبھی سفید ہوا کرتا تھا۔ پاجامہ استعمال کرتے تھے۔ اگر کسی کا برا نام سنتے تو اس کو تبدیل کر دیا کرتے تھے۔ آپ نے زیادہ تر سختی اور تنگ دستی کی زندگی گزاری۔

حضرت سعید بن مسیّبؒ کی وفات سنہ ۹۴ھ میں ہوئی۔ بعض روایات میں سنہ ۹۱ھ اور سنہ ۹۳ھ بھی لکھا ہے۔

۱۶ ۔ ابوالعالیہ الریاحیؒ

آپ کا نام رفیع بن مہران اور کنیت ابوالعالیہ ہے۔ آپ بنو تمیم کے قبیلہ بنو ریاح کی ایک عورت کے غلام تھے۔ اسی نسبت سے آپ ریاحی کہلائے۔

آپ نے جاہلیت اور اسلام دونوں زمانے پائے۔ لیکن عہد نبوی ﷺ میں شرفِ اسلام سے محروم رہے۔ آپ نے رسول اللہ ﷺ کے وصال کے دو سال بعد اسلام قبول کیا۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اسلام قبول کرنے کے بعد بھی کافی عرصہ تک غلامی کی زندگی گزارتے رہے پھر آپ کی مالکہ نے آپ کو آزاد کر دیا تھا۔ آپ نے ممتاز صحابہ کرامؓ سے قرآنِ کریم پڑھا اور علم حدیث حاصل کیا۔ بے شمار شاگردوں نے آپ سے علمِ حدیث کا فیض حاصل کیا۔ آپ قرآن کریم کے بڑے عالم تھے۔ ابوبکر بن داؤدؒ فرماتے ہیں کہ صحابہؓ کے بعد ابوالعالیہ ریاحیؒ سے بڑھ کر اور کوئی عالم قرآن نہیں تھا۔ آپ نے کبار صحابہ کرامؓ سے علم حدیث سیکھا۔ ابن سعدؒ نے آپ کو کثیر الحدیث لکھا ہے۔ آپ حدیث اخذ کرنے میں بہت محتاط تھے۔ آپ کے پاس فقہی ابواب پر مرتب ایک مجموعہ احادیث تھا۔ آپ کو شعر و شاعری سے بھی لگاؤ تھا۔

آپ کے علمی کمالات کی وجہ سے صحابہ کرامؓ آپ کی بہت عزت کرتے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ آپ کو اپنے ساتھ تخت پر بٹھاتے تھے۔

آپ علم کے ساتھ ساتھ بے انتہا عبادت گزار تھے۔ کثرت سے قرآن کی تلاوت کرتے تھے۔ آپ بڑے فیاض اور سخی تھے۔ ابن سعدؒ نے لکھا ہے کہ آپ نے اپنا مال اللہ کی راہ میں وقف کرنے کی وصیت کی تھی۔ آپ بہت سادہ طبیعت اور بے تکلف تھے۔ آپ کے زمانے میں مسلمانوں کے دو گروہوں میں جنگ ہوئی لیکن آپ نے کسی میں حصہ نہیں لیا۔

آپ نے ۹۳ھ میں وفات پائی۔

۱۷ ۔ امام سعید بن جبیرؒ

حضرت سعید بن جبیرؒ حبشی النسل مسلمان تھے۔ آپ عرب میں آ کر آباد ہو گئے تھے۔ آپ بنی دالبہ بن حارث اسدی کے غلام تھے۔ ولاء کے اعتبار سے اسدی تھے۔ آپ کی کنیت ابو عبداللہ تھی۔ آپ مضبوط اور قوی الجسم، مناسب الاعضاء، چاق و چوبند، حاضر دماغ، پاکیزہ فطرت، با اخلاق، با کردار، متقی و پرہیز گار عالم دین اور محدث تھے۔ حبشی النسل ہونے کے باوجود آپ گورے چٹے تھے، دراز قد اور باوقار شخصیت کے مالک تھے۔

وہ اس بات کا شدت سے احساس رکھتے تھے کہ علم و عمل کے ذریعہ ہی اللہ تعالیٰ تک پہنچا جا سکتا ہے۔ تقویٰ اور گناہوں سے اجتناب سے ہی جنت ملتی ہے۔ آپ نے اکابر صحابہ کرامؓ کا زمانہ پایا اور ان سے بھرپور استفادہ کیا۔ جن صحابہ کرامؓ سے آپ نے قرآن و حدیث کا علم حاصل کیا ان میں حضرت ابو سعید خدریؓ، عدی بن حاتمؓ، ابو موسیٰ الاشعریؓ، ابو ہریرہؓ، عبداللہ بن عمرؓ، اور ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہؓ شامل ہیں۔ آپؒ کے خصوصی استاد حضرت عبداللہ بن عباسؓ تھے۔

مجاہدؒ کہتے ہیں کہ ابن عباسؓ نے سعید بن جبیرؒ سے کہا کہ حدیثیں سناؤ۔ سعیدؒ نے عرض کیا کہ میں! اور آپ کی موجودگی میں حدیثیں سناؤں۔ یہ تو ایسا ہوا جیسے آفتاب کے سامنے چراغ جلانا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا! نہیں! سناؤ

یہ تو اللہ کی نعمت ہے کہ تم میرے سامنے حدیثین بیان کرو اگر صحیح بیان کرو گے تو ٹھیک ہے اور اگر غلطی کرو گے تو میں اس کی تصحیح کروں گا۔ اس طرح سعید بن جبیرؒ کو ان تمام احادیث میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی سند حاصل ہوگئی۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ سعیدؒ بڑے ائمہ میں سے تھے۔ امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ آپ تفسیر، حدیث، فقہ، زہد و عبادت، اخلاق و تقویٰ اور جملہ کمالات اور اوصاف میں بڑے بڑے اماموں کے ہم پلہ اور جید تابعین میں سے تھے۔

حسن بن مسلمؒ فرماتے ہیں کہ سعید بن جبیرؒ حضرت ابن عباسؓ کے نابینا ہونے سے پہلے ان سے اتنے مسائل پوچھتے تھے کہ وہ سب لکھ نہیں پاتے تھے۔ جب وہ نابینا ہو گئے تو آپ نے لکھنا شروع کیا اور تمام مسائل لکھ لئے۔ حضرت ابن عباسؓ جب نابینا ہو گئے اور ان سے کوئی مسئلہ پوچھتا تھا تو آپ فرماتے تھے کہ سعید بن جبیرؒ سے پوچھ لیا کرو تمہیں میرے پاس آنے کی ضرورت نہیں۔ حضرت سعید بن جبیرؒ بہت مضبوط حافظہ کے مالک تھے۔

اہل کوفہ کو کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتا تو سعید بن جبیرؒ اسے لکھ لیا کرتے تھے اور پھر حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے پوچھ لیتے تھے۔ علم الفرائض میں آپ کو ملکہ حاصل تھا۔ ایک مرتبہ حضرت ابن عمرؓ کے پاس فرائض کا ایک مسئلہ آیا۔ آپؓ نے سائل سے کہا کہ ابن جبیرؒ کے پاس جاؤ وہ مجھ سے زیادہ علم الحساب جانتے

ہیں۔

سعید بن جبیرؒ کے پاس ایک انگوٹھی تھی جس پر نقش تھا ''**عزربی واقتدر**'' میرے رب نے مجھے عزت دی اور اقتدار بخشا۔ لیکن بعد میں آپ نے حضرت ابن عمرؓ کے کہنے پر اسے مٹوا دیا۔ آپ فرماتے تھے کہ مجھے حدیث بیان کرنا زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ میں اسے اپنے ساتھ قبر میں لے جاؤں۔

سعید بن جبیرؒ نے صحابہ کرام سے قرآن کی تفسیر اوراحادیث رسول ﷺ کا علم سیکھا۔ آپ کے بارے امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ روئے زمین میں اب ایسا کوئی عالم نہیں جو آپ کے علم وفہم سے بے نیاز ہو۔ علم کے حصول کے لئے حضرت سعید بن جبیرؒ نے مختلف اسلامی ممالک کے سفر کئے۔ علم حاصل کرنے کے بعد آپ نے کوفہ میں قیام کیا اوراوراس کو اپنے درس وتدریس کا مرکز بنایا۔

آپ بہت خوش الحانی سے قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ فجر کے بعد اشراق تک ذکر وفکر میں مشغول رہتے تھے۔ اس کے بعد ظہر تک درس وتدریس کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ آپ سال میں دو مرتبہ حرم شریف لے جاتے ایک دفعہ حج کے لئے اور ایک دفعہ عمرے کے لئے۔ آپ جب بھی مکہ مکرمہ تشریف لاتے تو علماء اور فقہاء کی بڑی تعداد آپ کی علمی مجالس میں شرکت کرتی۔ آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا نام ذکر اللہ ہے اور جس نے نافرمانی کی وہ غافل ہوگیا۔ حمادؒ فرماتے ہیں کہ سعید بن جبیرؒ نے خانہ کعبہ میں ایک رکعت میں

پورا قرآن ختم کیا۔ آپ فجر اور عصر کے بعد درس کی مجلس کیا کرتے تھے۔

ابو ہاشم ؒ سے روایت ہے کہ سعید بن جبیر ؒ جمعہ کے دن اپنے اوراد و وظائف بڑھا دیتے تھے۔ آپ جمعہ کے خطبہ کے دوران باتیں کرنے کو انتہائی برا سمجھتے تھے۔ غیبت کرنے اور سننے کو بہت برا سمجھتے تھے اور اس سے سخت پرہیز کرتے تھے۔

شیخ سعید بن جبیر ؒ جن دنوں کوفہ میں قیام پزیر تھے ان دنوں میں حجاج بن یوسف عراق کا گورنر تھا جس کی بد انتظامی کی وجہ سے لوگ بے حد پریشان تھے۔ وہ اپنے اقتدار کو برقرار رکھنے کے لئے وہ سب کچھ کر جاتا تھا جو دنیا پرست حکمران کیا کرتے ہیں۔ انہی ایام میں ملک میں انتشار پیدا ہو گیا۔ فوج میں بغاوت ہو گئی۔ ریاستیں اپنی اپنی خود مختاری کا اعلان کرنے لگیں۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ نے اپنی خلافت کا اعلان کر دیا تھا۔ اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان نے اپنے گورنر حجاج بن یوسف کو اس انتشار کی سرکوبی کے لئے مکہ مکرمہ پر حملہ کرنے اور حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ کو زندہ یا مردہ گرفتار کر کے حاضر کرنے کا حکم دیا۔ اس انسان نے مکہ مکرمہ پر فوج کشی کر دی۔ حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ حجاج بن یوسف کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ عبدالملک بن مروان کا پوری اسلامی سلطنت پر قبضہ ہو گیا۔ اس نے دوبارہ سب سے بیعت لینے کا اعلان کر دیا۔ لوگ سہمے ہوئے تھے اس لئے اکثریت نے اس کی بیعت قبول کر لی اور بہت سے لوگ جو بیعت نہیں کرنا چاہتے تھے وہ روپوش ہو گئے۔

حجاج بن یوسف سے اختلاف کرتے ہوئے اس کی فوج کے سپہ سالار عبدالرحمٰن بن اشعث نے بغاوت کر دی اور کوفہ پر قبضہ کر لیا۔ اس نے کوفہ کے محدثین، علماء وفقہاء کو جمع کیا اور حجاج بن یوسف کے ظلم کے خلاف مدد چاہی۔ جن علماء نے اس کی حمایت کا اعلان کیا ان میں حضرت سعید بن جبیرؒ، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰؒ، امام شعبیؒ اور ابوالبختریؒ شامل تھے۔ ان کے علاوہ عوام یک ایک بڑی تعداد اس کے ساتھ ہو گئی۔

حجاج بن یوسف نے عبدالرحمٰن بن اشعث کی فوج پر حملہ کر دیا، گھمسان کی جنگ ہوئی لیکن اس جنگ میں عبدالرحمٰن بن اشعث کو شکست ہوئی اور وہ جان بچا کر بھاگ گیا۔ کوفہ پر پھر ایک بار حجاج کا قبضہ ہو گیا۔ حجاج نے اعلان کروا دیا کہ جس جس نے میری بیعت توڑ کر خروج کیا ہے وہ دوبارہ میری بیعت کر لیں اور اس بات کا اقرار کریں کہ انہوں نے بیعت توڑ کر کفر کیا ہے۔ جو اس کی شرائط پوری نہ کریں انہیں گرفتار کر لیا جائے گا۔ اس اعلان کے بعد لوگوں کی اکثریت نے توبہ کی اور دوبارہ اس کی بیعت قبول کر لی۔ جس نے بیعت قبول نہیں کی وہ روپوش ہو گئے انہی میں حضرت سعید بن جبیرؒ بھی شامل تھے۔ آپ اسی روپوشی میں چھپتے ہوئے مکہ مکرمہ کے قریب ایک بستی میں چھپ گئے۔ آپ لوگوں سے اپنی پہچان چھپائے ہوئے تھے۔ مکہ مکرمہ میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت کے بعد عبدالملک بن مروان نے اپنا گورنر مقرر کر دیا جس کا نام خالد بن عبداللہ القشیری تھا۔ اس کے

کارندوں نے اسے بتایا کہ سعید بن جبیرؒ فلاں بستی میں چھپے ہوئے ہیں۔ اس نے اپنی فوج بھیج کر ان کو وہاں سے گرفتار کر لیا اور ان کو حجاج کے پاس روانہ کر دیا۔ حجاج ان کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور پھر ان کو قتل کروا دیا۔

آپ نے شہید ہونے سے پہلے دعا کی تھی کہ ''اے اللہ! اسے (حجاج بن یوسف کو) میرے بعد کسی اور پر مسلط نہیں کرنا کہ یہ کسی کو قتل کر سکے۔'' سعید بن جبیرؒ کو چمڑے کے ایک بڑے ٹکڑے پر لٹا کر ذبح کر دیا گیا۔ حجاج ان کی شہادت کے چند دنوں بعد پیٹ میں کیڑوں کی بیماری میں مبتلا ہو کر مر گیا۔

آپ کی شہادت شعبان ۹۴ھ میں ہوئی اس وقت آپ کی عمر مبارک ستاون (۵۷) سال تھی۔

حلیہ

آپ کا رنگ سیاہ اور داڑھی سفید تھی۔ آپ خضاب لگانا پسند نہیں کرتے تھے۔ آپ سفید عمامہ باندھا کرتے تھے۔ عموماً چادر اوڑھا کرتے تھے۔

۱۸ ۔ حضرت ابراہیم نخعیؒ

نام: ابراہیم بن یزید نخعیؒ

کنیت: ابوعمران

نسب: ابراہیم بن یزید بن اسود بن عامر بن ربیعہ بن حارثہ بن سعد بن مالک بن نخی نخعی۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ عراق کے نامور فقیہہ، محدث اور تابعی ہیں۔ آپ کو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ، حضرت انس بن مالک ؓ کے علاوہ متعدد صحابہ کرام ؓ کی زیارت کا شرف حاصل ہے۔ آپ نے اکثر صحابہ کرام ؓ سے اور تابعین میں علقمہ بن قیسؒ، مسروق بن اجدعؒ، اور اسود بن یزیدؒ سے احادیث روایت کی ہیں۔ حضرت ابراہیم نخعیؒ حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کی علمی مسند کے وارث ہوئے۔

آپ کو حافظ الحدیث کہا جاتا تھا۔ آپ درس کے دوران کبھی ستون سے ٹیک نہیں لگاتے تھے۔ آپ سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو صرف مسئلے کا جوب دیتے تھے اس سے زائد کوئی بات نہیں کرتے تھے۔ ایک مرتبہ لوگ حضرت سعید بن جبیرؒ کے گرد حلقہ بنائے بیٹھے تھے اور ان سے سوالات پوچھ رہے تھے اور وہ ان کے جواب دے رہے تھے۔ اچانک حضرت سعید بن جبیرؒ نے تعجب سے کہا! تم مجھ سے مسئلے پوچھ رہے ہو حالانکہ تم میں ابراہیم نخعیؒ موجود ہیں۔

آپ بہت عبادت گزار اور پرہیز گار تھے۔ تلاوت قرآن اور نوافل کا بہت اہتمام کیا کرتے تھے۔ آپ تقویٰ، زہد اور ورع میں بے مثال تھے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے تھے کہ میں نے امام حمادؒ کو کہتے سنا کہ جب میں ابراہیم نخعیؒ کو دیکھتا ہوں تو ان کی سیرت اور عادات کو دیکھنے والا ہر کوئی یہ کہتا ہے کہ ان کی خصلت اور سیرت حضرت علقمہ بن قیسؒ کی طرح ہے۔ جو حضرت علقمہ بن قیسؒ کو دیکھتا تو وہ کہتا کہ ان کی عادت وسیرت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی عادت وسیرت کی طرح ہے۔ اور جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو دیکھتا تو وہ کہتا کہ ان کی عادت وسیرت رسول اللہ ﷺ کی عادت وسیرت کی طرح ہے۔

(مسند امام اعظمؒ: ۳۱۰)

جب آپ کا آخری وقت قریب آیا تو آپ رونے لگے، آپ کے رخسار سے آنسو بہنے لگے تو کسی نے عرض کیا! اے ابوعمران! کیوں رو رہے ہو؟ فرمایا کہ میں کیوں نہ روؤں حالانکہ میں ملک الموت کا انتظار کر رہا ہوں اور معلوم نہیں کہ وہ مجھے جنت کی خوش خبری دے گا یا جہنم کی خبر دے گا۔ اس کے بعد یہ ورد کرتے رہے:

لا اله الا اللّٰه وحده لا شریک لهٗ له الملک و له الحمد

و هو علیٰ کل شئی قدیر

اسی کو پڑھتے پڑھتے آپ کی روح پرواز کر گئی۔

آپ کا انتقال ۹۵ھ یا ۹۶ھ میں کوفہ میں ہوا۔ اس وقت خلیفہ ولید بن عبدالملک کا دور تھا۔

آپ کے انتقال پر حضرت امام شعبیؒ نے فرمایا! حدیث وفقہ کا سب سے بڑا عالم دنیا سے چلا گیا۔

۱۹ ۔ امام قاسم بن محمد بن ابی بکرؒ

حضرت قاسم بن محمدؒ جلیل القدر محدث، فقیہہ اور تابعی ہیں۔ آپ کے والد محمد بن ابوبکرؓ اور دادا حضرت صدیق اکبرؓ ہیں۔ آپ کی والدہ ایران کے بادشاہ یزدگرد کی صاحبزادی تھیں اور آپ کی پھوپھی ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ تھیں۔ آپ امام جعفر صادقؒ کے نانا تھے۔ آپ علم وتقویٰ کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ آپ کا شمار مدینہ منورہ کے '' فقہاء سبعہ ''میں ہوتا تھا۔ آپ کا نسب اس طرح ہے: قاسم بن محمد بن ابوبکر عبداللہ بن عثمان بن عامر بن عمر بن کعب بن سعد بن تیم بن مرہ۔ آپ کی اولاد میں عبدالرحمٰنؒ، ام فروہؒ اور ام الحکیمؒ تھیں۔ ام فروہؒ امام جعفر صادقؒ کی والدہ تھیں۔

آپ کی پیدائش حضرت عثمان غنیؓ کے دور خلافت کے آخری زمانے میں ہوئی جب اسلامی مملکت میں منافقین اور فسادیوں کی کاروائیاں عروج پر تھیں۔ ملک کے نظام کو درہم برہم کرنے کی بھرپور کوششیں کی جارہی تھیں۔ انہی ہنگاموں میں تیسرے خلیفہ راشد سیدنا عثمان بن عفانؓ کی مظلومانہ شہادت کا واقعہ پیش آیا۔

اس زمانے میں امام قاسم بن محمدؒ کے والد محمد بن ابوبکرؓ مصر کے گورنر تھے انہیں حضرت عثمانؓ نے نامزد کیا تھا۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد جب حضرت علی المرتضیٰؓ خلیفہ بنے تو اس وقت شام کے گورنر حضرت امیر معاویہؓ نے

چند وجوہات کی بنیاد پر حضرت علیؓ کی بیعت کرنے سے انکار کردیا تھا۔ اسی انتشار میں مصر میں حضرت محمد بن ابوبکرؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کی فوجوں میں جنگ ہوئی اور اس میں حضرت محمد بن ابوبکرؓ شہید کردئے گئے۔

حضرت محمد بن ابوبکرؓ کی مصر میں گورنری کے زمانے میں جب مدینہ میں زیادہ انتشار پھیلنے لگا تو کمسن قاسم بن محمدؒ اور ان کی چھوٹی بہن کو ان کے والد کے پاس مصر بھیج دیا گیا۔ لیکن وہاں ان کے والد کی شہادت کے بعد ان کو واپس مدینہ منورہ بلوالیا گیا۔

امام قاسم بن محمدؒ فرماتے ہیں کہ جب میرے والد مصر میں شہید ہوگئے تو میرے چچا عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ مجھ کو اور میری چھوٹی بہن کو مدینہ منورہ لے آئے۔ ہماری پھوپھی صاحبہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے ہمیں اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ سے گود لے لیا اور ان کے گھر میں ہماری پرورش ہونے لگی۔ ہمیں اپنی زندگی میں اپنے ماں باپ شفقت نہیں مل سکی۔ ہماری پھوپھی صاحبہ ہمیں اپنے ہاتھوں سے کھانا کھلاتی پلاتی تھیں اور جو بچتا تھا وہ خود کھاتی تھیں۔ ہمارے کھیل کود، سونے جاگنے، کھانے پینے کے اوقات مقرر تھے۔ پھوپھی صاحبہ گھر کا سب کام خود کرتی تھیں اور ہمیں اپنی یتیمی کا احساس تک نہیں ہوتا تھا۔ جب ہم تھوڑے بڑے ہوئے تو ہماری تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دیتی تھیں۔ قرآن کریم، احادیث

مبارکہ اور اخلاقیات کی تعلیم کا خصوصی اہتمام ہوتا تھا۔ مجھے کم عمری میں قرآن کی تلاوت اور احادیث نبوی ﷺ پر عبور حاصل ہو گیا تھا۔ جب ہم اور بڑے ہوئے اور شعور کی عمر کو پہنچے تو ہمارے چچا ہمیں اپنے گھر لے آئے اور ہم ان کے خاندان کے افراد میں شامل ہو گئے۔

امام قاسم بن محمد ؒ نے اپنے والد محمد بن ابو بکر ؓ اور اپنی پھوپھی حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے احادیث مبارکہ کا اچھا خاصہ ذخیرہ زبانی یاد کر لیا تھا۔ مسجد نبوی میں صحابہ کرام ؓ کے بڑے بڑے علمی حلقے جاری رہتے تھے جن میں امام قاسم ؒ شوق سے شریک کرتے تھے اور احادیث نبوی حفظ کرتے تھے۔ جن صحابہ کرام کے درس میں آپ شرکت کیا کرتے ان میں حضرت ابو ہریرہ ؓ، حضرت عبداللہ بن عمر ؓ، حضرت عبداللہ بن عباس ؓ، حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ، حضرت عبداللہ بن جعفر ؓ، حضرت عبداللہ بن خباب ؓ، حضرت رافع بن خدیج ؓ، حضرت امیر معاویہ ؓ، فاطمہ بنت قیس ؓ اور حضرت اسلم ؓ مولیٰ عمر بن خطاب ؓ شامل ہیں۔ آپ ان کے ذریعے اس علم سے مستفیض ہوتے جو انہوں نے براہ راست رسول اللہ ﷺ سے حاصل کیا تھا۔

آپ نے بہت جلد علم حدیث میں اپنا مقام بنا لیا۔ آپ امام الحدیث کے لقب سے پکارے جانے لگے۔ یہ لقب صرف اسی کو ملتا تھا جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا سب سے بڑا عالم ہو۔ امام قاسم بن محمد ؒ کی علمی شہرت دور دراز کے

ممالک تک پھیل گئی۔ علم حدیث کے طالبین اور شوقین جن میں بڑے بڑے محدثین شامل تھے آپ کے پاس حاضر ہوکر احادیث مبارکہ سیکھتے تھے۔ مسجد نبوی میں آپ کی درس کی مسند اس جگہ لگتی تھی جہاں بیٹھ کر حضرت عمر فاروقؓ درسِ حدیث دیا کرتے تھے۔ محمد بن عمرؒ سے روایت ہے کہ قاسم بن محمدؒ اور سالم بن عبداللہؒ کی مسجد نبوی ﷺ میں ایک ہی مجلس ہوا کرتی تھی۔ ان دونوں کے بعد عبدالرحمٰن بن قاسمؒ اور عبید اللہ بن عمرؒ وہاں بیٹھ کر درس دیا کرتے تھے۔ ان کے بعد امام مالک بن انسؒ اس جگہ بیٹھتے تھے۔ یہ جگہ قبر مبارک اور منبر کے درمیان حضرت عمرؓ کی کھڑکی کے سامنے تھی۔

خلیفۂ وقت اور گورنر بھی مشکل معاملات کے حل کے لئے آپ کے پاس مشورہ کے لئے حاضر ہوا کرتے تھے۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا کہ اگر مجھے اختیار ہوتا تو میں قاسم بن محمدؒ کو اپنے بعد خلیفہ نامزد کرتا۔ ابن عونؒ فرماتے ہیں کہ قاسم بن محمدؒ حدیث کو اس کے تمام پہلوؤں سے روایت کرتے تھے۔

امام قاسم بن محمدؒ فرماتے تھے کہ انسان پر جو کچھ اللہ نے فرض کیا ہے اس کے جاننے کے بعد اس کا جاہل رہنا اس بات سے بہتر ہے کہ وہ ایسی بات کرے جس کا اس کو علم نہیں۔

آپ کے شاگردوں میں امام شعبیؒ، سالم بن عبداللہؒ، امام زہریؒ، امام اعظم ابو حنیفہؒ، اور بے شمار تابعین اور تبع تابعین شامل ہیں۔ آپ زیادہ تر

خاموش رہتے تھے اور احادیث کم روایت کرتے تھے۔ زیادہ تر وقت عبادت الٰہی میں گزارتے تھے۔ آپ سے جن حضرات نے احادیث روایت کی ہیں ان میں آپ کے بیٹے عبدالرحمٰنؒ، امام زہریؒ، ابن المنکدرؒ، ربیعہ رائیؒ، افلح بن حمیدؒ، حنظلہ بن ابی سفیانؒ، اور ایوب سختیانیؒ شامل ہیں۔ آپ سے دوسو کے قریب احادیث مروی ہیں۔

خلیفہ ولید بن عبدالملک کے زمانے میں جب عمر بن عبدالعزیزؒ مدینہ منورہ کے گورنر تھے تو مسجد نبوی کی توسیع کا کام شروع ہوا جس میں بہت سے حساس فیصلے لینے تھے جن میں امہات المومنین کے حجروں کو مسجد نبوی ﷺ میں شامل کرنا تھا اس کے بغیر توسیع ممکن نہیں تھی۔ گورنر عمر بن عبدالعزیزؒ نے حضرت قاسم بن محمدؒ اور سالم بن عبداللہ بن عمرؒ کے بھرپور تعاون سے اس کام کی تکمیل کی۔

امام قاسم بن محمدؒ تقویٰ، پرہیزگاری اور اتباع سنت میں اپنے دادا حضرت ابوبکر صدیقؓ سے بے حد مشابہت رکھتے تھے۔ آپ چاندی کی انگوٹھی پہنتے تھے جس پر ان کا نام کندہ تھا۔ آپ مونچھیں رکھتے تھے اور اس کو شرعی طور پر کترتے رہتے تھے۔ آپ مہندی کا استعمال نہیں کرتے تھے۔ سر اور داڑھی میں تیل لگایا کرتے تھے۔

امام قاسم بن محمدؒ نے ستر (۷۰) سال کی عمر پائی۔ آخری عمر میں آپ بینائی سے محروم ہوگئے تھے لیکن آپ اپنے معمول کے مطابق بیت اللہ کی زیارت کو

جاتے تھے۔ مکہ مکرمہ کے سفر کے دوران ہی موت کا پیام آ گیا اور آپ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ آپ نے اپنے بیٹے کو وصیت کی کہ مجھے نئے کپڑوں میں کفن نہیں دینا۔ آپ کے استعمال کی پرانی چادروں میں آپ کو کفن دیا گیا۔ آپ نے یہ وصیت بھی کی کہ میری قبر "لحد" بنانا یعنی بغلی قبر جیسی رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بنائی گئی تھی۔

آپ کا انتقال ۱۰۱ھ یا ۱۰۶ھ میں ہوا۔

۲۰ ۔ امام عامر بن شرجیل شعبی ؒ

آپ کا نام عامر بن شرجیل اور کنیت ابو عمر تھی۔ قبیلہ شعبی سے نسبت کی وجہ سے شعبی کہلاتے تھے۔ اس نسبت کی شہرت نے لقب کی حیثیت اختیار کر لی تھی۔ آپ کا نسب اس طرح ہے: بنی حسان بن عمرو بن قیس بن معاویہ بن جشم بن عبد شمس بن وائل بن غوث بن قطن بن عرب۔ آپ کے آباؤ اجداد کا تعلق یمن کے حمیری خاندان سے تھا۔

امام ابو عمرو عامر بن شرجیل شعبی ؒ حضرت عمر فاروق ؓ کے دورِ خلافت میں ۱۹ھ میں عراق کے شہر کوفہ میں پیدا ہوئے۔ آپ جڑواں پیدا ہوئے تھے اس لئے بہت کمزور تھے لیکن مستقبل میں آپ اپنے علم اور فہم میں اور قوتِ حافظہ میں انتہائی مضبوط تھے۔ آپ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ نے پانچ سو صحابہ کرام ؓ کا دیدار کیا تھا۔ یہی وہ بزرگ ہستی ہیں جنہوں نے امام ابو حنیفہ ؒ کو علم دین کی طرف راغب کیا تھا۔ آپ نے جن صحابہ کرام ؓ سے احادیث روایت کی ہیں ان میں حضرت علی المرتضیٰ ؓ، سعد بن ابی وقاص ؓ، زید بن ثابت ؓ، عبادہ بن صامت ؓ، ابو موسیٰ الاشعری ؓ، ابو سعید خدری ؓ، نعمان بن بشیر ؓ، عدی بن حاتم ؓ، حضرت عمران بن حصین ؓ، حضرت جریر بن عبداللہ ؓ، حضرت ابو ہریرہ ؓ، حضرت عبداللہ بن عباس ؓ، حضرت عبداللہ بن عمر ؓ، حضرت مغیرہ بن شعبہ ؓ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ شامل ہیں۔

آپ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی خدمت میں آٹھ ماہ مستقل قیام کیا اور ان سے قرآن وحدیث کی تعلیم حاصل کی۔ ان کے علاوہ آپ نے تابعین کی ایک بڑی جماعت سے احادیث کا سماع کیا۔

اپنے وقت میں امام زہریؒ نے ایک دفعہ فرمایا! عالم صرف چار ہیں۔ مدینہ میں سعید بن مسیّبؒ، بصرہ میں حسن بصریؒ، شام میں مکحولؒ اور کوفہ میں شعبیؒ۔ امام شعبیؒ اعلیٰ درجہ کے فقیہہ اور مفتی تھے۔ امام ابن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ امام شعبیؒ صحابہ کرامؓ کی کثیر تعداد کے سامنے فتویٰ دیا کرتے تھے۔ امام حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام شعبیؒ کے علم وعمل جیسا کسی کو نہیں دیکھا، آپ اسلام کے روشن مینار ہیں۔

امام شعبیؒ سے جن حضرات نے روایات لی ہیں ان میں اسماعیل بن ابی خالدؒ، اشعث بن سواءؒ، داؤد بن ابی ہندؒ، زکریہ بن ابی زائدہؒ، مجالد بن سعید اعمشؒ، امام ابوحنیفہؒ، ابن عونؒ، یونس بن ابی اسحاقؒ، سری بن یحیٰیؒ، شامل ہیں۔

امام شعبیؒ کوفہ میں رہتے تھے لیکن آپ کی دلی تمنا اور آرزو یہ تھی کہ علم حاصل کرنے کے لئے مدینہ منورہ جائیں۔ جہاں صحابہ کرامؓ کی ایک بڑی تعداد موجود تھی اور اس وقت اسلام کا مرکز تھا۔ چنانچہ آپ کم عمری میں مدینہ منورہ تشریف لے آئے اور کم وبیش پانچ سو صحابہ کرامؓ کی زیارت اور ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ آپ جو حدیث ایک مرتبہ سن لیتے تھے پھر اس کو کبھی بھولتے نہیں تھے۔

علم کی عظمت وشان میں اپنے ساتھیوں سے کہا کرتے تھے کہ اگر کوئی شخص صرف ایک حدیثِ رسول کے لئے ملک شام سے ملک یمن تک سفر کرتا ہے تو اس کا یہ دور دراز کا سفر ضائع نہیں ہوا۔ عاصم احوالؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام شعبیؒ سے بڑھ کر اہل کوفہ، اہل بصرہ اور اہل حجاز کی حدیث جاننے والا کوئی نہیں دیکھا۔ ابن ابی لیلیٰؒ فرماتے ہیں کہ امام شعبیؒ فن حدیث کے ماہر ہیں۔ امام ابراہیم نخعیؒ آپ کو فقہ کا ماہر مانتے تھے، جو مسئلہ ان کو معلوم نہ ہوتا ان سے پوچھ لیتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ میں نے بیس سال کے عرصہ میں کسی سے کوئی ایسی نئ حدیث نہیں سنی جس سے میں بیان کرنے والے سے زیادہ واقف نہ ہوں۔ آپ حدیث قبول کرنے میں بہت محتاط تھے۔ آپ صرف انہی بزرگوں سے حدیث لیتے تھے جو عقل وفہم، تقویٰ اور دیانت میں اچھے شہرت رکھتے تھے اور سیرت وکردار کے اعتبار سے ان پر بھروسہ کیا جاسکتا تھا۔ آپ محدث ہونے کے ساتھ ساتھ فقیہہ بھی تھے۔ اتنے بڑے امام ہونے کے باوجود آپ فرماتے تھے کہ کاش میں اس علم سے برابر سرابر چھوٹ جاتا، نہ مجھ سے مواخذہ ہوتا اور نہ مجھے اس کا صلہ ملتا۔

آپ کے پاس قرآن وحدیث کے علوم کا ذخیرہ تھا اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ شعر وشاعری میں میں نے بہت کم حصہ پایا۔ اس کے باوجود فرماتے ہیں کہ اگر ایک ماہ تک میں اپنے اشعار سناؤں تو سنا سکتا ہوں اس میں ہر شعر نیا ہوگا کوئی شعر دوبارہ نہیں آئے گا۔

تابعین میں آپ کا اتنا بلند مقام ہے کہ آپ ''علامۃ التابعین'' کے لقب سے مشہور تھے۔ امام ابن سیرین ؒ نے اپنے شاگردوں سے فرمایا! امام شعبیؒ کو لازم پکڑو اس لئے کہ میں نے ان کو بہت سے صحابہ کرام ؓ کی موجودگی میں فتویٰ دیتے دیکھا ہے۔

(تذکرۃ الحفاظ: ج ا ص ۶۴)

شہر کوفہ کی جامع مسجد میں آپ درس دیا کرتے تھے، شاگردوں کی تعداد اتنی زیادہ ہوتی تھی کہ باری باری ایک ایک جماعت آتی تھی اور تعلیم حاصل کر کے جاتی تھی۔

ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ امام شعبیؒ کے پاس سے گزرے تو آپ مغازی کا درس دے رہے تھے۔ حضرت ابن عمر ؓ ان کا درس سن کر کہنے لگے کہ میں خود ان جنگوں میں شریک رہا ہوں۔ لیکن ان جنگوں کے حالات یہ مجھ سے زیادہ جاننے والے ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ: ج ا ص ۶۶)

عہد بنو امیہ میں آپ مختلف عہدوں پر مامور رہے۔ حجاج نے آپ کو قبیلہ کا امام بنایا تھا۔ سرکاری وفود میں آپ کو خلیفہ کے پاس بھیجا جاتا تھا۔ آپ کے فہم و تدبر کی وجہ سے خلیفہ عبدالملک بن مروان بعض اہم خدمات آپ کے سپرد کرتا تھا اور سفیر بنا کر مختلف علاقوں میں بھیجتا تھا۔

ایک دفعہ آپ کا روم کے بادشاہ کے پاس جانا ہوا۔ بادشاہ سے بات چیت کے دوران وہ آپ کے فہم اور ذہانت سے بے حد متاثر ہوا اور غور کر کے کہنے لگا کہ کیا

عرب کے بدوؤں میں بھی ایسے قابل ترین افراد ہوا کرتے ہیں۔ اس نے انہیں اپنے پاس مزید روک لیا اور ان سے مفید مشورے لیتا رہا۔

اموی حکومت سے آپ کے تعلقات زیادہ عرصہ خوش گوار نہ رہے۔ آپ حکومتی عہدے سے دست بردار ہو گئے۔ جب حجاج بن یوسف کے خلاف ابن اشعث نے بغاوت کی تو آپ نے اس کا ساتھ دیا۔آپ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے عہد خلافت میں کوفہ کے قاضی کے منصب پر فائز رہے۔

آپ کے مزاج میں تواضع اور انکساری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، آپ بحث اور مناظرے کو ناپسند کرتے تھے اور اس سے دور رہتے تھے۔ فضول باتوں سے سخت پرہیز کرتے تھے۔ ایک شخص نے سیدنا عثمان غنیؓ اور سیدنا علی المرتضیٰؓ کے اختلاف کے بارے میں سوال کیا کہ ان میں کون حق پر تھے۔ آپ نے فرمایا! قیامت کے دن مجھ سے اس بارے میں نہیں پوچھا جائے گا میں خواہ مخواہ کیوں کسی ایک کے مقابل بن کر اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوؤں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے حد ضبط وتحمل سے نوازا تھا۔ ایک دفعہ کسی شخص نے آپ کو سب کے سامنے برا بھلا کہا تو آپ خاموشی سے سنتے رہے جب وہ کہہ چکا تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں ایسا ہی ہوں جیسا تم نے کہا تو اللہ تعالیٰ میری مغفرت فرمائے اور اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تمہاری مغفرت فرمائے۔ آپ کے اس صبر وتحمل پر وہ شخص رو پڑا اور آپ سے معافی مانگنے لگا اور سچی توبہ کرنے لگا۔

آپ ایسی محافل میں جانے سے گریز کرتے تھے جہاں انہیں تحفے تحائف ملنے کی امید ہوتی تھی۔ آپ فرماتے تھے کہ خاموشی میں سلامتی ہے اور سننے سے علم زیادہ ہوتا ہے، کان کا فائدہ خود آدمی کو ملتا ہے اور زبان کے فائدے دوسروں کو ہوتے ہیں۔

امام شعبیؒ فرماتے تھے کہ فقیہہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے بچتا رہے، عالم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھتا ہو، تم لوگوں کو چاہیئے کہ کم استعداد، شر پسند اور جاہل عبادت گزاروں سے بچتے رہو۔ صرف قرآن و حدیث اور اصحابِ رسول سے واسطہ رکھو اور کسی حال میں قرآن و حدیث کو نہ چھوڑو۔

آپ جب مجلس سے اٹھتے تو یہ کہا کرتے کہ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اس کے بندے اور رسول ہیں، میں گواہی دیتا ہوں کہ دین وہی ہے جیسا کہ محمد (ﷺ) کی شریعت، میں گواہی دیتا ہوں کہ اسلام وہی ہے جس کا وصف قرآن نے بیان کیا، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کی کتاب قرآن ویسا ہی ہے جیسا نازل ہوا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حق بالکل ظاہر اور روشن ہے۔

آپ نے اسی (۸۰) سال کی عمر میں ۱۰۳ھ میں وفات پائی۔

۲۱ ۔ مجاہد بن جبیرؒ

آپ کا نام مجاہد اور کنیت ابوالحجاج تھی۔ آپ قیس بن مخزومی کے غلام تھے جن کا تعلق مکہ مکرمہ کے قبیلہ بنو مخزوم سے تھا۔ آپ کی پیدائش ۲۱ھ میں مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ یہ زمانہ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت کا تھا۔

آپ نے تفسیر القرآن کا علم حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے حاصل کیا۔ آپ نے ان سے تیس مرتبہ قرآن کریم کا دورہ کیا۔ اس محنت اور تحقیق کے ساتھ کہ ایک ایک سورۃ پر رک رک کر شانِ نزول اور اس میں مضامین کی تفصیل معلوم کرتے تھے۔ خصیفؒ کا بیان ہے کہ مجاہدؒ تفسیر کے بہت بڑے عالم تھے۔ محدث قتادہؒ فرماتے ہیں کہ اس وقت کی باقیات صالحات میں مجاہدؒ تفسیر کے سب سے بڑے عالم اور قرآن کے قاری ہیں۔

حدیث میں آپ بہت مشہور حافظ الحدیث ہیں۔ امام ذہبیؒ، ابن سعدؒ اور امام نوویؒ نے آپ کو حافظ الحدیث کہا ہے۔ عبداللہ بن عمرانؒ آپ کے حفظ کے اتنے معترف تھے کہ فرماتے تھے کہ کاش نافعؒ کا حفظ بھی آپؒ کی طرح ہوتا۔

آپؒ نے جن بزرگوں سے حدیث کا علم سیکھا اور ان سے روایات کیں ان میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، سعد بن ابی وقاصؓ، علی المرتضیٰؓ، ابوہریرہؓ، ابوسعید الخدریؓ، ام ہانیؒ، عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن عباس شامل

ہیں۔

آپ کے مشہور شاگردوں میں قتادہ بن دعامہؒ، حکیم بن عتبہؒ، عمر بن دینارؒ، امام اعمشؒ، منصور ایوبؒ، ابن عونؒ اور عمیر بن دینار قابل ذکر ہیں۔

امام مجاہدؒ علم دین کو کبھی بھی دنیاری منفعت کا ذریعہ نہیں بناتے تھے۔ مسلمہ بن کہیلؒ فرماتے ہیں کہ عطاء بن رباحؒ، طاؤس بن کیسانؒ اور مجاہد کے علاوہ میں نے کسی کو نہیں پایا کہ جس کے علم حاصل کرنے کا مقصد خالصتاً اللہ کی رضا ہو۔ (تہذیب التہذیب)

آپ نے '' تفسیر مجاہد '' کے نام سے قرآن کی تفسیر لکھی ہے جو دو جلدوں میں موجود ہے۔ علماء کے لئے بہترین تفسیر ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے چھ اور کتابیں حدیث کے علوم پر لکھی ہیں۔ حدیث کے ساتھ ساتھ آپؒ فقہ کے بھی بہت بڑے عالم تھے۔ امام شافعیؒ نے آپ سے فقہ کے اصول سیکھے تھے۔

حضرت سفیان ثوریؒ اور امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ حدیث کو سمجھنے کے لئے مجاہدؒ کی تشریح کافی ہے۔ ایسے ہی الفاظ امام احمد بن حنبلؒ نے آپ کی تفسیر قرآن کے بارے میں فرمائے ہیں۔

ابن جریجؒ فرماتے ہیں کہ مجاہد کی بیان کردہ احادیث میرے نزدیک میرے اہل وعیال اور مال ودولت سے زیادہ عزیز ہیں۔

آپؒ نے اس لشکر میں شرکت کی تھی جو مسلمہ بن عبدالملک کی سربراہی میں قسطنطنیہ فتح کرنے گیا تھا۔ آپ نے علم کے حصول کے لئے مصر اور عراق کے سفر کئے اور وہاں کے بڑے بڑے محدثین سے علم حدیث حاصل کیا۔ آپ نے کوفہ میں کافی عرصہ گزارا۔ آپ عبداللہ بن عمرؓ کے خاص شاگردوں میں سے تھے۔ عبداللہ بن عمرؓ آپ کے استاد ہونے کے باوجود آپ کی عزت واحترام کی وجہ سے آپ کی خدمت کیا کرتے تھے۔ وہ بہت شرمیلی اور سادہ طبیعت کے حامل تھے لیکن جب خطاب کرتے تھے تو لوگوں کو بے حد متاثر کرتے تھے۔ جب آپ بولتے تو ایسا محسوس ہوتا کہ آپ کے منہ سے موتی جھڑ رہے ہیں۔ آپ فرماتے تھے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے مجھے نصیحت کی ہے کہ دنیا میں اس طرح رہو جیسے کوئی مسافر ہوتا ہے۔

آپ کی وفات (۸۳) تراسی برس کی عمر میں ۱۰۳ھ میں ہوئی۔ آپ عین سجدہ کے حالت میں مکہ مکرمہ میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔

بعض مورخین نے آپ کی عمر ۸۰ سال اور تاریخ وفات ۱۰۴ھ بھی لکھی ہے۔

۲۲ ۔ ابو بردہؒ

آپ کا نام عامر اور کنیت ابو بردہ تھی۔ آپؒ حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ کے صاحبزادے ہیں۔ آپ حضرت جعفر صادقؒ کے قافلہ کے ساتھ مدینہ منورہ تشریف لائے تھے۔ آپ کے والد نے آپ کو حضرت عبداللہ بن سلامؓ کے پاس تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیجا۔

آپ کثیر الحدیث عالم تھے۔ آپ نے جن شیوخ سے احادیث پڑھیں ان میں آپ کے والد ابو موسیٰ الاشعریؓ، حضرت علی المرتضیٰؓ، حضرت زبیر بن عوامؓ، حضرت حدیفہ بن یمانؓ، حضرت عبداللہ بن سلامؓ، اور حضرت ابو ہریرہؓ شامل ہیں۔ آپ قاضی شریح کے بعد کوفہ کے قاضی بنے۔

جن حضرات نے آپ سے احادیث روایت کی ہیں ان میں آپ کے بیٹے بلال الامیرؒ، آپ کے پوتے برید بن عبداللہؒ، ثابت بناتیؒ، قتادہ بن دعامہؒ، بکیر بن الاشجؒ، ابو اسحاق شیبانیؒ اور کئی دوسرے حضرات شامل ہیں۔

آپ سود اور حرام کمائی سے بے حد اجتناب کرتے تھے۔ آپ بیت المال کے افسر تھے۔

آپ کی وفات ۱۰۴ھ میں ہوئی۔

۲۳ ۔ امام طاؤس بن کیسانؒ

امام طاؤس بن کیسانؒ یمن کے باشندے تھے۔ آپ کے آباؤ اجداد ایران سے یمن آئے تھے۔ آپ کا شمار کبار محدثین میں ہوتا تھا۔ آپ کی کنیت ابوعبدالرحمٰن تھی۔ محمد بن عمرو سے مروی ہے کہ طاؤس بن کیسانؒ بحیر بن ریسان الحمیر ی کے آزاد کردہ غلام تھے اور جند میں رہتے تھے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں کہ آپ علم و عمل کے لحاظ سے بڑے علماء میں شمار کیئے جاتے ہیں۔ علم حدیث اور فقہ میں آپ کی ممتاز حیثیت تھی۔ آپ نے پچاس سے زائد صحابہ کرامؓ سے ملاقات کی اور ان سے احادیثِ رسول کا سماع کیا لیکن سب سے زیادہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے علمی استفادہ کیا۔ آپ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے بھی خاص شاگردوں میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کے علاوہ آپ نے زید بن ثابتؓ، ابو ہریرہؓ، زید بن ارقمؓ اور ام المومنینؓ سے بھی علمی استفادہ کیا ہے۔ آپ خواب کی تعبیر کا علم بھی جانتے تھے۔ آپ کو یمن کا ابن سیرین کہا جاتا تھا۔

آپ سے جن حضرات نے احادیث نقل کی ہیں ان میں آپ کے بیٹے عبداللہؒ، امام زہریؒ، ابراہیم بن میسرہؒ، ابوزبیر مکیؒ، عبداللہ بن ابی نجیحؒ، اور حنظلہ بن ابی سفیانؒ شامل ہیں۔

محدث ابن حبانؒ فرماتے ہیں کہ امام طاؤس بن کیسانؒ یمن کے عبادت گزار بزرگوں میں سے تھے۔ نماز کے اتنی پابند تھے کہ بستر مرگ پر بھی کھڑے کھڑے نماز ادا کی۔ آپ نے چالیس حج کیئے۔ آپ طواف کے دوران

کسی سے بات نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ طواف نماز کی طرح ہے۔ آپ کی زندگی آسائشوں اور دنیاوی لذات سے بہت دور تھی۔ حکمرانوں اور امیر لوگوں سے بہت دور رہتے تھے اور ان کا نذرانہ قبول نہیں کرتے تھے۔

امام طاؤس بن کیسانؒ نے طویل عمر پائی۔ لیکن بڑھاپے میں بھی آپ کے علم وعمل میں کمی نہیں آئی۔ عقل وفہم اور حاضر جوابی، یادداشت ایسے ہی مضبوط تھی جیسے جوانی میں تھی۔ آپ کو اہل یمن کا شیخ اور مفتی کہا جاتا تھا۔

حضرت عطاء بن رباحؒ فرماتے ہیں کہ ایک دن طاؤسؒ ان کے پاس آئے اور فرمایا! اے عطاء! خبردار! ایسے شخص کے سامنے اپنے ضروریات پیش کرنے سے بچنا جو تمہارے لئے اپنا دروازہ بند کردے اور تمہارے اور اپنے درمیان پردہ ڈال دے۔ تم پر لازم ہے کہ اپنی ضروریات کو اس سے طلب کرو جس کا دروازہ قیامت تک تمہارے لئے کھلا ہے جس نے تم سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ تم اس سے دعا کرو، اس سے مانگو اور اس نے تم سے وعدہ کیا ہے کہ وہ تمہاری دعا قبول کرے گا۔

سنہ ۱۰۶ھ بمطابق ۷۲۵ء میں حج کے موسم میں آپ کا چالیسواں حج تھا، یوم عرفہ سے دو روز پہلے حالتِ احرام میں آپ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ آپ کے جنازے میں اتنا ہجوم تھا کہ چلنا مشکل ہو گیا تھا۔ ہزاروں حاجیوں نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی اور تدفین کی۔ آپ کی نماز جنازہ خلیفہ وقت ہشام بن عبدالملک نے پڑھائی وہ حج کے لئے آیا ہوا تھا۔ وفات کے وقت آپ کی عمر مبارک ننانوے سال کی تھی۔

۲۴ ۔ سالم بن عبداللہ ؒ

آپ کا نام سالم بن عبداللہ اور کنیت ابوعمرو یا ابوعمیر تھی۔ آپ قریش کے مشہور قبیلہ بنو عدی سے تعلق رکھتے تھے۔

آپ کا نسب اس طرح ہے: سالم بن عبداللہ بن عمر بن خطاب بن نوفل بن عبدالعزیٰ بن رباح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوٴی۔ آپ کی والدہ ام الولد تھیں۔

آپ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ کے صاحبزادے تھے۔ مدینہ منورہ کے مشہور فقیہہ تھے۔ آپ نے اپنے والد عبداللہ بن عمر ؓ سے، حضرت ابوہریرہ ؓ اور رافع بن خدیج ؓ، حضرت سفینہ ؓ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے دینی علم حاصل کیا۔ تابعین میں حضرت سعید بن مسیّب ؒ سے احادیث پڑھی ہیں۔ تابعین کی جماعت میں آپ کا نمایاں مقام تھا۔ آپ اپنے زمانے کے صلحاء و عابدین میں بے مثال اور زہد و تقویٰ اور علم و فضل میں بہت اونچے مقام پر تھے۔ آپ کا شمار ثقہ راویوں میں ہوتا ہے۔

آپ کے شاگردوں میں عمرو بن دینار ؒ، امام زہری ؒ، صالح بن کیسان ؒ، موسیٰ بن عقبہ ؒ اور حنظلہ بن ابی سفیان ؒ شامل ہیں۔

حافظ ذہبی ؒ فرماتے ہیں کہ سالم ؒ فقیہ، حجت ہیں اور ان کی ذات علم و عمل اور زہد و تقویٰ جیسے صفات کا مجموعہ تھی۔ آپ تفسیر، حدیث، فقہ اور دیگر فنون میں

یکساں مہارت رکھتے تھےلیکن احتیاط کی وجہ سے قرآن کی تفسیر بیان نہیں کرتے تھے۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ سالم بن عبداللہؒ کے زمانے میں گذشتہ صالحین سے علاوہ آپ سے زیادہ زہد، فضل اور سادہ زندگی گزارنے والا کوئی اور نہیں۔ عبداللہ بن مبارکؒ آپ کو مدینہ کے فقیہہ کہتے تھے۔

میمون بن مہرانؒ فرماتے ہیں کہ سالمؒ اخلاق و عادات اور سادہ زندگی بسر کرنے میں اپنے والد عبداللہ بن عمرؓ کے نقش قدم پر چلتے تھے۔ اپنا سودا سلف خود خریدتے تھے اور منڈی میں تجارتی کاروبار کرتے تھے۔ آپ امراء کے تحفے تحائف قبول نہیں کرتے تھے نہ ان سے اپنی کسی خواہش کا ذکر کرتے تھے۔ آپ مونچھیں بالکل صاف نہیں کرتے تھے بلکہ کترواتے رہتے تھے۔ آپ سر پر سفید عمامہ باندھتے تھے۔

حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں جب ایران فتح ہوا تو ایران کے بادشاہ یزدگرد کی تین بیٹیاں گرفتار ہوکر آئیں۔ حضرت عمر نے ایک کا نکاح حضرت حسین بن علیؓ سے کیا، دوسری کا نکاح حضرت محمد بن ابوبکرؒ سے اور تیسری کا نکاح اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کیا۔ حضرت سالمؒ انہی کی اولاد ہیں۔

آپ کا انتقال ذی الحجہ ۱۰۶ھ میں مدینہ منورہ میں ہوا۔ ہشام بن عبدالملک نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کی نماز جنازہ لوگوں کی کثرت کی وجہ سے جنت البقیع میں پڑھی گئی اور وہیں دفن ہوئے۔

۲۵ ۔ حضرت قتادہ بن دعامہؒ

آپ کا نام قتادہ اور کنیت ابو خطاب تھی۔ قبیلہ کی نسبت سے آپ سدوسی کہلاتے تھے۔

آپ بصرہ کے مشہور محدث اور تابعی ہیں۔ آپؒ بے پناہ قوتِ حافظہ کے مالک تھے۔ حضرت انس بن مالکؓ، عبداللہ بن سرخسؒ، حضرت صفیہ بنت شیبہؒ اور ابو طفیلؓ سے احادیث روایت کرتے تھے۔ امام اعظمؒ نے ان سے بھی علم حاصل کیا تھا۔ عمرو بن عبداللہ نے فرمایا کہ آپ مدینہ میں سعید بن مسیّبؓ سے فقہ اور حدیث پڑھتے تھے اور ان کی تمام احادیث کو انہوں نے حفظ کیا ہوا تھا۔ آپ کبھی کبھی حضرت سعید بن مسیّبؒ کے قول پر قیاس کیا کرتے تھے۔ امام ابوحنیفہؒ نے بصرہ میں ان سے حدیث کا سماع کیا۔ آپ حدیث میں ثقہ، مستند اور حجت ہیں۔ آپ کبھی بھی کوئی مسئلہ کا جواب اپنی ذاتی رائے سے نہیں دیتے تھے۔ امام زہریؒ فرماتے تھے کہ قتادہؒ امام مکحولؒ سے بڑے عالم ہیں۔

آپ کا انتقال ۱۰۷ھ میں ہوا۔ ایک دوسری روایت میں ۱۱۸ھ لکھا ہے۔ بقول سعید بن بشیرؒ آپ کی وفات ۱۱۷ھ ہے۔ واللہ اعلم

۲۶ ۔ عکرمہ بن عبداللہؒ

آپ عبداللہ بن عباسؓ کے آزاد کردہ غلام اور شاگرد تھے۔ عکرمہؒ نے عبداللہ بن عباسؓ کے علاوہ حضرت علی مرتضیٰؓ، ابو ہریرہؓ، عقبہ بن عامر جہنیؓ، ابوسعید خدریؓ اور عبداللہ بن عمرؓ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے بھی روایات کی ہیں۔ ستّر (۷۰) مشہور تابعین حدیث اور تفسیر میں آپ کے شاگرد رہے۔

آپ نے چالیس سال علم حاصل کرنے میں خرچ کئے۔ یہاں تک کہ آپ اتنے بڑے عالم بن گئے تھے کہ آپ عبداللہ بن عباسؓ کی موجودگی میں بھی فتویٰ دیا کرتے تھے۔ جب حضرت عکرمہؒ بصرہ تشریف لے جاتے تو امام التابعین حضرت خواجہ حسن بصریؒ ان کے احترام میں ان کے سامنے تفسیر و فتویٰ دینا بند کر دیتے تھے۔

آپ سے جن بزرگ ہستیوں نے علم حاصل کیا ان میں امام ابوحنیفہؒ، امام ایوب سختیانیؒ اور امام عاصم احولؒ شامل ہیں۔ سعید بن جبیرؒ اور علامہ شعبیؒ آپ کو بہت بڑا عالم مانتے تھے۔

آپ کا وصال ۱۰۷ھ میں ہوا۔

۲۷ ۔ سلیمان بن یسارؒ

آپ کا نام سلیمان بن یسار اور کنیت ابوتراب تھی۔ آپ بنی حدیلہ کے رہنے والے تھے۔ اموی خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے آپ کو بازاروں کا نگران مقرر کیا تھا۔

آپ ام المومنین حضرت سیدہ میمونہ بنت حارث ؓ کے آزاد کردہ ہیں۔ آپ کا شمار مدینہ منورہ کے نامور فقہاء میں ہوتا ہے۔ آپ تابعین کی جماعت میں نہایت عابد وزاہد اور کامل فقیہہ، ثقہ، کثیر الحدیث سمجھے جاتے تھے۔

آپ نے جن شیوخ صحابہ سے احادیث روایت کی ہیں ان میں زید بن ثابت ؓ، ابی واقد اللیثی ؓ، ابوہریرہ ؓ، عبداللہ بن عمر ؓ، عبداللہ بن عباس ؓ، عبید اللہ بن عباس ؓ، عروہ بن زبیر ؒ، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ اور ام المومنین حضرت میمونہ ؓ شامل ہیں۔

آپ کا انتقال ۱۰۷ھ میں تہتر (۷۳) سال کی عمر میں ہوا۔ محمد بن عمرؒ نے آپ کی وفات کا سال ۱۰۳ھ بتایا ہے کہ اس وقت یزید بن عبدالملک کی خلافت کا دور تھا۔

۲۸ ۔ امام حسن بصری ؒ

امام حسن بصری ؒ نے جس دور میں اس دنیا میں آنکھ کھولی وہ صحابہ کرام ؓ کے عروج کا دور تھا۔ خاص بات یہ کہ حضرت حسن بصری ؒ نے رسول اللہ ﷺ کے گھر میں پرورش پائی۔ آپ کی والدہ حضرت خیرہ ؒ ام المومنین حضرت ام سلمہ ؓ کی خادمہ تھیں۔ ام المومنین ؓ کو ان سے خاص محبت اور انسیت تھی کیونکہ وہ جی جان سے ام المومنین ؓ کی خدمت کرتی تھیں۔ ام المومنین ؓ کو جب معلوم ہوا کہ حضرت خیرہ ؒ کے ہاں ایک بچہ کی ولادت ہوئی ہے تو بہت خوش ہوئیں اور دونوں کو اپنے گھر لے آئیں۔ حضرت حسن بصری ؒ پیدائش کے وقت بے حد خوبصورت تھے۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ ؓ نے آپ کا نام حسن رکھا اور خوب دعائیں دیں۔

حضرت حسن بصری ؒ کے والد حضرت یسار ؒ حضرت زید بن ثابت ؓ کے غلام تھے۔ حضرت زید بن ثابت ؓ یسار ؒ سے بہت محبت کرتے تھے۔ حسن بصری کا نام حسن بن یسار ؒ ہے۔ انہوں نے بعد میں بصرہ میں سکونت اختیار کر لی تھی اور آپ وہاں کے مشہور محدث اور عالم تھے اس لئے حسن بصری ؒ کے نام سے مشہور ہو گئے۔ آپ کی کنیت ابوسعید تھی۔

حسن بصری ؒ ام المومنیں حضرت ام سلمہ ؓ کے گھر میں پرورش پاتے رہے۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ ؓ امہات المومنین میں علم وعمل، عقل وفہم میں ممتاز شمار کی جاتی تھیں۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ ؓ سے موجودہ کتب حدیث میں

تین سو ستاسی (۳۸۷) احادیث مروی ہیں۔ آپ اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں بھی عقل منداور ذہین خاتون مانی جاتی تھیں۔ حضرت حسن بصری ؒ کی پرورش آپ ہی کی گود میں ہوئی۔

ایک دن حسن بصریؒ کی والدہ کسی کام سے باہر گئی ہوئی تھیں انہیں آنے میں دیر ہوگئی، شیر خوار حسن بھوک سے بے قرار ہو گئے۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ ؓ نے ان کو تسلی کے لئے اپنا سینہ بچے کے منہ میں دیدیا، شدتِ محبت اور شفقت سے دودھ اتر آیا حسن بصریؒ نے پیٹ بھر کر دودھ پیا۔ جب آپ کی والدہ کو معلوم ہوا تو وہ بہت خوش ہوئیں۔ اس طرح ام المومنین حضرت ام سلمہ ؓ آپ کی رضائی والدہ ہو گئیں اور آپ خاندانِ نبوت کے چشم و چراغ بن گئے۔

اس سعادت کا اثر آپ پر ظاہر ہوا اور آپ بہت بڑے محدث اور عالم بن کر ابھرے۔ آپ نے جن مقدس ہستیوں سے علم حاصل کیا ان میں سیدنا عثمان غنی ؓ، علی بن ابی طالب ؓ، ابوموسیٰ الاشعری ؓ، عبداللہ بن عمر ؓ، عبداللہ بن عباس ؓ، انس بن مالک ؓ، عمران بن حصین ؓ، مغیرہ بن شعبہ ؓ، سمرہ بن جندب ؓ، جابر بن عبداللہ ؓ شامل ہیں، لیکن حضرت علی المرتضیٰ ؓ سے آپ کا خصوصی تعلق تھا۔ حضرت حسن بصریؒ کو ایک سو بیس صحابہ کرام ؓ کے ملاقات کا شرف حاصل ہے۔

آپ چودہ سال کی عمر میں اپنے والدین کے ساتھ بصرہ منتقل ہو گئے اور پھر

وہاں مستقل قیام کیا۔ وہاں آپ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے حلقہ درس سے منسلک ہو گئے۔ وہاں آپ قرآن کی قرأت وتفسیر اوراحادیث نبوی کی تعلیم حاصل کرتے رہے۔

امیر مسلمہ بن عبدالملک (فاتح قسطنطنیہ) فرماتے ہیں کہ وہ قوم کیونکر گمراہ ہوسکتی ہے جن میں حسن بصریؒ جیسا عالم ہو۔ حضرت محمد باقر بن علی بن حسینؒ فرماتے ہیں کہ حسن بصریؒ وہ شخص ہے جس کا کلام انبیاء کرام کے مشابہ ہے۔

مشہور محدث امام اعمشؒ فرماتے ہیں کہ حسن بصریؒ علم وحکمت کے محافظ تھے۔ امام حسن بصریؒ علم حدیث میں غیر معمولی حیثیت رکھتے تھے۔ انہوں نے اکابر صحابہ کرامؓ سے احادیث نقل کی ہیں۔ آپ جب بھی مکہ مکرمہ تشریف لے جاتے تو اہل علم کا آپ کے گرد ہجوم ہو جاتا تھا۔ اہل مکہ انہیں ایک تخت پر بٹھاتے اور ان سے احادیث رسول اللہ ﷺ سنا کرتے تھے۔ ان میں مجاہدؒ، امام عطاء بن ابی رباحؒ، امام طاؤس بن کیسانؒ جیسے اکابر علماء بھی شرکت کیا کرتے تھے۔

امام حسن بصریؒ فرماتے تھے عالم وفقیہہ وہ شخص ہے جو زاہد اور متقی ہو۔ اپنے سے بلند مرتبہ والے سے بے نیاز نہ ہو اور اپنے سے کم مرتبہ والے کو حقیر نہ جانتا ہو اور اللہ تعالیٰ نے اس کو جو علم دیا ہے اس کو دنیاوی منفعت کا ذریعہ نہ بنائے۔

آپؒ نے ۱۳۰ صحابہ کرام کی زیارت کی جن میں (۷۰) ستر بدری صحابی تھے۔

امام حسن بصریؒ سے جن حضرات نے احادیث روایت کی ہیں ان میں قتادہ بن دعامہؒ، ایوب سختیانیؒ، ابن عونؒ، یونسؒ، خالدالحذاءؒ، ہشام بن حسانؒ، حمید طویلؒ، جریر بن حازمؒ، ربیع بن صبیحؒ، اور ابان بن یزیدؒ شامل ہیں۔

امام حسن بصریؒ اگرچہ علوم اسلامی میں شیخ الاسلام کا درجہ رکھتے ہیں لیکن یہ علوم ان کے لئے کسی فخر کا سبب نہیں تھے۔ ان کے حقیقی مزاج و ذوق وہ علوم تھے جو قلب و روح سے تعلق رکھتے تھے۔ جس کو بعد میں علم تصوف کا نام دیا گیا۔ اگرچہ محدثین کے ہاں حضرت علیؓ سے آپ کا استفادہ ثابت نہیں ہے لیکن علماء تصوف کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام حسن بصریؒ سیدنا علی المرتضیٰؓ سے روحانی فیض یافتہ تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ لکھتے ہیں کہ کہ اہل طریقت کے نزدیک امام حسن بصریؒ سیدنا علیؓ کی جانب یقینی منسوب ہیں۔ قرون اولیٰ سے آج تک تمام اکابر صوفیہ حسن بصریؒ کو سلسلۂ تصوف کا سرچشمہ اور شیخ الشیوخ تسلیم کرتے ہیں۔ حسن بصریؒ کو ثقہ، حجۃ، مامون، عابد و زاہد اور کثیر العلم کہا جاتا تھا۔

امام حسن بصریؒ روحانی اور اخلاقی کمالات کے اعتبار سے اعلیٰ مقامات پر فائز تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ حسن بصریؒ سے زیادہ کسی تابعی کو میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ مشابہ نہیں دیکھا۔ امام شعبیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ستر صحابہ کرامؓ کو دیکھا ہے۔ حسن بصریؒ کو ان سب میں رسول اللہ ﷺ

سے صورت وسیرت میں بہت مشابہ پایا ہے۔ حافظ ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ حسن بصریؒ اپنے وقت کے ہر فن اور ہر علم کے امام تھے، اور زہد وتقویٰ اور پرہیز گاری میں بھی۔ آپ حافظ الحدیث تھے۔

ایک مرتبہ کسی شخص نے آپ کی غیبت کی تو آپ نے اس کے پاس تازہ کھجوروں کی ایک بھری ہوئے تھالی بھیجی اور کہلوایا کہ آپ نے میری غیبت کر کے اپنی نیکیاں جو مجھے تحفہ میں بھیجی ہیں یہ ان کے بدلہ میں بھیج رہا ہوں۔ یہ سن کر اس کو شرم آ گئی اور اس نے اس کے بعد انہیں برے الفاظ سے کبھی یاد نہیں کیا۔

حضرت حسن بصریؒ ہر وقت فکرِ آخرت میں غرق رہتے تھے۔ یونس بن عبیدؒ فرماتے ہیں کہ جب کوئی اجنبی آدمی حسن بصریؒ کو دیکھتا تو خیال کرتا کہ وہ اپنے کسی عزیز کو دفن کر کے آئے ہیں۔ خشیت الٰہی کے آثار آپ کے چہرے سے ظاہر ہوتے تھے۔ آپ کی مجلس میں عالم آخرت کے علاوہ اور کسی شے کا تذکرہ نہیں ہوتا تھا۔

حضرت حسن بصریؒ نے اپنی ساری زندگی متواضع اور دنیا سے بے رغبت ہو کر گزاری۔ اس میں دنیا کا کوئی سامان نہیں تھا سوائے اس سامان کے جو آخرت تک پہنچائے۔ آپ کے گھر میں نہ بستر تھا اور نہ بچھونہ یا قالین وغیرہ اور نہ ہی کوئی تکیہ سوائے کھجور کے پتوں سے بنی چارپائی جس پر چٹائی ڈال دی گئی تھی۔

امام حسن بصریؒ کے اقوال:

۱۔ لوگ دل کی گہرائیوں میں عجب اور غرور کے بت چھپائے رہتے ہیں اور ظاہری لباس میں تواضع اور انکساری ظاہر کرتے ہیں۔

۲۔ اللہ جس بندے کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے اس کو اہل و عیال کی پریشانیوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔

۳۔ جب بندہ توبہ کرتا ہے تو اس سے خدا کے ساتھ اس کے قرب میں اضافہ ہوتا ہے۔

۴۔ مُردے کے لئے سب سے برے خود اس کے گھر والے ہوا کرتے ہیں کہ اس پر روتے چلاتے ہیں حالانکہ اس کے بدلے میت کا قرض ادا کرنا ان پر آسان نہیں۔

۵۔ حرص و طمع عالم دین کو رسوا کر دیتی ہے۔

۶۔ اگر انسان کو اپنی موت کی رفتار پر نظر ہوتی تو اپنی امیدوں اور آرزوؤں کا دشمن ہو جاتا۔

۷۔ عقلمند کی زبان قلب کے پیچھے ہوا کرتی ہے جب وہ کچھ کہنا چاہتا ہے تو پہلے قلب کی طرف رجوع کرتا ہے اور اگر بات اس کے فائدے کی ہوتی ہے تو بات کرتا ہے ورنہ رک جاتا ہے۔ جاہل کا قلب اس کی زبان کی نوک پر رہتا ہے وہ بات کرتے وقت قلب کی طرف رجوع نہیں کرتا جو زبان پر آتا ہے بک دیتا ہے۔

۸۔ دنیا درحقیقت تمہاری سواری ہے اگر تم اس پر سوار ہو گئے تو تو تم کو

اپنی پیٹھ پر اٹھائے گی اور اگر وہ تم پر سوار ہوگئی تو تم کو ہلاک کر ڈالے گی۔

۹۔ جب تم کسی شخص سے دشمنی کرنا چاہو تو پہلے اس پر نظر کرو کہ اگر وہ اللہ کا مطیع اور فرمابردار ہے تو اس سے بچو کیونکہ اللہ اس کو تمہارے قبضہ میں نہ دے گا اور اگر وہ نافرمان ہے تو اس سے عداوت کی ضرورت نہیں، کیونکہ اللہ کی عداوت اس کے لئے کافی ہے وہ خود ہلاک ہو جائے گا۔

۱۰۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جس نے دنیا چاہی ہو اور اس کو آخرت ملی ہو۔ اس کے برخلاف جو آخرت چاہتا ہے اسے دنیا بھی مل جاتی ہے۔

۱۱۔ صبر دو طرح کا ہوتا ہے، ایک مصیبت پر، دوسرا ان چیزوں پر جن سے اللہ نے ہمیں منع کیا ہے۔

۱۲۔ زہد اللہ کے واسطے ہے، بہشت کی نعمتوں کے لئے نہیں۔

۱۳۔ پرہیزگاری ہزار سال کی نمازوں سے بہتر ہے۔

۱۴۔ غیبت کا کفارہ استغفار ہے۔

حضرت حسن بصری کے چھ خلفاء تھے۔

۱۔ خواجہ حبیب عجمیؒ

۲۔ شیخ عتبہ بن غلامؒ

۳۔ حضرت عبدالواحد بن زید بصریؒ

۴۔ خواجہ زید بن زرینؒ

۵۔ مالک بن دینارؒ

۶۔ شیخ محمد واسعؒ

ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ ایک پرندہ مسجد سے سب سے خوبصورت اینٹ اٹھا کر لے گیا۔ انہوں نے اس خواب کی تعبیر امام ابن سیرینؒ سے پوچھی۔ امام ابن سیرینؒ نے فرمایا کہ امام حسن بصریؒ کا انتقال ہو گیا۔ چند گھنٹے بھی نہ گزرے تھے کہ ان کے انتقال کی خبر عام ہو گئی۔

حضرت حسن بصریؒ نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں کاتب کو بلا کر لکھوایا! ''حسن اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہ

جس نے موت کے وقت صدقِ دل سے اس کی شہادت دی وہ جنت میں داخل ہوگا۔

آپ کا وصال بروز جمعہ ماہ رجب ۱۱۰ھ بمطابق ۷۲۸ء میں ہوا۔ اس وقت کے دو بڑے محدث امام ایوب سختیانیؒ اور امام حمید طویلؒ نے آپ کو غسل دیا اور امام ایوب سختیانیؒ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ وفات کے وقت آپ کی عمر مبارک اٹھاسی (۸۸) برس تھی۔ آپ کا مزار بصرہ سے ۹ میل کے فاصلہ پر بمقام زبیر پر ہے۔ مزار پر گنبد بنا ہوا ہے۔ آپ کے مزار کے ساتھ علامہ امام محمد بن سیرینؒ کا مزار ہے۔

۲۹ ۔ امام محمد بن سیرینؒ

آپ کا نام محمد بن سیرین اور کنیت ابو بکر تھی۔ آپ کے والد جرجرایا کے رہنے والے تھے۔ یہ واسط اور بغداد کے درمیان نہروان کا ایک شہر ہے۔ حضرت عمر فاروق ؓ کے عہد خلافت میں عین التمر کے معرکہ میں گرفتار ہوئے اور حضرت انس بن مالک ؓ کی غلامی میں آ گئے۔ ان کے پاس سیرینؒ نے اسلام قبول کرلیا تھا۔ حضرت انس بن مالک ؓ نے ان سے بیس یا چالیس ہزار درہم لے کر انہیں آزاد کر دیا تھا۔

امام محمد بن سیرینؒ کے والد حضرت سیرین ؓ حضرت انس بن مالک ؓ کے آزاد کردہ غلام تھے جو لوہے اور پیتل کے برتن بنانے میں مہارت رکھتے تھے۔ اس فن سے انہوں نے بہت کچھ کمایا تھا اور خوش حال تاجر شمار کئے جاتے تھے۔ جب دنیا کی طرف سے آسودگی ہوئی تو انہیں نکاح کی فکر ہوئی۔ ان دنوں سیدنا ابو بکر صدیق ؓ کی ایک باندی سیدہ صفیہ ؒ اپنے علم و اخلاق، عادات و اطوار میں بہت ممتاز مانی جاتی تھیں۔ اس خاتون کی جہاں اخلاق و عادات بہت اچھی تھیں وہاں اللہ تعالیٰ نے حسن صورت بھی عطا کی تھی۔ اس خوبصورتی اور نیک سیرتی کی وجہ سے مدینہ منورہ کی خواتین انہیں عزت کی نگاہ سے دیکھتی تھیں۔ ان کے علاوہ امہات المومنین بھی ان سے محبت کرتی تھیں خاص طور پر حضرت عائشہ صدیقہ ؓ اور حضرت صفیہ ؓ ان کو بہت چاہتی تھیں۔ حضرت سیریں ؓ نے اپنا پیغام سیدنا ابو بکر صدیق ؓ کی خدمت میں پیش کیا کہ وہ صفیہ ؒ سے نکاح کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت

ابوبکر صدیق ؓ نے یہ پیغام قبول کرلیا اور آپ کی ان سے شادی کر دی۔ نکاح کی تقریب میں اٹھارا بدری صحابہ سمیت صحابہ کرام ؓ کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ حضرت ابیؓ بن کعبؓ نے نکاح پڑھایا اور دعا کی۔

۳۳ھ میں حضرت سیرینؒ کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام محمد رکھا گیا۔ بیٹے کی پرورش ایسے ماحول میں ہوئی جہاں تقویٰ و پرہیز گاری، دیانت اور ایمانداری پورے گھر کا معمول تھا۔ ان کی اپنی والدہ کتاب وسنت کی عالمہ تھیں۔ جنہوں نے امہات المومنین اور عظیم صحابیات سے قرآن و حدیث کا علم سیکھا تھا۔ انہوں نے اپنے بیٹے کی تربیت عین سنتِ رسول اللہ ﷺ کے مطابق کی۔ آپ نے بہت جلد قرآن اور احادیث کے علوم سیکھ لئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک خصوصی خداداد صلاحیت بخشی تھی کہ آپ لوگوں کو خواب کی تعبیر بتایا کرتے تھے۔ یہ وہ خصوصی علم تھا جو اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کو عطا کیا تھا۔

حضرت محمد بن سیرینؒ نے جب ہوش سنبھالا تو اس وقت مسجد نبوی میں بعض صحابہ کرام قرآن و حدیث کا درس دیا کرتے تھے۔ آپ جن صحابہ کرام کے درس سے مستفید ہوئے ان میں حضرت زید بن ثابتؓ، انس بن مالکؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت ابوہریرہؓ اور عمران بن حصینؓ شامل تھے۔ آپ نے ان سے دینی علوم سیکھے۔ پھر آپ کے والدین عراق کے شہر بصرہ منتقل ہو گئے اور اسی کو اپنا وطن بنالیا۔ اس وقت بصرہ علم و ہنر کا گہوارا تھا

اوراسلامی فوج کی چھاؤنی تھی۔ ہشام بن حسان ؒ فرماتے ہیں کہ ابن سیرین ؒ نے تیس صحابہ کرام ؓ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا ہے۔

امام ابن سیرین ؒ نے اپنے اوقات کو دو حصوں میں تقسیم کرر کھا تھا، ایک حصہ علمی درس وتدریس اور دوسرا حصہ تجارت ومحنت کے لئے تھا۔ آپ تجارت میں بے حد احتیاط سے کام لیتے تھے۔ حرام تو حرام آپ مشتبہ چیزوں سے بھی پرہیز کرتے تھے۔ آپ کی ساری زندگی زہد وتقویٰ سے معمور تھی۔ آپ کثرت سے قرآن مجید کی تلاوت اور نوافل پڑھتے تھے۔ علامہ ابن سعد ؒ فرماتے ہیں کہ امام ابن سیرین ؒ بلند و بالافقیہہ وامام، ثقہ محدث، کثیرالعلم، زہد وتقویٰ کے عظیم مینار تھے۔ علامہ نووی ؒ لکھتے ہیں کہ ابن سیرین ؒ علم وتفسیر، حدیث وفقہ کے علاوہ تعبیرِ خواب کے امام سمجھے جاتے ہیں۔ علامہ ابن حجر ؒ ان کو ''امام الحدیث'' کے لقب سے یاد کیا کرتے تھے۔ امام ابن سیرین ؒ سماع حدیث اور روایت حدیث میں انتہائی احتیاط برتتے تھے۔ معمولی درجہ کے اشخاص سے تحصیل علم اور حدیث نقل کرنے کو احتیاط کے خلاف سمجھتے تھے۔ اس لئے فرماتے تھے کہ علم دین کو حاصل کرنے سے پہلے اس شخص کو اچھی طرح پرکھ لو جس سے علم حاصل کرنا ہے۔

حدیث میں اس بات کا پورا پورا خیال رکھتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کے الفاظ کو مِن وعن نقل کریں۔ صرف معنی ومفہوم کو ادا کرنا کافی نہیں سمجھتے تھے۔ الفاظِ حدیث میں شبہ ہو تو حدیث کو نقل نہیں کرتے تھے۔ کتاب دیکھ کر ہی بیان

کرتے تھے۔ آپ جب حدیث بیان کرتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ جیسے کسی چیز سے خوف میں ہوں۔ دراصل یہ حالت قولِ رسول اللہ ﷺ کے ادب و احترام کی وجہ سے ہوا کرتی تھی۔

ایک مرتبہ چالیس ہزار درہم کا تیل ادھار پر خریدا اور پھر جب ایک برتن کھول کر دیکھا تو اس میں مرا ہوا چوہا پڑا ہوا تھا۔ آپ فرمانے لگے کہ یہ تیل سارے کا سارا ایک ہی جگہ میں تھا اور اس کی نجاست یقیناً صرف ایک برتن ہی کے ساتھ خاص نہیں اس لئے اگر میں بیچنے والے کو واپس کر دوں تو ہوسکتا ہے کہ وہ اسے لوگوں کو بیچ دے۔ چنانچہ وہ سارے کا سارا تیل بہا دیا۔ پھر جب آپ اس کی قیمت کی ادائیگی نہ کر سکے تو قید کر دئے گئے۔

جب صحابیِ رسول حضرت انس بن مالک ؓ کا انتقال ہوا تو انتقال سے پہلے آپ نے وصیت کی تھی کہ مجھے ابن سیرین ؒ غسل دیں۔ اس وقت ابن سیرین ؒ قید میں تھے۔ لوگوں نے آکر بتایا تو فرمانے لگے کہ میں تو قید میں ہوں۔ لوگوں نے کہا کہ ہم نے گورنر سے اجازت لے لی ہے تو فرمایا کہ مجھے تو گورنر نے قید نہیں کیا ہے بلکہ مجھے اس نے قید کرایا ہے جس کا مجھ پر حق نکلتا ہے۔ چنانچہ اس شخص کو بلوایا گیا اور اس نے اجازت دی تو ابن سیرین ؒ جیل سے نکل کر آئے اور حضرت انس بن مالک ؓ کو غسل دیا۔

ابن حبانؒ نے فرمایا کہ محمد بن سیرینؒ بصرہ کے سب سے بڑے فقیہہ، فاضل، حافظ الحدیث، متقی اور معبرِ خواب تھے۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ آپ تفسیر، حدیث، فقہ، تعبیر رویاء کے فنون کے امام تھے۔

آپ لوگوں سے بہت خوش مزاجی اور عزت سے پیش آتے تھے لیکن آپ کا دل خشیت الٰہی سے لبریز رہتا تھا۔ آپ انتہائی عبادت گزار تھے۔ آپ کثرت سے روزے رکھتے تھے۔ آپ بہت زیادہ ذکر واذکار کیا کرتے تھے۔ اگر کبھی کوئی معمول کا ذکر رات کو کرنے سے چھوٹ جاتا تو اس کو دن میں مکمل کیا کرتے تھے۔ آپ بہت تھوڑا کھانا کھایا کرتے تھے۔

امام ابن سیریںؒ اپنی ماں کے بڑے مطیع وفرمابردار اور خدمت گار تھے۔ ماں کے مقابلہ میں اپنی آواز بلند نہیں کرتے تھے اس طرح بات کرتے جیسے کوئی راز کی بات کررہے ہوں۔

امام ابن سیرینؒ کی تیس اولادیں ہوئیں سوائے ایک صاحبزادے عبداللہ کے باقی تمام اولاد آپ کی حیات میں انتقال کرگئی۔

آپ نے ستتر (۷۷) سال کی عمر میں شوال ۱۱۰ھ بمطابق ۷۲۸ء میں وفات پائی اور بصرہ شہر میں آپ کی تدفین ہوئی۔

۳۰ ۔ امام مکحول شامیؒ

آپ کا نام مکحول بن ابو مسلم اور کنیت ابو عبداللہ تھی۔ آپ کا پورا نام ابوعبداللہ مکحول الھذ لی الحافظ فقیہہ الشام ہے۔ ابن سعدؒ کے بیان کے مطابق آپ کابل کے رہنے والے تھے۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ آپ مصری یا ہذلی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے یعنی عرب تھے۔

علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ ابتداء میں آپ سعید بن العاصؓ کے غلام تھے پھر انہوں نے مصر میں انہیں ایک عورت کے لئے ہبہ کر دیا۔ لیکن ابن سعدؒ لکھتے ہیں کہ امام مکحولؒ فرماتے تھے کہ میں عمرو بن سعیدؓ کا غلام تھا پھر انہوں نے مجھے ایک ہذلی کو دے دیا۔

آپ کو علم حاصل کرنے کا بہت شوق تھا، اس لئے آپ غلامی کے زمانے میں ہی علم حاصل کرتے رہے۔ آزادی کے بعد آپ نے علم کے حصول کے لئے حجاز، مصر اور عراق کے سفر کئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب میں آزاد ہوا تو میں نے مصر کی تمام احادیث یاد کر لیں تھیں پھر میں عراق آیا اور اس کے بعد مدینہ منورہ آیا۔ میں اپنے خیال میں مصر، عراق اور مدینہ منورہ کی تمام احادیث حاصل کر چکا تھا۔ اس کے بعد میں شام آ گیا تا کہ یہاں کے علوم بھی حاصل کر لوں۔ میں نے صحابہ کرامؓ کی بڑی تعداد سے علم حاصل کیا اور اپنے پاس احادیث کو تحریری طور پر محفوظ کیا۔ وہاں آپ سے بے شمار تلامذہ نے فیض حاصل کیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ میری ملاقات امام شعبیؒ سے ہوئی میں نے ان کے علم کی مثل کسی کو نہ پایا۔ آپ نے

قاضی شریح سے بھی علمی استفادہ کیا۔

آپ کو حدیث اور فقہ دونوں میں امامت کا درجہ حاصل ہے۔ آپ علمی کمالات کے ساتھ ساتھ اخلاقی فضائل سے بھی مزین تھے۔ آپ صدقہ خیرات بہت کرتے تھے۔ آپ جہاد میں بھی حصہ لیتے تھے۔

آپ نے جن شیوخ سے احادیث پڑھیں ان کے نام یہ ہیں: ابوامامہ باہلیؒ، واثلہ بن الاسقعؓ، انس بن مالکؓ، محمود بن الربیعؒ، عبدالرحمٰن بن غنمؒ، ابوادریس الخولانیؒ وغیرہ۔ آپ مرسل احادیث بھی روایت کرتے ہیں۔

جن شاگردوں نے آپ سے روایات لی ہیں ان میں ایوب بن موسیٰؒ، علاء بن حارثؒ، زید بن واقدؒ، ثعد بن یزیدؒ، حجاج بن ارطاہؒ، امام اوزاعیؒ اور سعید بن عبدالعزیزؒ شامل ہیں۔

امام زہریؒ آپ کو بہت بڑا عالم مانتے ہیں۔ ابوحاتمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام مکحولؒ سے بڑا فقیہہ نہیں دیکھا۔ آپ فتویٰ دینے میں بہت احتیاط کرتے تھے۔

ابومسہرؒ کے مطابق آپ ۱۱۳ھ میں فوت ہوئے۔ ابونعیمؒ نے آپ کا وفات کا سال ۱۱۲ھ بتایا ہے۔

۳۱ ۔ عطاء بن ابی رباحؒ

آپ کا نام عطاء بن رباح اور کنیت ابو محمد تھی۔ شیخ عطاء بن ابی رباح ؒ مکہ مکرمہ میں ایک نیک دل خاتون کے غلام تھے۔ اس خاتون نے انہیں علم حاصل کرنے کی اجازت دے رکھی تھی۔

یہ بزرگ احادیثِ رسول ﷺ اور صحابہ کرام ؓ کی فقہی رائے کے ماہر تھے۔ امام ابو حنیفہ ؒ نے مکہ معظّمہ میں عطاء بن ابی رباح ؒ سے حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کے علوم قرآن سیکھے۔ حضرت نافع ؒ مولیٰ ابن عمر ؓ سے حضرت عمر فاروق ؓ اور حضرت عبداللہ بن عمر ؓ کے علوم سیکھے۔ عطاء بن ابی رباح ؒ نے دو سو صحابہ کرام ؓ کی زیارت کی۔ حدیث میں آپ ؒ کو عبداللہ بن عباس ؓ، ابو ہریرہ ؓ، ابو سعید خدری اور ام المومنین ام سلمہ ؓ اور دیگر کئی صحابہ کی شاگردی کا شرف حاصل ہوا۔ امام اوزاعی ؒ اور امام زہری ؒ آپ ہی کے شاگرد ہیں۔

امام ابو حنیفہ ؒ جب مکہ مکرمہ جاتے تو آپ کے درس میں شریک ہوتے تھے۔ امام ابو حنیفہ ؒ جب عطا بن رباح ؒ کے درس میں شرکت فرماتے تو آپ ان پر خصوصی توجہ فرماتے۔ آپ کی ولادت حضرت عمر ؓ کے زمانہ خلافت میں یمن میں ہوئی لیکن آپ کی پرورش مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ آپ آل ابی میسرہ بن خثیم فہری کے مولیٰ تھے۔ آپ کی کنیت ابو محمد تھی۔ آپ سیاہ فام تھے اور آنکھوں میں بھینگا پن تھا۔ آپ کو حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کا جانشین کہا جاتا ہے۔ آپ علم کو اللہ تعالیٰ

کی رضا کا ذریعہ سمجھتے تھے۔

آپ کے زمانے میں اکابر صحابہ کرام کی اچھی خاصی تعداد موجود تھی ۔ آپ نے جن صحابہ کرام ؓ سے علمی استفادہ کیا اور ان سے احادیث رسول کا ذخیرہ حاصل کیا ان میں حضرت ابو ہریرہ ؓ، حضرت عبداللہ بن عمر ؓ، حضرت عبداللہ بن عباس ؓ، حضرت عبداللہ بن زبیر ؓ شامل ہیں۔ آپ جس خاتون کے غلام تھے اس نے جب آپ کی علم دین سے دلچسپی اور آپ کی عبادت و کردار کو دیکھا تو آپ کو آزاد کر دیا۔ آپ نے اپنے معمول کے اوقات کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ ایک حصہ اپنے آقا کی خدمت اور وفاداری میں دوسرا اپنے خالق و مالک کی عبادت میں اور تیسرا حصہ علم کے حصول کے لئے تھا۔ آزادی کے بعد آپ کا اٹھنا بیٹھنا ہر وقت مسجد الحرام میں ہوتا تھا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ بیس سال مسجد الحرام کی چٹائی عطاء بن رباحؒ کا فرش رہی ہے۔

علم و فضل، تقویٰ و پرہیز گاری میں آپ نے بہت اعلیٰ مقام حاصل کیا۔ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ عمرہ کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لائے، بڑی تعداد میں لوگ ان کے گرد جمع ہو گئے اور ان سے مختلف سوالات اور مسائل دریافت کرنے لگے۔ حضرت عبداللہ بن عمر ؓ نے بلند آواز میں فرمایا! اے مکہ مکرمہ کے رہنے والو! تم پر تعجب ہے کہ تم مجھ سے مسائل پوچھنے کے لئے اکٹھے ہوئے ہو حالانکہ تم میں عطاء بن رباحؒ موجود ہیں۔ ان کی موجودگی میں کسی اور سے مسئلہ پوچھنا یا فتویٰ

لینے کی ضرورت نہیں۔ مورخین لکھتے ہیں کہ شیخ عطاء بن رباحؒ نے یہ مقام دو پاکیزہ عادتوں کی وجہ سے پایا۔ ایک یہ کہ انہوں نے اپنی خواہشات پر غلبہ پالیا تھا، نفس کو یہ موقعہ ہی نہیں دیتے تھے کہ وہ کسی فضول کام میں مشغول ہو۔ دوسرے انہوں نے اپنے اوقات کو قیدی بنالیا تھا۔ آپ وقت کے کسی حصے کو بھی فضول اور بیکار کاموں میں صرف نہیں کرتے تھے۔

ایک دفعہ عطاء بن رباحؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے پوچھا کہ تمہارا تعلق کس طبقہ سے ہے تو امام صاحب نے جواب دیا کہ میں ہر اس طبقے سے تعلق رکھتا ہوں جو سلف صالح یعنی نیک لوگوں پر الزام نہیں لگاتے، تقدیر پر ایمان رکھتے ہیں اور گناہ کبیرہ کے ارتکاب کے بغیر کسی کو دائرہ اسلام سے خارج نہیں کرتے۔

امام باقرؒ فرماتے ہیں کہ روئے زمین پر کوئی ایسا شخص نہیں بچا جو حج کے مسائل کو عطاء بن ابی رباحؒ سے زیادہ جانتا ہو اور لوگوں کو ہدایت فرماتے تھے کہ عطاء بن رباحؒ سے احادیث سیکھا کرو۔ شیخ عطاء بن رباحؒ کی علم وفضل کی مجلس میں بڑے بڑے محدثین اور مفسرین شرکت کیا کرتے تھے۔ ان کے علاوہ عام لوگوں کی بھی ایک بڑی تعداد موجود ہوتی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے علم وعمل کے علاوہ آپ کو دنیا بھی بھرپور عطا کی تھی لیکن آپؒ ہمیشہ دنیا سے دور رہتے تھے۔ روکھی سوکھی کھانا، معمولی لباس پہننا، نہ ساز و سامان، نہ نوکر اور خادم ہوتا تھا۔ آپ کا لباس سستا ہوتا تھا۔ یہ وہ دور تھا جب

خلافت بنوامیہ اپنے عروج پر تھی۔ خلیفہ وقت کی طرف سے آپ کو تحفہ وتحائف بھیجے جاتے تھے۔ حکمران آپ کو ہدایا وتحائف بھیجنا اپنی سعادت سمجھتے تھے۔ لیکن شیخ ان کو دیکھنا تک پسند نہیں کرتے تھے وہ سب کے سب حرم شریف کے غریبوں اور طلباء میں تقسیم کردیتے تھے۔

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں کہ شیخ عطاء بن رباحؒ علم فقہ میں حجت ودلیل کی حیثیت رکھتے تھے۔ علامہ نوویؒ لکھتے ہیں کہ آپ مکہ مکرمہ کے مفتی اعظم اور ائمہ کبار میں سے ہیں۔

شیخ عطاء بن رباحؒ حدیث رسول ﷺ بیان کرنے میں اتنی احتیاط کرتے تھے کہ اس کی مثال نہیں ملتی۔ آپ درس حدیث کے دوران کسی سے بات کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ ایسے لوگوں پر برہم ہوتے تھے جو حدیث کے درس کے دوران بات کرتے تھے ایسے لوگوں کو مجلس سے باہر نکال دیا کرتے تھے۔

آپ کے شاگردوں میں امام ابوحنیفہؒ، امام اوزاعیؒ، امام زہریؒ، امام مجاہدؒ، امام ایوب سختیانیؒ، امام ابن جریجؒ، امام ابواسحاقؒ، ہمام بن یحییٰؒ، جریر بن حازمؒ اور امام اعمشؒ جیسی جید شخصیات شامل ہیں۔

امام عطاء بن رباحؒ نے سو (۱۰۰) سال کی عمر پائی اور ۱۱۴ھ بمطابق ۷۳۲ء میں مکہ مکرمہ میں آپ کا انتقال ہوا اور جنت المعلّیٰ میں مدفون ہوئے۔

۳۲ ۔ محارب بن وثارؒ

آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے: محارب بن دثار بن سدوس بن شیبان بن ذہل بن ثعلبہ بن عکایہ بن صعب۔ آپ کی کنیت ابومطرف ہے۔

آپ جابر بن عبداللہ ؓ، عبداللہ بن عمر ؓ، اور دیگر صحابہ کرام ؓ سے احادیث روایت کرتے تھے۔ امام احمد بن حنبل ؒ نے آپ کو ثقہ کہا ہے۔ آپ نہایت متقی و پرہیز گار تھے۔ آپ کوفہ میں قاضی کے عہدے پر بھی فائز رہے۔

سفیان ثوریؒ کہتے تھے کہ میں نے کسی زاہد کو نہیں دیکھا جسے میں محاربؒ پر ترجیح دوں۔ علامہ ذہبیؒ نے تحریر کیا ہے کہ یحیٰی بن معینؒ، ابوزرعہؒ، دارقطنیؒ، ابوحاتمؒ، یعقوب بن سفیانؒ اور امام نسائیؒ نے انہیں ثقہ کہا ہے۔

آپ کی وفات ۱۱۶ھ میں ہشام بن عبدالملک کے دور میں ہوئی۔

۳۳ ۔ امام نافعؒ مولیٰ ابن عمرؓ

آپ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے آزاد کردہ غلام تھے اس وجہ سے مولیٰ ابن عمرؓ کہلاتے تھے۔ آپؒ ابن عمرؓ کے مایہ ناز شاگردوں میں شامل تھے۔

ابن عمرؓ ان کی اتنی عزت کرتے تھے کہ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے نافع کی وجہ سے ہم پر احسان کیا ہے۔ امام نافعؒ فرماتے ہیں کہ میں تیس سال ابن عمرؓ کی خدمت میں رہا اور ان سے علم حاصل کرتا رہا۔ ایک شخص نے ابن عمرؓ کو مجھے خریدنے کے لئے تیس ہزار درہم کی پیشکش کی لیکن انہوں نے اسے ٹھکرا دیا اور مجھ سے فرمایا کہ میں ڈرتا ہوں کہ یہ دراہم مجھے فتنہ میں نہ ڈال دیں اور میں کہیں تمہیں بیچ نہ ڈالوں۔ اس لئے آج سے تم آزاد ہو۔ میں نے تمہیں آزاد کیا۔

حضرت نافعؒ نے جن صحابہ کرامؓ سے احادیث روایت کی ہیں ان میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، ام المومنین حضرت ام سلمہؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت رافع بن خدیجؓ، حضرت ابولبابہؓ اور حضرت ابوسعید خدریؓ شامل ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ نے مدینہ منورہ میں جن تیرہ بزرگوں سے احادیث سیکھی تھیں ان میں امام نافعؒ بھی شامل ہیں۔

(مناقب ابی حنیفہؒ للذہبیؒ)

آپ سے جن شیوخ سے احادیث روایت کی ہیں ان میں اہل مکہ میں ابن جریجؒ ، اہل شام میں امام اوزاعیؒ ، اہل مدینہ میں امام مالکؒ ، اہل مصر میں لیث بن سعد مصریؒ ، عقیل بن خالدؒ ، ایوبؒ ، ابن عونؒ شامل ہیں۔

آپ کا انتقال ۱۱۷ھ میں ہوا۔

۳۴ ۔ امام محمد باقر بن علی زین العابدینؒ

امام محمد باقر ؒ زید بن علیؒ کے بھائی تھے اور فقہ اور حدیث کے جلیل القدر عالم تھے۔ آپ کی کنیت ابوجعفر تھی۔ امام حسینؓ کے پوتے تھے۔ آپ کا تعلق اہل بیت سے تھا۔ آپ کو وسیع العلم اور کثیر الحدیث کی وجہ سے باقر العلوم کہا جاتا تھا۔

آپ کو سیدنا صدیق اکبرؓ اور سیدنا فاروقِ اعظمؓ سے بہت عقیدت و محبت تھی۔ آپ نے کبھی بھی خلفاء ثلاثہ کو برا کہا اور نہ تنقید کی۔ ایک مرتبہ کوفہ میں بعض لوگوں نے خلفائے ثلاثہ کی شان میں گستاخی کی تو آپؒ طیش میں آ گئے اور افسوس کے ساتھ شدت آمیز لہجہ میں فرمایا!

کیا تمہارا تعلق ان مہاجرین سے تو نہیں جن کو اپنے ملک سے نکالا گیا اور ان کا مال واسباب چھین لیا گیا۔

عراقی نے کہا! نہیں

امام باقرؒ نے کہا! کیا تمہارا تعلق ان لوگوں سے ہے جنہوں نے مہاجرین اور اہل ایمان کو پناہ دی۔

یہ سن کے بھی عراقی نے کہا! نہیں

امام باقرؒ نے پھر کہا! تمہارا تعلق ان لوگوں سے تو نہیں جو ان دونوں گروہوں کے بعد آئے اور اپنے بھائیوں کے حق میں دعائے مغفرت کرتے رہے۔ جنہوں نے ان پر ایمان میں سبقت حاصل کی اور اس دنیا سے چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ تم

کو ان سے دور رکھے جو اسلام کا زبانی اقرار کرتے ہیں مگر اہل اسلام سے تعلق نہیں رکھتے۔

امام باقرؒ نے ایک مرتبہ فرمایا! ابو حنیفہؒ کے پاس علم کے خزانے ہیں۔

امام اعظمؒ نے امام باقرؒ سے روایت کی ہے کہ امام باقر بن علیؒ نے فرمایا! حضرت علیؓ حضرت عمرؓ کے جنازے کے پاس گئے، جنازے پر چادر پڑی ہوئی تھی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا! کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ میں اس کا اعمال نامہ لے کر اللہ تعالیٰ کے پاس جانا چاہوں سوائے اس چادر پوش کے (یعنی حضرت عمرؓ کے اعمال نامہ پر حضرت علیؓ کو فخر تھا)۔

(سوانح بے بہائے امام اعظم: ص ۱۹۵)

آپ کے ان علمی کمالات کی وجہ سے امام نسائیؒ نے آپ کو مدینہ منورہ کے فقہاء تابعین میں شمار کیا ہے۔ حافظ ذہبیؒ آپ کو حفاظ حدیث میں شمار کرتے ہیں۔ آپ نے جن حضرات سے احادیث روایت کی ہیں ان میں حضرت جابر بن عبداللہؓ، حضرت ابو سعید خدریؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن جعفرؓ، حضرت زین العابدینؒ اور دیگر جلیل القدر شخصیات شامل ہیں۔

امام باقرؒ کی وفات ۱۱۸ھ میں ہوئی۔

۳۵ ۔ امام حماد بن ابی سلیمان الاشعریؒ

آپ کا نام حماد اور کنیت ابو اسماعیل ہے۔ آپ ان لوگوں میں شامل تھے جنہیں حضرت امیر معاویہؓ نے دومۃ الجندل میں حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ کے پاس بھیجا تھا۔

آپ حضرت علی مرتضیٰؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے علوم کے وارث ہیں۔ آپ حضرت انس بن مالکؓ کے بھی خاص شاگرد تھے۔

حضرت حماد بن ابی سلیمانؒ کو امام ابو حنیفہؒ کے اساتذہ میں بہت اعلیٰ مقام حاصل تھا۔ آپ ابراہیم بن ابی موسیٰ الاشعری کے آزاد کردہ غلام تھے۔ اس نسبتِ ولا کی وجہ سے اشعری کہلائے۔ حضرت حماد بن سلیمانؒ نے تعلیم و تربیت کوفہ میں حاصل کی اور فقہ کا علم ابراہیم نخعیؒ سے حاصل کیا۔ اس لئے وہ ابراہیم نخعیؒ کی رائے سے زیادہ واقف تھے۔ آپ حلال و حرام کے علم کے ماہر تھے۔

حضرت حمادؒ علم الفقہ میں نہ صرف ابراہیم نخعیؒ کے شاگرد تھے بلکہ امام شعبیؒ کے علم فقہ کو بھی جانتے تھے۔ ابراہیم نخعیؒ اور امام شعبیؒ نے علم علقمہ بن قیسؒ اور مسروق بن الاجدعؒ سے حاصل کیا اور ان حضرات نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ جیسے جلیل القدر صحابہ سے براہ راست علم حاصل کیا۔

آپ کوفہ کے عظیم فقیہہ، جلیل القدر محدث اور اپنے وقت کے سب سے

بڑے عالم تھے۔ آپ کے اساتذہ میں حضرت انس بن مالکؓ، ابراہیم نخعیؒ، سعید بن مسیّبؒ، سعید بن جبیرؒ، زید بن وہبؒ، ابووائلؒ، امام شعبیؒ شامل ہیں۔ امام مسلمؒ اوراصحابِ سنن نے آپ سے روایات لی ہیں۔ امام یحیٰ بن معینؒ، امام نسائیؒ، امام بخاریؒ، ابن حبانؒ اور دیگر بڑے بڑے محدثین اور ناقدین حدیث نے آپ سے حدیث اور فقہ سیکھا ہے۔

آپ کے مشہور شاگردوں میں امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام اعمشؒ، سفیان ثوریؒ، امام شعبہؒ، امام عاصم احولؒ جیسے جلیل القدر فقیہہ ومحدث شامل ہیں۔

امام اعظمؒ نے اٹھارا سال تک حضرت حماد بن ابی سلیمانؒ سے علم حاصل کیا۔ امام سیوطیؒ امام حمادؒ کا شمار حفاظ حدیث میں کرتے ہیں۔ حافظ عبدالبرؒ لکھتے ہیں کہ وہ کوفہ کے فقیہہ تھے اوران کے فتاویٰ مستند ہوتے تھے۔ وہ بیک وقت فقہ اور حدیث دونوں کے ماہر تھے۔

آپ نے ۱۲۰ھ میں خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے دور میں وفات پائی۔

۳۶ ۔ زید بن علی زین العابدینؒ

آپ امام حسین ؓ کے پوتے اور امام باقرؒ کے بھائی تھے۔ آپ حدیث اور دینی علوم کے بہت بڑے عالم تھے۔ اہل بیتِ رسول میں آپ کو نمایاں مقام حاصل تھا۔ آپ کی کنیت ابوالحسن تھی۔ آپ کی والدہ سندھ کی رہنے والی تھیں۔

امام ابوحنیفہؒ نے دو سال تک حضرت زید بن علی زین العابدینؒ سے علم حاصل کیا۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ زید بن علیؒ اور ان کے خاندان کے دوسرے افراد کو دیکھا مگر ان سے زیادہ فقیہہ، زیادہ فصیح و بلیغ اور حاضر جواب کسی کو نہیں پایا۔ آپ حدیث کے بہت بڑے عالم تھے۔ امام ابوحنیفہؒ نے حضرت زیدؒ کی خدمت میں حاضر رہ کر باقاعدہ علم حاصل نہیں کیا بلکہ مختلف ملاقاتوں کے دوران ان سے استفادہ حاصل کرتے تھے۔

انہوں نے اموی خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے خلاف ۱۲۲ھ میں خروج کیا تھا۔ امام ابوحنیفہؒ آپ کی حمایت کرتے تھے لیکن گزشتہ حالات کو دیکھتے ہوئے آپ کو خروج کرنے سے منع کرتے تھے۔ کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ان کے تمام ساتھی دل سے ان کے ساتھ نہیں وہ کسی وقت بھی دھوکہ دے سکتے ہیں لیکن انہوں نے پھر بھی خروج کر دیا اور ان کوفیوں نے ان کے ساتھ عین وقت پر دھوکہ دیا اور وہ دشمن کی فوج کا مقابلہ کرتے ہوئے شہید ہو گئے تھے۔ ان کی لاش کو سولی پر لٹکایا گیا۔

۳۷ ۔ قاضی ایاس بن معاویہ المزنیؒ

آپ کا نام ایاس اور کنیت ابو وائلہ تھی۔ آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے:
ایاس بن معاویہ بن ایاس بن بلال بن رئاب بن عبید بن سواۃ بن ساریہ بن زیبان بن ثعلبہ بن سلیم بن اوس بن مزینہ۔

قاضی ایاس بن معاویہ المزنیؒ کا شمار دور اول کے تابعین میں ہوتا ہے۔ آپ نے بکثرت صحابہ کرامؓ سے قرآن وحدیث کے علوم حاصل کئے۔

آپ کی ولادت یمامہ کے علاقے نجد میں ہوئی۔ آپ کے بچپن میں ہی آپ کے والدین عراق کے شہر بصرہ منتقل ہو گئے تھے۔ وہیں آپ نے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ آپ ثقہ اور حافظ الحدیث تھے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن وحدیث کے علوم کے ساتھ ساتھ ذہانت اور حاضر جوابی کی صلاحیت بھی عطا فرمائی تھی۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ کے دور خلافت میں شیخ ایاس بن معاویہؒ کو بصرہ کا قاضی نامزد کر دیا گیا۔ قاضی ایاس بن معاویہؒ کے عدالتی فیصلے علم وحکمت سے بھرپور ہوتے تھے۔

جب آپ کے علم کا چرچہ ہوا تو لوگوں کی کثیر تعداد آپ کے پاس جمع رہتی۔ اس میں دو قسم کے لوگ ہوتے تھے ایک وہ جو آپ سے دین کا علم سیکھنے اور احادیث رسول اللہ ﷺ سننے آتے تھے۔ دوسرے وہ جو آپ کے ساتھ علمی مباحثہ کرنے آتے تھے اور طرح طرح کے سوالات کر کے اس کے جوابات مانگا کرتے تھے۔

قاضی ایاس بن معاویہؒ کی عمر چھہتر (٧٦) سال ہونے کو آئی تو ایک رات اپنے والد مرحوم کو اور خود کو خواب میں دیکھا کہ دونوں اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہیں اور ایک ساتھ چل رہے ہیں، دونوں میں کوئی بھی آگے نہیں ہوتا۔ اس خواب کے چند دن بعد ایک رات حسب معمول اپنی بستر پر لیٹے اور گھر والوں سے کہا کہ جانتے ہو کہ یہ کون سی رات ہے۔ گھر والوں نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ آپ نے فرمایا! اس تاریخ اور اس رات میرے والد مرحوم کی عمر چھہتر (٧٦) سال پوری ہوئی تھی اور وہ اس کی صبح وفات پا گئے تھے۔ یہ کہہ کر سو گئے صبح گھر والوں نے دیکھا تو وہ انتقال کر چکے تھے۔

وفات کے وقت آپ کی عمر چھہتر (٧٦) سال تھی۔ آپ کا انتقال ۱۲۲ھ میں ہوا۔

۳۸ ۔ سلمہ بن کہیلؒ

آپ مشہور محدث اور تابعی ہیں۔ قبیلہ کے حوالے سے آپ حضرمی ہیں۔

آپ نے جندب بن عبداللہؓ، عبداللہ بن ابی اوفیؓ، ابوطفیلؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ سے احادیث روایت کی ہیں۔

کوفہ میں چار لوگ احادیث روایت کرنے میں سب سے زیادہ معتبر مانے جاتے تھے۔ منصور بن معتمرؒ، عمرو بن مرہؒ، ابوحصینؒ اور سلمہ بن کہیلؒ۔

آپ نے ۱۲۲ھ میں کوفہ میں وفات پائی۔

۳۹ ۔ سماک بن حربؒ

آپ کی کنیت ابومغیرہ تھی۔ آپ کے والد کا نام حرب ذہلی تھا۔ آپ جلیل القدر تابعی اور محدث ہیں۔ آپ کو اسی (۸۰) صحابہ کرامؓ کی زیارت کا شرف حاصل ہے۔ آپ سے دوسو احادیث مروی ہیں۔ آپ بہت تحقیق کرکے حدیث روایت کرتے تھے۔ آپ نے جابر بن سمرہؓ، نعمان بن بشیرؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ سے احادیث روایت کی ہیں۔

آپ کا انتقال ۱۲۳ھ میں ہوا۔

۴۰ ۔ امام محمد بن مسلم بن شہاب زہریؒ

آپ کا نام محمد، کنیت ابوبکر اور والد کا نام مسلم بن شہاب زہری تھا۔ آپ کا نسب اس طرح ہے: محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن شہاب بن حارث بن زہرہ بن کلاب بن مرّہ الزہری القرشی۔

قریش کے مشہور قبیلے بنوزہرہ کی طرف نسبت کی وجہ سے '' زہری '' کے لقب سے معروف ہوئے اور اپنے دادا شہاب بن حارث کی وجہ سے ''ابن شہاب'' کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ کے دادا عبداللہ شہاب رسول اللہ ﷺ کے سخت مخالفین میں سے تھے۔ انہوں نے جنگ بدر اور جنگ احد میں مشرکین مکہ کہ طرف سے جنگ میں شرکت کی تھی۔ انہی کی اولاد میں اللہ تعالیٰ نے عظیم محدث کو پیدا کیا۔

آپ نے اپنے زمانے میں قرآن وحدیث میں ایسے علمی کمالات حاصل کئے کہ آپ کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ آپ کی ذہانت اور قوت حافظہ بے مثال تھی۔ آپ اس قدر ذہین تھے کہ کوئی مسئلہ دوبارہ پوچھنے کی ضرورت پیش نہیں آتی تھی۔ حافظہ اتنا قوی تھا کہ ایک مرتبہ کوئی بات سن لی تو وہ ہمیشہ دل پر نقش ہو جاتی تھی۔ آپ نے اسی (۸۰) دنوں میں پورا قرآن کریم حفظ کرلیا تھا۔ ساری زندگی میں صرف ایک مرتبہ ایک حدیث میں شبہ ہوا جب تحقیق کی تو وہ حدیث اسی طرح تھی جیسے انہیں یاد تھی۔

آپ آٹھ سال تک مدینہ میں امام سعید بن مسیّبؓ کی خدمت میں رہے اوران کے تمام علم کومحفوظ کیا۔ امام زہریؒ مدینہ منورہ میں لوگوں کے گھر گھر جا کر احادیثِ رسول حاصل کیا کرتے تھے۔ وہ ہمیشہ اپنے ساتھ کاغذ وقلم رکھتے تھےاور جو کچھ سنتے اسے تحریر کرلیا کرتے تھے۔ آپ درس میں سب سے پہلے آتے تھےاور سب سے آگے بیٹھتے تھے۔ آپ خواتین استاد سے بھی علم سیکھنے کو عارنہیں سمجھتے تھے خاص طور پرآپ ان سے احادیث کے بارے میں پوچھتے تھے۔

شیخ قاسم بن محمدؒ نے امام زہریؒ سے فرمایا کہ کہ تم تحصیلِ علم میں بڑے حریص ہو۔ آپ حدیث کے علم کے ساتھ ساتھ دوسرے علوم بھی بڑے شوق سے سیکھتے تھے۔ ابوالزنادؒ فرماتے ہیں کہ ہم درس میں حلال وحرام کے مسائل قلم بند کرتے تھےاورابن شہاب زہریؒ استاد کی ہر بات لکھ لیا کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ تمام علوم میں عبور رکھتے تھے۔ امام ابولیثؒ فرماتے ہیں کہ جب آپ قرآن پر بات کرتے تو ہم سمجھتے کہ آپ قرآن کے بڑے عالم ہیں اور جب حدیثِ رسول ﷺ پر بات کرتے تو محسوس ہوتا کہ آپ حدیث کے بہت بڑے امام ہیں اور جب عرب اوراہل عرب کی تاریخ پر روشنی ڈالتے تو ایسا لگتا کہ یہی ان کا اصل موضوع ہے۔

امام زہریؒ کا دور وہ زمانہ تھا جس میں احادیث رسول ﷺ اسلامی ممالک میں پھیل چکی تھیں۔ جا بجا ان کی نقل کا سلسلہ جاری تھا۔ اس دوڑ میں ہر

ایک حصہ لینا اپنی سعادت سمجھتا تھا۔ اس ہجوم میں اچھے و برے کی تمیز کرنا مشکل ہو گیا تھا اور پھر باطل و گمراہ فرقے خوارج، روافض، شیعہ واثناعشریہ، منکرین تقدیر وغیرہ بھی ظاہر ہو چکے تھے اور اپنے اپنے منفی نظریات کی خفیہ تبلیغ بھی کر رہے تھے۔ ان فرقوں نے اپنے عقائد ونظریات کو صحیح ثابت کرنے کے لئے خود ساختہ احادیث گھڑنے کا سلسلہ شروع کر دیا تھا اوران کی تبلیغ عام ہونے لگی تھی۔

اس پُرفتن ماحول میں ایک طرف تو ملت اسلامیہ کے علماء پریشان تھے دوسرے طرف سیاسی رسہ کشی بھی چل رہی تھی۔ اموی خلیفہ میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ وہ پہلے حکمران ہیں جنہوں نے احادیث کو غیر معتبر کرنے والے فتنے کو محسوس کیا۔ ان کی گہری نظر مستقبل قریب کے نتائج کو دیکھ رہی تھی۔ انہوں نے وقت کے جلیل القدر ائمہ حدیث میں محمد بن مسلم شہاب زہریؒ اور ابوبکر بن حزمؒ کو خصوصی ہدایات دیں کہ جس قدر ممکن ہو سکے احادیثِ صحیحہ کو جمع کر لیا جائے تاکہ مستقبل کے مسلمانوں کو ان جھوٹے اور فتنہ پرور لوگوں سے محفوظ رکھا جا سکے۔

چنانچہ ان دونوں بزرگوں نے اس مشن پر کام کرنا شروع کر دیا اور بہت مختصر عرصہ میں صحیح احادیث کا ایک مجموعہ جمع ہو گیا۔ اسی بنیاد پر کہا جاتا ہے کہ امام زہریؒ ملت اسلامیہ میں پہلے شخص ہیں جنہوں نے احادیث کو جمع کیا۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر امام زہریؒ نہ ہوتے تو مدینہ منورہ کی سنن ضائع ہو جاتیں وہ بالاتفاق اپنے دور کے سب سے بڑے عالم تھے۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے

تھے کہ امام زہریؒ سے زیادہ سنن کا جاننے والا اور کوئی نہیں ہے۔

امام زہریؒ زبردست قوت حافظہ کے مالک تھے جو علم حاصل کرتے اس کو اپنے حافظہ میں بھی محفوظ رکھتے تھے۔ وہ ایک محفل میں سینکڑوں احادیث سنا دیتے تھے۔ جب کبھی دوبارہ ان کو سنانے کی ضرورت پیش آتی تو من وعن سنا دیتے تھے۔

ایک دفعہ خلیفہ ہشام بن عبدالملک نے اپنے بیٹے کے لئے کچھ احادیث لکھوانے کی درخوست کی۔ آپ نے ان کو چارسو احادیث زبانی لکھوادیں۔ ایک ماہ بعد پھر ان کی خلیفہ سے ملاقات ہوئی تو اس نے آپ سے کہا کہ آپ نے میرے بیٹے کو جو چارسو احادیث لکھوائیں تھیں وہ کتاب کہیں گم ہوگئی۔ آپ اسے وہی احادیث دوبارہ لکھوا سکتے ہیں۔ آپ نے دوبارہ وہی چارسو احادیث پھر سے املاء کروادیں جو ان کی پہلی تحریر سے ذرا برابر بھی فرق نہیں تھا۔

(تذکرۃ الحفاظ: ص۸۳)

امام عمرو بن دینارؒ خود بہت بڑے محدث اور صاحب علم وفضل بزرگ تھے فرماتے ہیں کہ میں نے زہریؒ سے زیادہ کسی محدث کی روایات کو اپنی اسناد میں صحیح ترین نہیں پایا۔ امام احمد بن حنبلؒ اور محدث اسحاق بن راہویہؒ کی بھی یہی رائے ہے۔

امام زہریؒ کی ولادت ۵۰ھ میں مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ آپ کو جن صحابہ کرامؓ سے احادیث سننے کا شرف حاصل ہوا ان میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ،

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ، حضرت مسور بن مخرمہؓ، حضرت سہل بن سعدؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ، حضرت سائب بن یزیدؓ، حضرت محمود بن ربیعؓ، عبداللہ بن ثعلبہؓ، عبدالرحمٰن بن عامرؓ، سعد بن سہلؓ، ابوطفیل عامرؓ، حضرت ابوامامہؓ شامل ہیں۔ تابعین میں جن سے آپ نے احادیث پڑھیں ان میں سعید بن مسیّبؒ، ابوامامہ بن سہلؒ اور ابوسہلؒ شامل ہیں۔

آپ سے احادیث سننے والوں میں خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ، حضرت عطاء بن ابی رباحؒ، حضرت عمرو بن دینارؒ، حضرت صالح بن کیسانؒ، حضرت ابوایوب سختیانیؒ، عبداللہ بن مسلم زہریؒ، امام اوزاعیؒ، امام ابن جریجؒ، امام محمد (باقر) بن علی بن حسینؒ، امام محمد بن منکدرؒ، منصور بن معتمرؒ، امام موسیٰ بن عقبہؒ، حضرت یحییٰ بن سعید انصاریؒ، امام ہشام بن عروہؒ، امام مالک بن انسؒ، امام معمر الزبیدیؒ، امام اسحاق بن یحییٰؒ، امام بکر بن وائلؒ اور شعیب بن ابی حمزہؒ، لیث بن سعد مصریؒ، ابن ابی ذئبؒ، سفیان بن عیینہؒ، عقیلؒ، یونسؒ، اور حضرت امام ابوحنیفہؒ شامل ہیں۔

امام زہریؒ مدینہ کے ''فقہاء سبعہ'' میں پہلے نمبر پر ہیں۔ آپ کے فتاویٰ کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ محمد بن نوحؒ نے ان کو تین ضخیم جلدوں میں جمع کیا۔ امام زہریؒ تدوین حدیث کی طرح علم سیرت وغزوات کے بھی سب سے

پہلے عالم ہیں جنہوں نے مغازی پر مستقل کتاب لکھی۔ آپ کے بعد اور لوگوں نے آپ کی پیروی کرتے ہوئے مغازی اور سیرت پر کتابیں لکھیں۔ آپ کے دو مشہور شاگرد جنہوں نے دنیا میں نام پیدا کیا مورخ موسیٰ بن عقبہ ؒ اور محمد بن اسحاق ؒ ہیں۔

امام مکحول شامی ؒ جو ملک شام کے محدث اور فقیہہ و امام ہیں انہوں نے علم کے حصول کے لئے تمام اسلامی ملکوں کا سفر کیا اور بڑے بڑے علماء سے استفادہ کیا، فرماتے ہیں کہ میں نے ابن شہاب زہری ؒ سے بڑا عالم نہیں دیکھا۔ امام زہری ؒ نے علم کے حصول کے لئے مختلف ملکوں کے سفر کیئے۔ آپ پہلے شام گئے پھر مصر کا سفر کیا، آپ نے مکہ مکرمہ کے بھی کئی مرتبہ سفر کیئے۔ آپ جس فن پر گفتگو فرماتے تو معلوم ہوتا کہ یہی ان کا خاص فن ہے۔ امام لیث بن سعد ؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام زہری سے زیادہ جامع شخصیت نہیں دیکھی۔ وہ جب ترغیب و ترہیب پر گفتگو کرتے تو معلوم ہوتا کہ وہ اسی کے بڑے عالم ہیں۔ جب عرب اور انسابِ عرب پر روشنی ڈالتے تو معلوم ہوتا کہ یہی ان کا خاص فن ہے۔ علامہ معمر ؒ اور ایوب سختیانی ؒ نے آپ کے علم کو بہت سراہا ہے۔ امام مکحول ؒ آپ کی بے حد تعریف کرتے تھے۔ آپ کو قرآن، حدیث اور فقہ تمام علوم میں کمال حاصل تھا۔

علی بن المدینی ؒ فرماتے ہیں کہ حجاز میں ثقات کا سارا علم زہری ؒ اور عمرو بن دینار ؒ میں تقسیم تھا۔ امام ابو داؤد ؒ فرماتے ہیں کہ زہری ؒ سے دو ہزار دو سو

احادیث مروی ہیں، ان میں نصف مسند ہیں۔ عمرو بن دینار ؒ فرماتے ہیں کہ میں نے زہری ؒ سے زیادہ حدیث میں کسی کو ثقہ نہیں دیکھا۔

اللہ تعالیٰ نے امام زہری ؒ کو مال و دولت سے بھی نوازا تھا۔ آپ بہت زیادہ صدقہ وخیرات کرتے۔ آپ مہمانوں نے بے دریغ خرچ کرتے تھے۔ اکثر اوقات قرضداروں کے قرض ادا کرتے رہتے تھے۔

امام زہری ؒ کو احادیث کی تدوین کے علاوہ سنن صحابہ ؓ کو بھی جمع کرنے کا بہت شوق تھا۔ آپ فرماتے تھے کہ احادیثِ رسول ﷺ کو نقل کرنے والے صحابہ کرام ؓ ان احادیث کے معنی ومفہوم بھی جانتے ہیں اس لئے ان کے اقوال، اعمال، عادات اور طور طریقوں کو بھی محفوظ کیا جائے کیونکہ کہ وہ عین سنت کے مطابق ہیں۔ امام مالک ؒ جب کسی حدیث میں اختلاف پاتے تو اہل مدینہ کا عمل دیکھتے تھے اور اس پر عمل کرتے تھے۔

شیخ صالح بن کیسان ؒ جو امام زہری ؒ کے ہم عصر ہیں اور آپ کے درس کے ساتھی بھی تھے فرماتے ہیں کہ امام زہری ؒ نے کہا کہ ہمیں سنن رسول اللہ ﷺ کو محفوظ کر دینا چاہیئے اور پھر انہوں نے یہ کام کر دیا۔ امام زہری ؒ نے سنن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سنن صحابہ کو بھی قلم بند کیا۔

امام زہری ؒ اپنے فقہی کمال کی بدولت مدینہ کی مجلس افتاء کی مسند پر بیٹھتے تھے۔ آپ کے فتاویٰ کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ محمد بن نوح ؒ نے فقہی ترتیب سے

ان فتاویٰ کو تین ضخیم جلدوں میں جمع کیا ہے۔

آپ بہت فیاض اور سخی تھے۔ بہت کھلے ہاتھ سے خرچ کرتے تھے۔ امام عمرو بن دینار ؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے دینار و درہم کو زہری ؒ کی نگاہ سے زیادہ کسی کی نگاہ میں بے وقعت نہیں دیکھا۔

امام زہری کی وفات ۱۲۴ھ میں ہوئی۔ یہی صحیح ہے اس کے علاوہ اور روایات میں ۱۲۳ھ اور ۱۲۵ھ بھی آیا ہے۔

۴۱ ۔ امام عمرو بن دینار مکیؒ

آپ ایک جلیل القدر تابعی اور مکہ مکرمہ کے مشہور آئمہ حدیث میں سے ہیں۔ آپ حرم میں درس حدیث دیتے تھے اس لئے ''عالم الحرم'' کے لقب سے مشہور تھے۔ آپؒ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ، حضرت بجالہ بن عبداللہؓ، حضرت انس بن مالکؓ اور دیگر کئی صحابہ کرامؓ سے علم الحدیث سیکھا اور احادیث یاد کیں۔ تابعین میں آپ کے استاد ابوالشعثاءؒ، طاؤس بن کیسانؒ، کریبؒ اور مجاہدؒ ہیں۔ آپ نے ان سے احادیث پڑھی ہیں۔

امام ذہبیؒ ان کو حفاظِ حدیث میں شمار کرتے ہیں۔ امام عمرو بن دینارؒ سے امام شعبہؒ، امام سفیان بن عیینہؒ، امام ایوب سختیانیؒ، طاؤس بن کیسانؒ، امام حماد بن زیدؒ اور امامِ اعظم ابوحنیفہؒ نے احادیث روایت کی ہیں۔ امام ابو محمد حارثیؒ نے فرمایا کہ امام عمرو بن دینارؒ امام ابوحنیفہؒ کے شیوخ میں سے ہونے کے باوجود ان سے حدیث روایت کی ہے جو امام ابوحنیفہؒ کی علم حدیث میں عظمتِ شان کی دلیل ہے۔

آپ کے شاگردوں میں امیر المومنین فی الحدیث امام شعبہؒ، ابن جریجؒ، سفیان ثوریؒ، حماد بن سلمہؒ، سفیان بن عیینہؒ، اور حماد بن ابی سلیمانؒ شامل ہیں۔ امام عمرو بن دینارؒ حافظ الحدیث تھے۔

آپ کا وصال ۱۲۶ھ میں ہوا۔ (عقود الجمان: ص۱۸۳)

۴۲ ۔ امام ربیعہ الرائیؒ

امام ربیعہ الرای ؒ کی ولادت مدینہ منورہ میں ہوئی۔ آپ کی کنیت ابوعبدالرحمٰن تھی۔ تین سال کی عمر میں آپ کو تعلیم کے حصول کے لئے مکتب میں بٹھا دیا گیا۔ اس وقت آپ کے والد فروخ سمرقند و بخارا کی طرف جہاد میں مصروف تھے۔ امام ربیعہ ؒ نے اپنے زمانہ طالب علمی میں جن عظیم ہستیوں سے علمی استفادہ کیا ان میں جلیل القدر صحابی حضرت انس بن مالک ؓ اور تابعین میں حضرت سعید بن مسیّب ؒ، امام مکحول شامی ؒ اور محدث سلمہ بن دینار ؒ شامل ہیں۔ آپ نے علم حدیث میں ایسا کمال حاصل کرلیا جو چند ہی خوش نصیب لوگوں کو حاصل ہوا ہے۔ آپ نے درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ کے حلقہ درس میں شاگردوں کا اتنا ہجوم ہوتا تھا کہ آپ کی مجلس مدینہ منورہ کی سب سے بڑی درس وتدریس کی مجلس بن گئی۔ آپ کی اپنے والد سے تیس سال بعد ملاقات ہوئی۔

امام ربیعہ الرائیؒ مسجد نبوی میں بعد نمازِ فجر درس حدیث دیا کرتے تھے۔ آپ کا نام تو ربیعہ بن فروخ ؒ تھا لیکن آپ کی فہم و بصیرت کی وجہ سے جو مسئلہ قرآن و حدیث میں نہیں ملتا تھا تو لوگ ان سے رجوع کرتے تھے اور امام ربیعہ ؒ اس کو قرآن و حدیث کی روشنی میں قوتِ اجتہاد سے اس مسئلے کا حل نکالتے تھے جس کی وجہ سے ان کا نام ربیعہ الرائی پڑ گیا۔ آپ کا شمار ثقہ محدثین میں ہوتا ہے۔

علامہ ابن سعدؒ انہیں ثقہ اور کثیر الحدیث لکھتے ہیں۔ خطیب بغدادی اور حافظ ذہبیؒ آپ کو امام اور حافظ الحدیث کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ علمِ حدیث کے بارے میں آپ کے ہم عصر معترف تھے۔

امام ربیعہؒ کے مشہور شاگردوں کی فہرست بہت طویل ہے، آپ کے خاص خاص شاگردوں میں امام یحییٰ بن سعید القطانؒ، امام مالک بن انسؒ، امام سفیان ثوریؒ، ملک شام کے امام اوزاعیؒ، مصر کے امام لیث بن سعدؒ، امام سفیان بن عیینہؒ، امام سلیمان بن ہلالؒ، امیر المومنین فی الحدیث امام شعبہؒ اور امام اعظم ابو حنیفہؒ شامل ہیں۔

محدث سوار بن عبد اللہؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے امام ربیعہؒ سے بڑا عالم نہیں دیکھا۔ امام ربیعہؒ علمی مجالس اور درس و تدریس کے علاوہ عبادات و ریاضات کا بھی بہت اہتمام کرتے تھے۔ سلاطین و امراء کا احسان لینا پسند نہیں کرتے تھے۔

آپ کا وصال ۱۳۰ھ میں مدینہ منورہ میں ہوا، ایک دوسری روایت میں ۱۳۶ھ بمطابق ۷۵۳ء لکھا ہے۔ آپ کی تدفین جنت البقیع میں ہوئی۔

۴۳ ۔ ابواسحاق سبیعیؒ

آپ کا نام عمرو بن عبداللہ سبیعی ہمدانی کوفیؒ اور کنیت ابواسحاق تھی ۔ آپ مشہور تابعی تھے۔ آپ نے حضرت علی المرتضیٰؓ کو دیکھا تھا۔ آپ حضرت عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، براء بن عازبؓ، عدی بن حاتمؓ، جریر بجلیؓ، جابر بن سمرہؓ، نعمان بن بشیرؓ، زید بن ارقمؓ اور بہت سے دوسرے صحابہ کرامؓ سے احادیث سنی تھیں اور ان سے روایت کرتے تھے۔ بعض علماء کا قول ہے کہ آپ اٹھائیس صحابہ کرامؓ سے روایت کیا کرتے تھے۔ استاد علی بن مدینیؒ فرماتے ہیں کہ ابواسحاقؒ کے اساتذہ شمار کئے گئے تو ان کی تعداد تین سو کے قریب ہے جن میں اسّی (۸۰) صحابہ کرامؓ ہیں۔

آپ سے جن حضرات نے احادیث روایت کی ہیں ان میں قتادہ بن دعامہؒ، سلیمان التیمیؒ، امام اعمشؒ، امام شعبہؒ، سفیان ثوریؒ، ابوالاحوصؒ، زائدہؒ، شریکؒ اور سفیان بن عیینہؒ، آپ کے بیٹے یونسؒ اور آپ کے پوتے اسرائیلؒ نے بھی آپ سے حدیث روایت کی ہیں۔ آپ کا شمار احادیث کے ثقہ راویوں میں ہوتا ہے۔

آپ کا انتقال ۱۲۹ھ میں ہوا۔ بعض روایات میں ۱۲۷ھ بھی آیا ہے۔

۴۴ ۔ امام ایوب سختیانیؒ

آپ کا پورا نام ایوب بن ابو تمیمہ کیسان سختیانی بصری ہے۔ آپ کی کنیت ابو بکر تھی۔ آپ عنزہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔

آپ اپنے وقت کے فقہاء کے سردار تھے۔آپ ثقہ، حافظ الحدیث عبادت گزار تابعی تھے۔ آپ نے چالیس حج کئے ۔ آپ احادیث رسول اللہ ﷺ بیان کرتے ہوئے شدتِ جذبات سے رو پڑتے تھے۔

آپ فرماتے تھے کہ بہت زیادہ کھانا پیٹ کی بیماری ہے۔ بندہ دو خصلتوں کی وجہ سے سردار بنتا ہے، ایک لوگوں کے ہاتھ میں جو کچھ ہے اس سے بے نیاز ہو جانا اور دوسرا جوان سے سرزد ہو رہا ہے اس سے غافل ہو جانا۔ آپ وعدے کے بہت پکے اور بہت ہنس مکھ تھے۔

حضرت ایوب سختیانیؒ نے فرمایا! زہد وتقویٰ کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ سب سے پسندیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے۔

۲۔ سب سے اعلیٰ زہد اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اشیاء سے بچنا ہے۔

۳۔ ثواب کے اعتبار سے سب سے اچھا زہد اللہ تعالیٰ کی حلال چیزوں میں ہے

آپ کی وفات ۱۳۱ھ بمطابق ۷۴۹ء میں بصرہ میں طاعون کے مرض سے ہوئی۔ وفات کے وقت آپ کی عمر مبارک تریسٹھ (۶۳) سال تھی۔

۴۵ ۔ امام سلمہ بن دینارؒ

آپ کا نام سلمہ، والد کا نام دینارؒ، آپ کی کنیت ابوحازم ہے۔ آپ کے پیر میں کچھ لنگ تھا اس وجہ سے انہیں اعرج کہا جاتا تھا۔ آپ کے والد ایرانی النسل تھے اور ماں کا تعلق روم سے تھا۔ آپ کسی معرکہ میں قید ہوکر قبیلہ مخزومی کے ایک شخص کے غلام ہو گئے تھے۔ اس نسبت سے انہیں مخزومی بھی کہا جاتا ہے۔ آپ کا پورا نام امام سلمہ بن دینار ابوحازم المخزومیؒ ہے۔

آپ عجمی النسل تھے لیکن آپ نے اسلام کی تعلیم و تربیت مدینہ منورہ کے شیوخ سے حاصل کی۔ حافظ ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ امام سلمہ بن دینارؒ عالم، حافظ، عابد، زاہد، واعظ اور مدینہ منورہ کے شیخ ہیں۔ آپ حدیث کے بہت بڑے عالم تھے۔ علامہ ابن سعدؒ لکھتے ہیں کہ آپ ثقہ اور کثیر الحدیث عالم تھے۔ حدیث میں آپ کے بعض صحابہ کرامؓ سے روایات نقل کی ہیں لیکن آپ کی بیشتر روایات اکابر تابعین سے مروی ہیں۔ علم حدیث میں آپ نے جن سے خصوصی طور پر استفادہ کیا ان میں امام سعید بن مسیّبؒ ہیں جو اپنے زمانے کے بہت بڑے عالم اور حافظ حدیث ہیں۔ ان کی مسلسل صحبت نے شیخ سلمہ بن دینارؒ کو اپنے زمانے کا امام بنا دیا۔

حافظ ذہبیؒ اور علامہ نوویؒ انہیں فقہاء مدینہ میں شمار کرتے ہیں۔ آپ مدینہ منورہ کے قاضی بھی رہ چکے ہیں۔ محدث ابن حبانؒ فرماتے ہیں کہ آپ مدینہ کے عابد و زاہد لوگوں میں شمار ہوتے تھے۔ آپ سلاطین اور امراء سے دور رہتے تھے

اور فرماتے تھے کہ امراء وسلاطین سے ملاقات میں نفع سے زیادہ نقصان زیادہ ہوتا ہے۔

امام سلمہ بن دینارؒ فرماتے تھے کہ جو بندہ اپنے اور اپنے رب کے درمیان فرائض اور تعلقات کو اچھا اور درست رکھتا ہے تو اللہ اس کے اور دوسروں کے تعلقات کو درست رکھتا ہے اور جو بندہ اپنے اور اپنے رب کے فرائض میں کوتاہی کرتا ہے تو اللہ اس کے اور دوسرے بندوں کے درمیان فرائض میں کوتاہی کرتا ہے۔ ایک ذات سے تعلقات خوشگوار رکھنا بہت سے لوگوں کے ساتھ تعلقات خوشگوار رکھنے سے زیادہ آسان ہے۔

شیخ سلمہ بن دینارؒ کا آخری وقت جب قریب آیا تو حاضرین میں سے کسی نے پوچھا کہ شیخ کیا حال ہے؟ آپ نے فرمایا! اگر ہم نجات پا جائیں اس شر سے جو دنیا میں ہم نے کیا ہے تو ہم کو آخرت میں کوئی نقصان نہیں، پھر قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ۝

(سورۃ مریم ۔ ۹۶)

بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے

اللہ تعالیٰ ان کے لئے محبت پیدا کر دے گا۔

آپ یہ آیت دوہرا رہے تھے کہ اسی حالت میں رفیقِ اعلیٰ سے جا ملے۔

آپ کا انتقال ۱۴۰ھ بمطابق ۷۵۷ء میں ہوا۔

۴۶ ۔ حضرت عامر بن عبداللہ التیمیؒ

حضرت عامر بن عبداللہ التیمیؒ نے حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ سے علم حدیث کا ایک بڑا حصہ پایا۔ آپ کو ایسی سینکڑوں احادیث ملیں جس میں رسول اللہ ﷺ تک صرف واسطہ حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ کا تھا۔ آپ نے اپنے روزمرہ کے معمولات کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہوا تھا۔ ایک حصہ علم کی ترویج وتبلیغ کے لئے وقف تھا۔ آپ نے جامع بصرہ میں علمی حلقوں کا سلسلہ شروع کیا جہاں شہر کے دور دراز علاقوں سے لوگ علم حاصل کرنے آیا کرتے تھے۔ یہ علم حدیث کا شہر بصرہ میں پہلا مدرسہ تھا۔ اپنے زندگی کا دوسرا حصہ آپ نے عبادت الٰہی کے لئے وقف کیا ہوا تھا۔ آپ تنہائی میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ راز و نیاز کی باتیں کیا کرتے تھے۔ اس کثرت سے نوافل پڑھتے تھے کہ پیروں پر ورم ہو جاتا تھا۔ اپنی زندگی کا تیسرا حصہ آپ نے جہاد وقتال کے لئے وقف کیا ہوا تھا۔ آپ مجاہدین کے قافلوں کے ساتھ دور دراز کے علاقوں میں نکل جاتے تھے اور کامیابی اور غنائم کے ساتھ بصرہ شہر واپس آتے تھے اور اپنے شہری معمولات پھر سے شروع کر دیتے تھے۔

شیخ عامر بن عبداللہ التیمیؒ اپنی ساری زندگی قرآن وحدیث کا درس دیتے، عبادت میں مشغول رہتے اور جب جہاد کا اعلان ہوتا تو آپ صفوں میں سب سے آگے نظر آتے تھے۔ ساری زندگی روکھی سوکھی کھا کر گزار دی۔

شیخ عامر بن عبداللہؒ نے زندگی کے آخری ایام ملک شام میں گزارے۔ آپ نے بیت المقدس کو اپنا دارالاقامہ بنایا۔ ملک شام کے گورنر حضرت امیر معاویہؓ آپ کی بہت عزت واحترام کرتے تھے اور آپ کی راحت کا بہت خیال رکھتے تھے۔

شیخ عامرؒ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ کی عیادت کے لئے لوگ جمع ہوگئے۔ ہجوم دیکھ کر آپ رو پڑے، لوگوں نے سمجھا کہ موت کا وقت قریب دیکھ کر خوفزدہ ہیں۔ بعض لوگوں کے پوچھنے پر فرمایا! میں موت سے خوفزدہ نہیں ہوں حقیقت یہ ہے کہ میں ایک طویل سفر پر جارہا ہوں لیکن زادراہ (توشہ) بہت کم ہے معلوم نہیں کہ منزل تک کام آئے گا یا نہیں۔ یہ کہہ کر سسکیاں لینے لگے خود بھی روئے اوروں کو بھی رولا دیا۔ اسی دوران ان کی روح مالکِ حقیقی کی طرف پرواز کرگئی۔

۴۷ ۔ ابو محمد عبداللہ بن حسنؒ

آپ کا نام عبداللہ بن حسن تھا۔ آپ کی کنیت ابو محمد تھی۔ آپ کی پیدائش ۷۰ھ میں ہوئی۔

ابن البزازی بیان کرتے ہیں کہ ابو محمد عبداللہ بن حسنؒ بہت بڑے محدث، سچی احادیث بیان کرنے والے تھے۔ سفیان ثوریؒ اور امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ابو عبداللہ بن حسنؒ علماء کرام کی نظر میں بڑی قدر و منزلت کے مالک تھے۔ آپ بہت عبادت گزار تھے۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیزؒ آپؒ کا بہت ادب واکرام کرتے تھے۔ آپ امام ابو حنیفہؒ سے دس سال بڑے تھے۔

عبداللہ بن حسنؒ ۱۴۵ھ میں ۷۵ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔

۴۸ ۔ ہشام بن عروہؒ

آپ بہت مشہور محدث اور تابعی ہیں۔ آپ حضرت زبیر بن عوامؓ کے پوتے اور عبداللہ بن زبیرؓ کے بھتیجے ہیں۔ آپ کثیر الحدیث، حافظ الحدیث، حجت اور ثقہ محدث ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ، سفیان ثوریؒ، سفیان بن عیینہؒ، امام مالکؒ، حماد بن سلمہؒ، حماد بن ابی سلیمانؒ، یحیٰی بن سعید القطانؒ وغیرہ آپ کے شاگردوں میں سے تھے۔ حضرت ہشامؒ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ کی زیارت کی تھی، ابن عمرؓ نے آپ کے سر پر ہاتھ پھیرا تھا اور آپ کو دعا دی تھی۔ ان کے علاوہ آپ نے حضرت سہل بن سعدؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ اور حضرت انس بن مالکؓ کی بھی زیارت کی تھی۔ آپ نے اپنے والد اور چچا سے احادیث کا سماع کیا ہے۔ امام محمد بن سعدؒ فرماتے ہیں کہ ہشام بن عروہؒ ثقہ، ثبت (پختہ)، کثیر الحدیث اور حجۃ الحدیث تھے۔

امام ابوحاتم رازیؒ فرماتے ہیں کہ آپ ''امام فی الحدیث'' تھے۔

امام علی بن مدینیؒ فرماتے ہیں کہ آپؒ نے چار ہزار احادیث روایت کی ہیں۔ آپؒ کے شاگردوں میں بڑے بڑے محدث اور فقیہہ ہیں جن میں امام ابوحنیفہؒ سرفہرست ہیں۔

عباسی خلیفہ ابوجعفر المنصور ان کی بہت عزت کرتا تھا۔ آپ کے انتقال ۱۴۶ھ میں ہوا اور خلیفہ منصور نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ بغداد میں مقبرہ خیزران میں مدفون ہوئے۔

۴۹ ۔ سلیمان بن مہرانؒ (امام اعمشؒ)

آپ امام اعمشؒ کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کا نام سلیمان بن مہران تھا۔ آپ کی کنیت ابو محمد الاسدی ہے۔ آپ بنی کاہل کے غلام تھے۔ آپ کا آبائی وطن طبرستان (آذربائیجان) تھا۔ آپ کی پیدائش حضرت سیدنا حسین بن علیؓ کی شہادت کے روز ۱۰ رمحرم الحرام ۶۱ھ میں رے میں ہوئی۔ آپ کے والد امام حسین بن علیؓ کے ساتھ جنگ میں شریک تھے۔

آپ کی زندگی کا آغاز ایک غلام کی حیثیت سے ہوا تھا۔ آپ کو کوفہ کے ایک امیر شخص نے خرید کر آزاد کر دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اندر علم و فہم کی صلاحیت رکھی تھی۔ یہ آپ کی خوش قسمتی تھی کہ آپ کی پرورش کوفہ شہر میں ہوئی جو اس وقت علم و ہنر کا گہوارا تھا اور وہاں صحابہ کرامؓ کی ایک بڑی تعداد رہتی تھی۔

آپ نے حضرت انس بن مالکؓ اور عبداللہ بن ابی اوفیؓ کی زیارت کا شرف حاصل کیا ہے اور ان سے احادیث روایت کی ہیں۔ آپ کی علمی اور عملی فضائل پر حافظ ابن حجر عسقلانی اور علامہ ذہبیؒ ان کو عابد و زاہد، علامہ الاسلام اور شیخ الاسلام جیسے القاب سے نوازتے ہیں۔ آپ کا شمار بڑے محدثین میں ہوتا ہے۔ محدث عیسیٰ بن یونسؒ لکھتے ہیں کہ ہم نے اعمشؒ جیسا شخص نہیں دیکھا۔ محدث سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں کہ امام اعمشؒ کتاب اللہ کے بڑے قاری اور احادیثِ نبویہ ﷺ کے بڑے حافظ اور علم الفرائض کے ماہر تھے۔

آپ کے پاس احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ تھا۔ علامہ ابن المدینیؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی امت میں چھ حضرات ایسے ہی جنہوں نے احادیثِ رسول کو چار بڑے شہروں میں محفوظ کر دیا تھا۔

۱۔ مکہ مکرمہ میں امام مالک بن دینارؒ

۲۔ مدینہ منورہ میں امام ابن شہاب زہریؒ

۳۔ بصرہ میں امام قتادہ بن دعامہؒ اور امام یحییٰ بن کثیرؒ

۴۔ کوفہ میں امام ابواسحاق سبیعیؒ اور امام اعمشؒ

محدث ابوبکر عیاشؒ فرماتے ہیں امام اعمشؒ اپنے وقت میں سید المحدثین کہلاتے تھے۔ آپ کی مرویات کی تعداد چار ہزار تک پہنچی ہوئی ہے۔

امام شعبہؒ جن کو امیر المومنین فی الحدیث کہا جاتا ہے امام اعمشؒ کے بارے میں فرماتے ہیں مجھے جو علمی تشفی اعمشؒ سے ہوئی ہے اور کسی سے نہیں ہوئی۔

محدث قاسم بن عبدالرحمٰنؒ فرماتے ہیں کہ کوفہ شہر میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایات کو جاننے والا امام اعمشؒ سے زیادہ اور کوئی نہیں ہے۔

امام اعمشؒ کی روایات کا بیشتر حصہ ایسے راویوں پر مشتمل ہوتا ہے جو اپنے علم و فہم، ذہانت اور قوتِ حافظہ میں ممتاز ہیں۔ محدثین کرامؒ کی اصطلاح میں امام اعمشؒ کی روایات کو عام طور پر ''مصحف'' کہا جاتا ہے۔ ابن عمارؒ

فرماتے ہیں کہ محدثین میں اعمش ؒ سے زیادہ ثقہ کسی کو نہیں پایا۔ اس علم وفضل کے باوجود امام اعمش ؒ روایات نقل کرنے میں بے حد محتاط تھے۔ زیادہ احادیث بیان کرنا اچھا نہیں سمجھتے تھے جو بھی حدیث نقل کرتے نہایت احتیاط اور ڈرتے ہوئے بیان کرتے کہ کوئی کلمہ چھوٹنے نہ پائے۔

علم حدیث میں جرح وتعدیل (اسماء الرجال) ایک مستقل علم ہے جس سے راوی کی حیثیت معلوم ہوتی ہے کہ وہ ممتاز ہے یا ضعیف۔ علم الحدیث میں یہ علم ''اشرف العلوم'' کی حیثیت رکھتا ہے۔ محدثین کرام ؒ جو حدیثِ رسول کی صحت وحفاظت کے لئے اللہ تعالیٰ نے پیدا کئے ہیں اسی علم کے ذریعہ راویوں پر بحث وتبصرہ کرتے ہیں۔ یہ غیبت یا بہتان نہیں جو کہ حرام عمل ہے بلکہ رسول اللہ ﷺ کے اقوال وافعال کو دیگر تمام اقوال وافعال سے اعلیٰ قرار دینا مقصد ہوتا ہے۔ امام اعمش ؒ اس بارے میں نہایت جری اور بیباک واقع ہوئے ہیں۔ وہ حدیث کی عظمت کے مقابلہ میں کسی کو بھی خاطر میں نہیں لاتے تھے۔

امام اعمش ؒ کو علم الفقہ میں بھی کامل بصیرت حاصل تھی خاص طور پر علم الفرائض (میراث) میں آپ ماہرانہ رائے رکھتے تھے۔ آپ سے پہلے امام ابراہیم نخعی ؒ اس علم کے سب سے بڑے ماہر عالم تسلیم کئے جاتے تھے اور اہل علم ان سے رجوع کرتے تھے، ان کی وفات کے بعد امام اعمش ؒ سے لوگ استفادہ کرتے تھے۔

علم کے ساتھ ساتھ اس پر عمل کرنے پر آپ خاص اہتمام کرتے تھے۔ امام یحییٰ بن سعید القطان ؒ فرماتے ہیں کہ آپ علم کے اس بلند منصب پر ہونے کے ساتھ ساتھ زاہد و عابد اور شب بیدار تھے۔ جب آپ عبادت میں مشغول ہو جاتے تھے تو کوئی اندازہ نہیں کر سکتا تھا کہ یہ کب فارغ ہوں گے۔ صحابہ کرام ؓ کی زندگی کی عبادت کی کیفیات آپ کی زندگی میں نظر آتی تھیں۔

حافظ ذہبی ؒ تحریر فرماتے ہیں کہ آپ علم النافع اور علم الصالح دونوں کے سردار تھے اور آپ کو شیخ الاسلام کہتے تھے۔ محدث وکیع بن جراح ؒ فرماتے ہیں کہ آپ نماز با جماعت کا اس قدر اہتمام کرتے تھے کہ ستر سال کی عمر میں بھی تکبیرِ اولیٰ فوت نہیں ہوتی تھی۔ تلاوتِ قرآن کا معمول تمام عبادات پر غالب تھا۔ ہر سات دنوں میں ایک قرآن ختم کرتے تھے۔ رمضان المبارک میں ہر تیسرے دن قرآن ختم کرتے تھے اور آخری عشرے کی ہر رات میں ایک قرآن ختم کرتے تھے۔ آپ علومِ قرآنی کے بھی ماہر تھے اور لوگوں کی قرأت کی تصحیح کیا کرتے تھے۔ آپ نے علم القرأۃ یحییٰ بن وثاب ؒ سے حاصل کیا، انہوں نے حضرت علقمہ ؒ سے اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سے سیکھا۔

آپ کے شاگردوں میں امام اعظم ابوحنیفہ ؒ، سفیان ثوری ؒ، شعبہ بن حجاج ؒ، سفیان بن عیینہ ؒ، عبداللہ بن مبارک ؒ، وکیع بن جراح ؒ، زائدہ ؒ، ابونعیم ؒ، فضیل بن عیاض ؒ اور دیگر مشہور لوگ شامل ہیں۔

عراق میں اس وقت چار ہزار محدث تھے۔ امام زہریؒ امام اعمشؒ کے علم کے قائل نہیں تھے۔ ان کے علم کو ضعیف بتلاتے تھے۔ اسحاق بن راشدؒ نے ایک مرتبہ ان سے کہا کہ کوفہ میں السد کا ایک غلام ہے (اعمش)۔ اس کو چار ہزار احادیث یاد ہیں۔ امام زہریؒ نے بڑے تعجب سے پوچھا کہ چار ہزار؟ اسحاقؒ نے کہا کہ اگر آپ فرمائیں تو میں وہ احادیث آپ کے سامنے پیش کروں۔ انہوں نے امام زہریؒ کے سامنے ان کا نسخہ پیش کیا وہ اس کو حیرت سے پڑھتے رہے اور ان کے چہرے کا رنگ بدلتا رہا۔ پورا مجموعہ ختم کرنے کے بعد فرمایا! خدا کی قسم! علم اسے کہتے ہیں۔ مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ کسی کے پاس احادیث کا اتنا بڑا ذخیرہ بھی موجود ہو گا۔ اس بات کا علم آج ہوا کہ ایسے ایسے مایہ ناز محدث بھی موجود ہیں۔

امام اعمشؒ کا عام گزر بسر انتہائی تنگ دستی میں ہوتا تھا لیکن اس کے باوجود آپ نے ساری زندگی کبھی کسی امیر یا بادشاہ کا نذرانہ قبول نہیں کیا۔ محدث ابوبکر عیاشؒ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جب بھی اعمشؒ کے پاس آتے وہ ہمیں کچھ نہ کچھ ضرور کھلاتے تھے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپ کے پاس ایک روٹی بھی کھانے کو نہیں ہوتی تھی۔

آپ کا وصال اٹھاسی (۸۸) سال کی عمر میں ۱۴۸ھ میں ہوا۔

۵۰ ۔ امام جعفر صادقؒ

امام جعفر صادقؒ امام باقرؒ کے بیٹے اور امام زین العابدینؒ کے پوتے ہیں۔ آپ کی کنیت ابو محمد تھی۔ آپ کی والدہ فروہ حضرت قاسم بن محمدؒ کی بیٹی تھیں جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پوتے تھے۔

آپ بے حد متقی اور مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ آپ سے بہت سی احادیث مروی ہیں آپ بغیر وضو کے کبھی حدیث روایت نہیں کرتے تھے۔ امام ابوحنیفہؒ اور امام جعفر صادقؒ ہم عمر تھے۔ امام جعفر صادقؒ کا انتقال امام ابوحنیفہؒ سے دو سال پہلے ہوا۔ بعض مورخین نے آپ دونوں کو ہم عمر کہا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ فرماتے تھے کہ میں نے جعفرؒ بن محمد الصادق سے بڑا فقیہہ نہیں دیکھا۔

ایک مرتبہ امام ابوحنیفہؒ کی مدینہ منورہ میں امام جعفر صادقؒ سے ملاقات ہوئی۔ امام ابوحنیفہؒ نے ان سے پوچھا کہ بعض لوگ آپ پر الزام لگاتے ہیں کہ آپ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے بیزاری کا اعلان کرتے ہیں؟

امام جعفر صادقؒ نے فرمایا! ربِ کعبہ کی قسم! یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں۔ اے ابوحنیفہ! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حضرت علیؓ نے اپنی بیٹی ام کلثوم بنت فاطمہ الزہراءؓ کو حضرت عمرؓ کے نکاح میں دیا تھا۔ کیا تم نہیں جانتے کہ ام کلثومؓ کے نانا حضرت محمد مصطفیٰ سید الانبیاء ﷺ ہیں اور ان کی نانی سیدہ خدیجہ الکبریٰ ام المومنینؓ ہیں۔ ان کے بھائی حسنؓ اور حسینؓ جنت کے نوجوانوں کے

سردار ہیں۔ اگر حضرت عمرؓ سیدہ ام کلثومؓ کے اہل نہ ہوتے تو سیدنا حضرت علیؓ کبھی راضی نہ ہوتے۔

آپؒ سے جن ائمہ حدیث نے احادیث نقل کی ہیں ان میں یحییٰ بن سعیدؒ، ابن جریجؒ، امام مالک بن انسؒ، سفیان ثوریؒ، سفیان ابن عیینہؒ اور امام ابوحنیفہؒ قابل ذکر ہیں۔

علماء کرام فرماتے ہیں کہ جس طرح حضرت داؤد طائیؒ طریقت میں حضرت حبیب عجمیؒ کے مجاز اور خلیفہ ہیں اسی طرح امام اعظمؒ بھی امام جعفر صادقؒ کے مجاز اور خلیفہ ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ نے سلوک وطریقت کے مراحل امام جعفر صادقؒ سے دو سال میں طے کئے۔ آپ کا وصال ۱۴۸ھ میں ہوا۔

(سوانح بے بہائے امام اعظم: ص ۴۱۶)

مظاہر الحق جدید میں لکھا ہے کہ آپ کی قبر مبارک مدینہ منورہ کے قبرستان جنت البقیع ہے۔ آپ ایک ایسی قبر میں دفن ہوئے جس میں آپؒ کے والد محمد باقرؒ اور آپ کے دادا علی زین العابدینؒ پہلے سے دفن تھے۔

۵۱ ۔ محمد بن اسحاقؒ

آپ کا نام محمد بن اسحاق اور کنیت ابوعبداللہ تھی۔ آپ کا نسب اس طرح ہے: محمد بن اسحاق بن یسار بن خیار۔ آپ کے دادا یسار ب قیس بن مخرمہ بن مطلب کے مولیٰ تھے اور اسی نسبت سے ''مطلبی'' کہلائے۔

آپ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے حضرت انس بن مالکؓ کو دیکھنے کا شرف حاصل کیا۔ آپ نے اپنے والد اسحاق، چچا موسیٰ اور ان کے علاوہ فاطمہ بنت منذرؒ، قاسم بن محمدؒ، عطاء بن رباحؒ، اعرجؒ، امام زہریؒ اور دوسرے علماء سے حدیث کا علم حاصل کیا۔ آپ جریر بن حازمؒ، حماد بن زیدؒ، ابراہیم بن سعدؒ اور کئی دوسرے اہل علم سے روایت کرتے ہیں۔ حدیث کے ساتھ ساتھ آپ مغازی اور جنگی کارناموں کو بڑی مہارت سے بیان کرتے ہیں۔ آپ نے ''مغازی'' کے نام سے سیرت کی ایک کتاب تالیف کی ہے۔

امام ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ ابن اسحاق کا خزانہ علم مغازی اور سیّر کے علم میں ہے۔ آپ حدیث کو زیادہ ضبط کرنے والے نہیں تھے۔ امام شعبہؒ فرماتے ہیں کہ ابن اسحاقؒ امیر المومنین فی الحدیث ہیں۔ امام زہریؒ نے کہا کہ مدینہ میں بہت زیادہ علم رہے گا جب تک ان میں محمد بن اسحاقؒ موجود ہیں۔ یزید بن ہارونؒ فرماتے ہیں کہ اگر میں بادشاہ ہوتا تو ابن اسحاقؒ کو تمام محدثین پر امیر مقرر کر دیتا۔

یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں کہ ابن اسحاقؒ ثقہ ہیں لیکن حجت نہیں ہیں۔ آپ کو علماء کی اکثریت محدثین محدث کے بجائے مورخ تسلیم کرتے ہیں۔

معتبر روایات میں آپ کی وفات ۱۵۱ھ ہے۔ بعض روایات میں تاریخ وفات ۱۵۲ھ بھی بتائی گئی ہے۔

۵۲ ۔ امام مسعر بن کدامؒ

آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے: مسعر بن کدام بن ظہیر بن عبید اللہ بن حارث بن عبد اللہ بن عمرو بن عبد مناف بن بلال بن عامر بن صعصعۃ ۔ آپ کی کنیت ابو سلمہ ہے۔

آپ حدیث کے اکابر حفاظ میں سے تھے۔ مسجد میں آپ کا حلقۂ درس ہوتا تھا۔ عبادات کے معمولات کے بعد آپ روزآنہ مسجد میں بیٹھ جاتے تھے اور علم حدیث کے شوقین آپ کے گرد حلقہ بنا کر بیٹھ جاتے اور مختلف قسم کے سوالات کر کے علمی استفادہ کرتے۔ آپ کی والدہ بھی بہت بڑی عابدہ اور زاہدہ تھیں۔ یہ انہی کی تعلیم و تربیت کا اثر تھا۔ آپ اپنی والدہ کے آرام کا بہت خیال رکھتے تھے اور ان کا بے حد احترام کرتے تھے۔

آپ کا شمار عظیم محدث اور تابعین میں ہوتا ہے۔ آپ پہلے امام ابوحنیفہؒ کو پسند نہیں کرتے تھے۔ ایک دفعہ امام اعظمؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، امام صاحب کی علمیت، تقویٰ اور زہد دیکھ کر شرمندہ ہوگئے اور آپ کے معتقد ہوگئے۔ آپ نے امام صاحبؒ کی مستقل صحبت اختیار کر لی یہاں تک کہ آپ امام صاحبؒ کی مسجد میں حالتِ سجدہ میں آپ کا انتقال ہوا۔

آپ کا انتقال خلیفہ ابوجعفر المنصور کے دور میں ۱۵۳ھ یا ۱۵۵ھ میں ہوا۔

انسان کے کانوں

کا فائدہ خود اس

کو ملتا ہے جبکہ

زبان کے فائدے

دوسروں کو

ہوتے ہیں

(امام شعبیؒ)

۵۳ ۔ ابن جریجؒ

آپ کا نام عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج اور کنیت ابو الولید اور ابوالخالد ہے۔ آپ رومی النسل ہیں۔ بعثت سے پہلے مکہ مکرمہ میں متعدد رومی غلام خاندان تھے۔ ان میں ہی ابن جریجؒ کا خاندان بھی تھا۔ آپ مکہ مکرمہ میں ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔

اس وقت صحابہ کرامؓ کی ایک کثیر تعداد موجود تھی لیکن انہیں ان کی صحبت کا شرف حاصل نہیں ہوسکا۔ آپ کو شعروشاعری کا بہت شوق تھا آپ نے ساری جوانی اسی شوق میں گزار دی۔ پھر آپ کا دین کی طرف رجحان ہوا اور آپ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے مشہور شاگرد تابعی عطاء بن رباحؒ کے حلقہ درس میں شرکت کرنی شروع کر دی اور وہ سترہ سال تک آپ کو علم سے فیضیاب ہوتے رہے۔

اتنی مدت تک ان کی خدمت میں رہنے کے بعد بھی آپ کے اندر مزید علم حاصل کرنے کا جذبہ گامزن رہا۔ ان کے بعد سات سال تک آپ نے مکہ کے عظیم محدث اور شیخ عمرو بن دینارؒ سے علم حاصل کیا۔ آپ نے مکہ مکرمہ سے نکل کر مدینہ منورہ، بصرہ، بغداد، یمن، شام اور مصر کے شیوخ سے علم حدیث اور دوسرے علوم سیکھے۔ علمِ حدیث میں آپ کو خاصی مہارت حاصل تھی۔

حدیث کی روایات کا انحصار چھ شخص پر تھا۔ پھر ان اشخاص کا علم ان لوگوں میں سمٹ گیا جنہوں نے علم حدیث کی تدوین کی ان میں ابن جریجؒ بھی شامل ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ ابن جریجؒ اور سعید بن ابی عروبہؒ نے علم حدیث میں سب سے پہلے کتب لکھیں۔ آپ کے پاس احادیث کا ایک مجموعہ تھا۔ بعض محدثین نے آپ کی روایات کو ضعیف بھی کہا ہے۔ یحییٰ بن معینؒ اور علامہ ذہبیؒ آپ کی روایات پر اعتماد کرتے تھے۔

آپ بہت بڑے عالم ہونے کے ساتھ ساتھ حد درجہ عبادت گزار اور کثرت سے روزے رکھنے والے تھے۔ آپ بہت رقیق الطبیعت تھے آپ کی آنکھ میں بہت جلد آنسو آجاتے تھے۔

عبدالرزاقؒ فرماتے ہیں کہ آپ سیاہ خضاب استعمال کرتے تھے اور قیمتی عطریات کا استعمال کرتے تھے۔ آپ بے حد سخی اور صدقہ وخیرات کرنے والے تھے۔ آپ نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ حرمین کے اطراف میں گزارا لیکن آخر عمر میں بصرہ چلے گئے تھے۔ وہیں آپ کی وفات ۱۵۰ھ میں ہوئی۔

۵۴ ۔ معمر بن راشدؒ

آپ کا نام معمر بن راشد اور کنیت ابو عروہ تھی۔ عرب کے مشہور قبیلے بنو ازد کی طرف نسبتِ ولاء کے باعث ازدی کہلائے۔ آپ ۹۵ھ میں بصرہ میں پیدا ہوئے۔ آپ بصرہ کے ایک شخص عبدالسلام بن عبدالقدوس کے غلام تھے۔ آپ کو قبیلہ ازد کے حدان نامی شاخ سے نسبتِ ولاء حاصل تھی۔

آپ بصرہ سے یمن منتقل ہو گئے تھے اور وہاں ہمام بن منبہؒ کی شاگردی اختیار کر لی تھی۔ ان کے علاوہ بھی آپ نے دوسرے علماء سے بھی علمی استفادہ کیا تھا۔ ابن جریجؒ اپنے شاگردوں سے کہتے تھے کہ معمرؒ کی مجلس میں جایا کرو، معمرؒ کو علم میں فوقیت حاصل ہے۔ امام یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں کہ امام زہریؒ سے جتنے بھی علم حدیث حاصل کرنے والے ہیں ان سب میں معمر بن راشدؒ زیادہ پختہ ہیں۔ امام نسائیؒ فرماتے ہیں کہ معمرؒ نے کہا کہ میں نے چودہ برس کی عمر میں قتادہ بن دعامہؒ سے حدیث کا سماع کیا اور میں نے ان سے اس وقت جو کچھ بھی سنا گویا میرے قلب پر نقش ہو گیا۔

آپ کو علم حدیث اور متعلقہ علوم وفنون میں خاص کمال حاصل تھا۔ آپ کو ہزاروں احادیث زبانی یاد تھیں۔ آپ کے پاس احادیث کا ایک مجموعہ بھی تھا۔ آپ ملک یمن میں حدیث لکھنے والے پہلے مصنف ہیں۔ آپ سے بے شمار

شاگردوں سے علمی فیض حاصل کیا۔ امام عبدالرزاق بن ہمامؒ فرماتے ہیں کہ معمر بن راشدؒ نے دس ہزار احادیث لکھی ہیں۔

آپ کی وفات ۱۵۳ھ میں اٹھاون سال کی عمر میں ہوئی۔

۵۵ ۔ سعید بن ابی عروبہؒ

آپ کا نام سعید بن ابی عروبہ اور کنیت ابونضر تھی۔ آپ بنو عدی کے مولیٰ ہونے کی وجہ سے عدوی کہلائے۔

آپ حضرت انس بن مالکؓ کی حیات میں پیدا ہوئے۔ آپ بصرہ کے رہنے والے بہت بڑے عالم اور بلند پایہ حافظ الحدیث تھے۔ آپ نے حسن بصریؒ ، علامہ ابن سیرینؒ ، ابونضرہ عبدیؒ ، قتادہ بن دعامہؒ اور دوسرے محدثین سے علمی استفادہ کیا۔ آپ کے شاگردوں میں بشر بن مفصلؒ ، یحییٰ بن سعیدؒ اور دوسرے بہت سے علماء شامل ہیں۔

علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ سعید بن عروبہؒ پہلے شخص ہیں جنہوں نے بصرہ میں علمِ حدیث کی تصنیف کی۔ یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں کہ سعید بن عروبہؒ حدیث روایت کرنے میں دوسروں کے مقابلہ میں پختہ اور ثقہ و مامون ہیں۔ بعض لوگوں نے کہا کہ آپ کی وفات سے پہلے آپ کا حافظہ خراب ہو گیا تھا۔

آپ کی وفات ۱۵۶ھ میں ہوئی۔

۵۶ ۔ امام اوزاعیؒ

آپ کا نام عبدالرحمٰن بن عمرو بن یحمد الاوزاعی ہے۔ آپ کی کنیت ابوعمر تھی۔ آپ کا تعلق اوزاع قبیلے سے تھا۔ آپ شام کے علاقے بعلبک میں ۸۸ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے انتہائی تنگ دستی اور یتیمی کی حالت میں اپنے والدہ کے ساتھ بقاع نامی بستی میں پرورش پائی۔

ابوزرعہ دمشقیؒ نے کہا کہ آپ کا نام عبدالعزیز تھا جسے آپ نے بدل کر عبدالرحمٰن رکھ لیا تھا۔ آپ اصل میں سندھ کے قیدی تھے۔ آپ نے اوزاع نامی بستی میں قیام کیا اسی نسبت سے آپ کے نام میں اوزاعی غالب آ گیا۔

آپ بچپن میں ہی اپنے والد کے سائے سے محروم ہو گئے تھے۔ آپ کی والدہ معاشی پریشانیوں کی وجہ سے ان کو لے کر شہر بہ شہر پھرتی رہیں۔ اس لئے آپ کی بچپن کی تعلیم کے بارے میں زیادہ معلوم نہیں ہو سکا۔ آپ نے تابعین کی ایک کثیر جماعت سے احادیث کا سماع کیا ہے جن میں خاص طور پر عطاء بن رباحؒ، قاسم بن مخیمرہؒ، حداد بن عمارؒ، امام زہریؒ وغیرہ شامل ہیں۔ آپ سے جن محدثین نے علمی استفادہ کیا ان میں امام شعبہؒ، عبداللہ بن مبارکؒ، ولید بن مسلمؒ، یحییٰ بن سعیدؒ وغیرہ شامل ہیں۔ حافظ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ آپ نے تابعین کی کثیر تعداد سے علمی فیض حاصل کیا۔

آپ بیروت میں مقیم ہو گئے تھے۔ آپ کو حدیث وفقہ کا امام کہا جاتا ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے احکام کو پورا کرنے میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ آپ کو قضاء کے عہدے کی پیش کش ہوئی لیکن آپ نے قبول نہیں فرمایا۔

آپ حدیث کے بہت بڑے عالم، ثقہ، مستند، کثیر الحدیث، حجت اور انتہائی صالح محدث تھے۔ علامہ ذہبیؒ نے آپ کو شیخ الاسلام اور حافظ الحدیث لکھا ہے۔ آپ اہل شام کے مفتی اعظم تھے۔ اہل شام کے ساتھ ساتھ اہل اندلس میں بھی حکم بن ہشام کے دور تک آپ کے فتاویٰ کی اتباع ہوتی رہی۔ عبدالرحمٰن بن مہدیؒ آپ کو امام فی السنۃ کہا کرتے تھے۔ امام مالکؒ فرماتے تھے کہ امام اوزاعیؒ ان ائمہ میں سے ہیں جن کی اقتدا کی جاسکتی ہے۔ آپ حدیث اور فقہ دونوں کے امام تھے۔

آپ سیرت و کردار میں صحابہ کرامؓ اور تابعین عظام کا نمونہ تھے۔ زہد و قناعت، سخاوت، حق گوئی و بے باکی، امت کی خیر خواہی اور وعظ ونصیحت آپ کے کردار کے نمایاں اوصاف تھے۔ آپ نے امراء اور خلفاء کے سامنے حق گوئی کا متعدد بار ثبوت دیا۔

امام اوزاعیؒ فجر کی نماز پڑھ کر اشراق تک ذکر واذکار کرتے تھے۔ آپ کی آنکھوں میں بہت جلد آنسو آجاتے تھے۔ دل خوف اور موت کی یاد سے بھرا رہتا تھا۔ آپ کی والدہ ایک مرتبہ محراب میں ان کو عبادت کرتا ہوا دیکھ رہی تھیں جب یہ

نماز پڑھ کر وہاں سے ہٹ گئے تو والدہ نے سجدہ کی جگہ کو جا کر ٹٹولہ تو وہ آنسوؤں سے تر تھی۔

آپ نے ساری زندگی زہد و تقویٰ میں گزار دی۔ آپ نے اپنے آپ کو مال جمع کرنے سے دور رکھا۔ کہا جاتا ہے کہ وفات کے وقت امام اوزاعیؒ نے چھ دینار ترکہ چھوڑا تھا۔ حافظ ابن کثیرؒ آپ کو امام الجلیل، علامہ الوقت اور فقیہہ اہل شام لکھتے ہیں۔ امام عبیداللہ بن عبدالکریمؒ نے فرمایا کہ میں نے امام اوزاعیؒ سے بڑا عقلمند، پرہیزگار، عالم، فصیح، باوقار، حلیم اور خاموش طبع کوئی دوسرا نہیں دیکھا۔

آپ کی وفات ۱۵۷ھ بمطابق ۷۷۴ء میں بیروت میں ہوئی۔ وفات کے وقت آپ کی عمر مبارک ستر (۷۰) سال تھی۔

۵۷ ۔ امام زفر بن ھذیلؒ

آپ ۱۱۰ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے خاص شاگردوں میں شامل تھے۔ امام ابوحنیفہؒ کے درس کے حلقہ میں سب سے آگے بیٹھتے تھے۔ آپ حدیث میں امامت اور فقہ میں مجتہد کا درجہ رکھتے تھے۔

آپ کے والد عرب اور والدہ فارسیہ تھیں۔ امام ابوحنیفہؒ کی وفات کے وقت آپ کی عمر ۴۸ سال تھی۔ آپ کو قیاس کا بڑا ملکہ حاصل تھا۔ امام اعظمؒ کی زندگی میں ہی بصرہ کے قاضی کے عہدے پر فائز ہو گئے تھے۔

امام زفرؒ قاضی کی حیثیت سے بصرہ میں تشریف لائے تو وہاں کے اہل علم امام زفرؒ کے گرد اکٹھے ہو گئے اور ہر روز فقہ کے متعلق آپ سے بحث و مباحثہ کرتے۔ امام زفرؒ ان کے سوالات کے جوابات دیتے اور وہ مطمئن ہوتے تو امام زفرؒ فرماتے کہ یہ میرا قول نہیں ہے بلکہ میرے استاد امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔ اہل بصرہ حیرت سے کہتے کہ امام ابوحنیفہؒ اتنی درست بات بھی کہہ سکتے ہیں۔ (کیونکہ بصرہ میں امام اعظم کو بہت بدنام کیا ہوا تھا)۔ امام زفرؒ کی باتوں کی وجہ سے اہل بصرہ کو امام اعظمؒ سے جو نفرت تھی وہ کم ہوئی بلکہ لوگ ان سے محبت اور احترام کرنے لگے۔

امام صمیریؒ نے بیان کیا ہے کہ امام زفرؒ کی جب شادی ہوئی تو آپ کی تقریب نکاح میں امام ابوحنیفہؒ بھی شریک تھے۔ امام زفرؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے نکاح پڑھانے کی درخواست کی۔ امام اعظمؒ نے خطبہ نکاح میں امام زفرؒ کو ان

الفاظ سے خراج تحسین پیش کیا!

”یہ زفر بن ہذیل ہیں جو آئمہ اسلام میں ایک امام ہیں، اور اپنے حسب نسب، شرافت اور علم کی وجہ سے دین کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہیں۔“

امام زفرؒ زہد وتقویٰ میں بے مثال تھے۔ آپ کو دو مرتبہ کوفہ میں قاضی بننے پر مجبور کیا گیا لیکن آپ نے اپنے استاد کی پیروی کرتے ہوئے دونوں دفعہ انکار کر دیا اور روپوش ہو گئے۔ حکمران نے غصہ میں آ کر آپ کا مکان گرا دیا۔ علم القرآن، معرفتِ حدیث، فن رجال، کے علاوہ قیاس واستنباط میں آپ کو حد درجہ مہارت حاصل تھی۔ آپ کا اپنے اصحاب کے مقابلہ میں جلدی انتقال ہو گیا۔ آپ زیادہ تصنیف وتالیف کا کام نہیں کر سکے۔ آپ امام اعظمؒ کے وصال کے بعد ان کی جگہ تدریس کے فرائض انجام دیتے تھے۔ امام زفرؒ فرماتے تھے! ہمارے مخالفین کے قول کی طرف مت توجہ دو۔ بے شک امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے اصحاب کسی بھی مسئلہ میں قرآن کریم، سنت رسول اللہ ﷺ اور اقوالِ صحابہؓ کو نہیں چھوڑتے۔ ہاں! اگر ان تینوں میں سے کسی میں بھی دلیل نہ ملے تو پھر یہ لوگ قیاس کرتے ہیں۔

امام زفرؒ کا زمانہ طالب علمی تین ادوار پر مشتمل ہے۔

پہلے دور میں انہوں نے قرآن حفظ کیا اس کے بعد قرأت اور تفسیر قرآن میں مہارت حاصل کی۔

دوسرے دور میں حدیث کا علم نامور محدث تابعین سے حاصل کیا اور اس میں درجہ کمال حاصل کیا۔

تیسرے دور میں آپ امام اعظمؒ کی خدمت میں فقہ کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوئے۔

ان کو اللہ تعالیٰ نے بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے انتقال کے بعد آپ ہی ان کے جانشین بنے اور ان کی مسند پر بیٹھ کر درس دیا کرتے تھے۔ آپؒ کے بعد یہ سعادت امام ابو یوسفؒ کے حصہ میں آئی۔

آپ کا انتقال ۱۵۸ھ میں ہوا۔

۵۸ ۔ امام شعبہ بن الحجاجؒ

آپ کا پورا نام امام حافظ امیر المومنین فی الحدیث ابو بسطام شعبہ بن الحجاج بن الورد العتکی البصری ہے۔ آپ کی کنیت ابو بسطام تھی۔ آپ کی ولادت ۸۲ھ یا ۸۳ھ میں واسط میں ہوئی۔ بنوازد کے ساتھ ولاء کی وجہ سے ازدی کہلائے۔ آپ کا خاندان بصرہ منتقل ہو گیا تھا۔ یہیں آپ کی علمی اور عملی زندگی کا آغاز ہوا۔ شروع میں آپ کو شعر و ادب سے بہت دلچسپی تھی لیکن بعد میں آپ نے حکم بن عتیبہؒ کی مجلس میں شریک ہو کر حدیث کا علم حاصل کرنا شروع کر دیا تھا۔

امام شعبہؒ کے مشہور اساتذہ اور شیوخ میں ابان بن تغلبؒ، ایوب سختیانیؒ، جبلہ بن سحیمؒ، سعید بن مسروق ثوریؒ، عمرو بن دینارؒ، سماک بن حربؒ، سلیمان الاعمشؒ، عدی بن ثابتؒ، معاویہ بن قرہؒ، عمرو بن مرہؒ، سہل بن کہیلؒ، حکم بن عتیبہؒ، انس بن سیرینؒ، یحییٰ بن ابی کثیرؒ، علی الاقمرؒ اور عطاء بن السائب شامل ہیں۔ آپ نے تقریباً چار سو تابعین سے احادیث روایت کی ہیں۔ آپ امام شعبیؒ سے علم حاصل نہ کر سکنے کا بہت افسوس کرتے تھے۔ آپ نے کوفہ کے تین سو شیوخ سے احادیث روایت کی ہیں۔

آپ کے مشہور شاگردوں میں سفیان ثوریؒ، ابراہیم بن طہمانؒ، شریک بن عبداللہؒ، ابو اسحاق الفزاریؒ، سفیان بن عیینہؒ، یحییٰ بن سعید القطان، عبدالرحمان بن مہدیؒ، عبداللہ بن مبارکؒ اور وکیع بن جراحؒ شامل

ہیں۔

آپ نے احادیث حاصل کرنے کے لئے بہت مشقتیں اٹھائیں۔ حجاج بن اُرطاۃ ؒ نے فرمایا کہ احادیث حاصل کرنے کے لئے سب سے زیادہ مشقت امام شعبہ ؒ نے اٹھائی ہے۔ آپ نے احادیث کی تحقیق کے لئے مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، کوفہ اور بصرہ کے بے شمار سفر کیئے۔ حدیث کی تقریباً ہر کتاب میں آپ کی حدیث پائی جاتی ہے۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ علی بن المدینیؒ کے واسطے سے امام شعبہؒ کی دو ہزار احادیث ہم تک پہنچی ہیں۔ آپ حدیث کو روایت کرنے میں بہت محتاط تھے، جب تک کسی حدیث کا سماع کئی بار نہ کر لیتے اس کو روایت نہیں کرتے تھے۔ آپ کے پاس آپ کی روایت کردہ احادیث کا ایک مجموعہ بھی تھا۔

یزید بن زریع ؒ نے امام شعبہ ؒ کو حدیث میں اصدق الناس کہا ہے۔ ابن سعدؒ الطبقات میں تحریر فرماتے ہیں کہ شعبہ بن الحجاجؒ ثقہ، مامون، پکے، حجت اور محدث ہیں۔ علامہ عجلیؒ اپنی کتاب ''تاریخ الثقات'' میں آپ کو جلیل القدر ثقات محدثین میں شمار کرتے ہیں۔ ابن حبانؒ کتاب الثقات میں لکھتے ہیں کہ شعبہ ؒ مضبوط حافظہ، قوت ضبط، فضیلت اور تقویٰ میں اپنے دور کے سرتاج ہیں۔ ابوالحفص بن شاہینؒ نے تاریخ اسماء الثقات میں ان کا ذکر کیا ہے اور حماد بن زیدؒ کے حوالے سے لکھا ہے کہ شعبہ ؒ کو فن وہ حدیث کا شہسوار سمجھتے تھے اور فرماتے تھے کہ ان سے احادیث سیکھا کرو۔

امام شعبہ ؒ اپنے دور کے مشہور محدث ہیں اور حدیث میں ان کی گرانقدر خدمات کو پوری امت تسلیم کرتی ہے۔ امام بخاریؒ تاریخِ کبیر میں سفیان ثوریؒ کا قول نقل کرتے ہیں کہ امام شعبہ ؒ امیر المومنین فی الحدیث ہیں۔ یحییٰ بن سعید القطان ؒ نے بھی امام صاحب کی محدثانہ عظمت کا اعتراف کیا ہے۔ شیخ صالح محمد جزرہؒ فرماتے ہیں کہ اسماءالرجال میں سب سے پہلے امام شعبہ ؒ نے کلام کیا۔

امام نسائیؒ امام احمد بن حنبل ؒ کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں کہ سفیان ثوریؒ حافظ اور نیک سیرت ہیں جبکہ شعبہ ؒ ان سے زیادہ پختہ اور رجال کی پڑتال کرنے والے ہیں۔ امام شافعیؒ فرماتے تھے کہ اگر شعبہ ؒ نہ ہوتے تو عراق میں حدیث کی پہچان نہ ہوتی۔ سلیمان بن مغیرہؒ ان کو ''سید المحد ثین'' کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ امام حاکمؒ حدیث میں شعبہ ؒ کی امامت کو تسلیم کرتے تھے۔ ابوداؤد طیالسیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے شعبہ ؒ سے سات ہزار احادیث کا سماع کیا۔ امام شعبہ ؒ کا شمار اپنے وقت کے چوٹی کے محدثین میں ہوتا تھا۔

امام شعبہ ؒ حدیث کے متن کے ساتھ ساتھ رجال کو بھی خوب جانتے تھے۔ اسی وجہ سے بعض اہل علم حضرات نے ان کو فن حدیث کی تدوین کرنے والوں میں شمار کیا ہے۔ عبداللہ بن احمدؒ اپنے والد امام احمد بن حنبلؒ کا قول نقل کرتے ہیں کہ شعبہ ؒ فن حدیث میں ایک فقید المثال حیثیت کے حامل ہیں، یعنی رجال کے

پرکھنے اور حدیث کی بصیرت، اس میں غور وخوض کرنے اور رجال کی چھان بین میں۔ علی بن المدینیؒ کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن سعید القطانؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مجھے شعبہؒ سے زیادہ (حدیث کی فہم میں) کوئی پسند نہیں اور نہ میں کسی کو ان کا ہمسر خیال کرتا ہوں، وہ رجال کا زیادہ علم رکھتے تھے۔

ابوبکر بن منجویہؒ فرماتے ہیں کہ شعبہؒ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے عراق میں محدثین کے حالات کا گہری نظر سے جائزہ لیا اور ضعیف اور متروک لوگوں سے کنارہ کشی کی (یعنی روایت نہیں لی)۔ اس بات پر اہل عراق نے ان کی پیروی کی۔ امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ شعبہؒ امام، متقی، حجت، نکتہ چین اور بہت بڑے نقاد ہیں۔

امام خوارزمیؒ اپنی تصنیف ''جامع المسانید'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ شعبہؒ اس کے باوجود کہ وہ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کے اکثر شیوخ کے شیخ ہیں، وہ امام ابوحنیفہؒ سے ان مسانید میں روایت کرتے ہیں۔

امام شعبہؒ اپنے شاگرد ابوحنیفہؒ سے بہت محبت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ فرمایا! جس طرح مجھے یقین ہے کہ آفتاب روشن ہے اسی طرح مجھے یقین ہے کہ علم اور ابوحنیفہؒ ساتھی اور ہم نشین ہیں۔

امام بخاری ؒ کے استاد یحیٰ بن معین ؒ نے فرمایا! امام ابوحنیفہ ؒ کے ثقہ ہونے کے لئے یہ بات کافی ہے کہ انہیں امام شعبہ ؒ نے حدیث روایت کرنے کی اجازت دی ہے۔ امام شعبہ ؒ عراق کے پہلے محدث ہیں جنہوں نے جرح وتعدیل کے مراتب مقرر کئے۔ بصرہ کے شیوخ جن سے امام نے احادیث روایت کی ہیں ان میں عبدالکریم بن امیہ ؒ اور عاصم بن سلیمان الاحول ؒ زیادہ مشہور ہیں۔

آپ سیرت وکردار اور زہد وتقویٰ میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے۔ نماز نہایت ہی خشوع وخضوع سے پڑھتے تھے، کثرت سے روزے رکھتے تھے اور بے حد سخی تھے۔ نہایت سادہ زندگی گزارتے تھے۔ امام یحیٰ بن معین ؒ آپ کو امام المتقین کہتے تھے۔

آپ کا انتقال ۱۶۰ھ میں بصرہ میں ہوا۔ انتقال کے وقت آپ کی عمر ستتر (۷۷) سال تھی۔

۵۹ ۔ ربیع بن صبیحؒ

آپ کا نام ربیع بن صبیح اور کنیت ابو بکر اور ابو حفص ہے۔ آپ قبیلہ بنو سعد میں زید کے آزاد کردہ غلام تھے۔ اس لئے ان کی طرف نسبت کی وجہ سے سعدی کہلائے۔

ربیع ؒ بصرہ کے رہنے والے تھے۔ جس وقت آپ نے ہوش سنبھالا اس وقت بصرہ شہر اسلامی شان وشوکت اور علوم وفنون کا مرکز تھا۔ آپ نے بصرہ میں حضرت حسن بصریؒ ، ابن سیرینؒ ، عطاء بن رباحؒ اور ثابت بنانیؒ جیسے جید عالموں سے علم حاصل کیا۔ آپ سے وکیع بن جراحؒ ، ابوداؤد طیالسیؒ ، اور علی بن جعدؒ وغیرہ نے احادیث روایت کی ہیں۔

امام شعبہؒ فرماتے ہیں کہ ربیعؒ مسلمانوں کے پیشواؤں میں سے ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ اور یحیٰی بن معینؒ فرماتے تھے کہ ان سے روایت کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں وہ نیک آدمی ہیں۔ امام حاکمؒ فرماتے ہیں کہ محققین کے نزدیک وہ قوی نہیں ہیں۔

دوسری صدی ہجری کے وسط میں علوم اسلامیہ کی تدوین کا کام شروع ہوا تو ہر جگہ کے علماء کرام نے حدیث کو کتابی شکل میں مرتب کیا۔ سرزمینِ بصرہ میں یہ شرف ربیع بن صبیحؒ کو حاصل ہوا۔

آپ بہت عبادت گزار اور صاحب ورع تھے، تہجد کثرت سے پڑھا کرتے تھے۔

آپ کو خلیفہ مہدی کے عہد میں ہندستان کی طرف بھیجا گیا۔ آپ ایک جنگی بیڑے کے اعلیٰ افسر تھے۔ آپ نے جنگ میں فتح حاصل کرنے کے بعد ۱۶۰ھ کو جزائر بحر ہند میں "حمام تر" نامی بیماری کی وجہ سے وفات پائی۔

۶۰ ۔ امام سفیان ثوریؒ

آپ کا نام شیخ الاسلام امام الحفاظ سیّد العلماء العاملین ابوعبد اللہ سفیان بن سعید بن مسروق الثوری الکوفی تھا۔ آپ کی کنیت ابوعبداللہ تھی۔ آپ کی نسبت مضر کے قبیلہ ثور کی طرف ہے جس کی وجہ سے آپ ثوری کہلائے۔ آپ کی ولادت کوفہ میں ۹۷ھ میں ہوئی۔

آپ کے شیوخ کی تعداد تقریباً ایک ہزار سے زیادہ ہے جن میں خاص طور پر ابراہیم بن عقبہؒ، امام اعمشؒ، ابواسحاق سبیعیؒ، ایوب سختیانیؒ، جبلہ بن سحیمؒ، آپ کے والد ماجد سعید بن مسروق ثوریؒ، عبداللہ بن دینارؒ، عطاء بن السائبؒ، علقمہ بن مرثدؒ، زبید بن حارثؒ، حبیب بن ابی ثابتؒ، اسود بن قیسؒ، علی بن الاقمر، محارب بن وثارؒ اور ہشام بن عروہؒ شامل ہیں۔ آپ کے والد بھی بہت بڑے عالم تھے اور احادیث کی روایت میں مشہور ہیں۔

بعض واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی معاشی حالت اچھی نہیں تھی جو آپ کے علم کے حصول میں رکاوٹ تھی، آپ کی والدہ آپ کو حصولِ علم کی ترغیب دیتے ہوئے فرماتی ہیں کہ اے بیٹے! علم حاصل کرو میں چرخہ کات کر تمہارے اخراجات پورے کروں گی۔

آپ کے مشہور شاگردوں میں جریر بن عبدالحمیدؒ، حفص بن غیاثؒ، سفیان بن عیینہؒ، فضیل بن عیاضؒ، امام مالک بن انسؒ، ابوداؤد طیالسیؒ،

عبداللہ بن مبارکؒ ، عبدالرحمان بن مہدیؒ ، وکیع بن جراحؒ ، ابن وہبؒ ، اور یحییٰ بن سعید القطانؒ شامل ہیں۔

ابن سعدؒ فرماتے ہیں کہ سفیان ثوریؒ ثقہ، مامون، عابداور قوی الضبط ہیں۔ ابن شاہینؒ نے ''کتاب الثقات'' میں امیر المومنین فی الحدیث کے لقب سے یاد کیا ہے۔ علامہ یوسف مزیؒ فرماتے ہیں کہ سفیان ثوریؒ مسلمانوں کے مقتداء ہیں، دین کی نشانی ہیں، ان کی امامت پر علماء کا اجماع ہے۔ آپؒ متقی، پختگی، حفظ، ضبط، دنیا سے بے رغبتی جیسے اوصاف میں امتیازی شان کے حامل تھے۔ آپ امراء وسلاطین سے ہمیشہ دور رہے۔ خلیفہ ابو جعفر المنصور اور خلیفہ مہدی کے دور میں آپ کو بے شمار مصائب اور تکالیف سے گزرنا پڑا لیکن آپ نے حق کا دامن نہیں چھوڑا۔

آپ کے پاس احادیث کا ایک بڑا ذخیرہ تھا۔ آپ کے شاگرد اشجعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے سفیان ثوریؒ سے تیس ہزار احادیث کے سننے کا شرف حاصل کیا۔ آپ کو حدیث کی پہچان اور ضبط کا ملکہ حاصل تھا۔ آپ حدیث کی سند میں ماہر تھے۔ علامہ ذہبیؒ صالح بن محمدؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ فن حدیث میں کوئی شخص سفیان ثوریؒ سے بالاتر نہیں ہے۔ وہ حفظ اور کثرت روایت حدیث میں امام مالکؒ سے بڑھ کر ہیں۔ ان کی روایت کردہ احادیث کی تعداد تیس ہزار تک ہے۔ آپ کا شمار جلیل القدر حفاظ اور محدثین عظام میں ہوتا ہے۔ امام اوزاعیؒ

فرماتے ہیں کہ سفیان ثوریؒ ایسی شخصیت ہیں کہ جن پر تمام محدثین صحت اور مرضی سے جمع ہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ سفیان ثوریؒ ان لوگوں میں شامل ہیں جنہوں نے احادیث کو جمع کرنے اور ان کے ابواب ترتیب دینے کا عظیم الشان کارنامہ انجام دیا ہے۔ احادیثِ نبویہ ﷺ کو آنے والی نسل تک محفوظ طریقے سے پہنچانے کا جلیل القدر فریضہ انجام دیا ہے۔ حدیث کی تدوین کا کام خلافت عمر بن عبدالعزیزؒ میں شروع ہو چکا تھا۔ اس کام کو سب سے پہلے امام زہریؒ اور امام شعبیؒ نے سرانجام دیا۔ ان کے بعد امام ابوحنیفہؒ نے بھی اس پر کام کیا۔ امام اعظمؒ نے احادیثِ احکام میں سے صحیح روایات کا انتخاب کر کے ایک مستقل تصنیف میں ان کو ابواب پر مرتب کیا جس کا نام ''کتاب الآثار'' ہے۔ یہ کتاب احادیث احکام پر پہلی کتاب ہے جو دوسری صدی ہجری میں مرتب کی گئی۔

علامہ یوسف مزیؒ تحریر فرماتے ہیں کہ یحیٰی بن معینؒ اور سفیان ثوریؒ پر ان کے دور میں کسی کو بھی فقہ، حدیث، زہد اور دوسری بہت سی باتوں میں ترجیح نہیں دیتے تھے۔ عبداللہ بن داؤدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے سفیان ثوریؒ سے بڑھ کر کوئی فقیہہ نہیں دیکھا۔ آپ اپنے شاگردوں سے کبھی تحفہ نہیں قبول کرتے تھے کہ کہیں اس سے دوسروں کے مقابلہ میں ترجیح نہ ہو جائے۔ عبدالرحمٰن بن مہدیؒ جو خود بھی حدیث کے امام ہیں فرماتے ہیں کہ میں نے سفیان ثوریؒ سے زیادہ

احادیث یاد رکھنے والا نہیں دیکھا۔ حسن بن عیاشؒ کہتے ہیں کے آپ کا شمار ان محدثین میں ہوتا ہے جو صاحبِ مذہب کہلاتے ہیں۔

امام سفیان ثوریؒ فرماتے تھے کہ اے اللہ! دنیا کو ہمارے ہاتھوں میں دے، ہمارے دلوں میں نہیں۔ تقویٰ دین کا سرمایہ ہے اور آخرت کے معاملہ کی تکمیل ہے۔ آپ فرماتے تھے کہ دنیا کے لئے اتنا عمل کرو جتنا تمہیں یہاں رہنا ہے اور آخرت کے لئے اتنا عمل کرو جتنا تمہیں وہاں رہنا ہے۔

عبدالرحمٰن بن مہدیؒ حضرت سفیان ثوریؒ کی وفات کا حال بیان فرماتے ہیں کہ سفیانؒ کا میرے ہاں انتقال ہوا تھا۔ جب انہیں تکلیف بڑھی تو وہ رونے لگے۔ کسی نے پوچھا اے ابوعبداللہ! مجھے لگتا ہے کہ آپ نے بہت گناہ کئے ہیں۔ آپ نے زمین سے کوئی چیز اٹھائی اور فرمایا کہ میرے نزدیک میرے گناہ اس سے بھی زیادہ بے وقعت ہیں۔ مجھے تو اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں موت سے پہلے میرا ایمان نہ سلب ہو جائے۔

عباسی خلیفہ مہدی سے ناراض ہو کر آپ مصر چلے گئے تھے جہاں آپ مشہور محدث عبدالرحمٰن بن مہدیؒ کے پاس رہے اور وہاں آپ کا انتقال ۱۶۱ھ بمطابق ۷۷۸ء میں ہوا۔ چھیاسٹھ سال عمر پائی۔ آپ امام ابوحنیفہؒ سے پندرہ سال چھوٹے تھے۔ آپ کے انتقال کے بعد حضرت حماد بن زیدؒ تشریف لائے اور دیکھا کہ ان کا جسم چادر سے ڈھکا ہوا ہے۔ انہوں نے فرمایا! اے سفیانؒ! مجھے

تمہاری کثرت حدیث پر رشک نہیں آرہا بلکہ مجھے تمہارے ان اعمال پر رشک آرہا ہے جو تم نے آگے بھیجے ہیں۔

حضرت سفیان ثوری ؒ امام ابوحنیفہ ؒ کا بے حد احترام کرتے تھے آپ فرماتے ہیں! جو شخص امام ابوحنیفہ ؒ کی مخالفت کرتا ہے تو اس کو چاہئے کہ امام صاحب سے زیادہ قدر و منزلت حاصل کرے اور ان سے زیادہ علم حاصل کرے۔ لیکن یہ دونوں کام ممکن نہیں۔ لہٰذا بیوقوفوں کے علاوہ کوئی ان کی مخالفت نہیں کرتا۔

امام ابوحنیفہ ؒ اور حضرت سفیان ثوریؒ حج پر ایک ساتھ تشریف لے گئے تو راستہ میں حضرت سفیان ثوری ؒ امام ابوحنیفہ ؒ کو آگے چلاتے تھے اور خود پیچھے چلتے تھے۔ جب کوئی سوال کرتا تو آپ خاموش رہتے تا کہ امام صاحب جواب دیں۔ ایک شخص نے سفیان ثوری ؒ کے تکیہ کے نیچے امام ابوحنیفہ ؒ کی کتاب الرہن رکھی دیکھی تو پوچھا کہ آپ امام صاحب کی کتابیں پڑھتے ہیں۔ فرمایا ہاں! کاش میرے پاس امام صاحب کی تمام کتابیں ہوتیں اور میں ان کا مطالعہ کرتا تو میرے لئے کوئی مسئلہ پوشیدہ نہ رہتا لیکن تم لوگ انصاف نہیں کرتے۔

آپ نے ایک مجموعہ حدیث بھی مرتب فرمایا تھا جس کا نام ''جامع سفیان ثوریؒ '' تھا۔ یہ مجموعہ آپ نے کوفہ میں تحریر کیا تھا۔ فتح الباری وغیرہ میں جامع سفیان ثوری کا ذکر کئی جگہ ملتا ہے۔ ثابت زائدؒ جو کہ سفیان ثوریؒ کے شاگرد تھے اور امام بخاریؒ اور امام ترمذی ؒ کے استاد تھے فرماتے تھے کہ اگر

سفیان ثوریؒ کو کسی مسئلہ میں اشکال ہوتا تو آپ فرماتے کہ اس کا جواب تو وہی بہتر طور پر دے سکتا ہے جس سے ہم لوگ (یعنی تم لوگ) حسد کرتے ہیں یعنی امام ابوحنیفہؒ۔ پھر امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں سے پوچھتے تھے کہ تمہارے استاد اس بارے میں کیا کہتے ہیں۔ وہ جو کچھ فرماتے تو آپ اس کے مطابق فتویٰ دے دیتے تھے۔

حدیث کا عالم صرف وہی نہیں ہوتا جس کو حدیث کے الفاظ یاد ہوں بلکہ حدیث کا اصل عالم وہ ہوتا ہے اور امام بھی وہی ہوتا ہے جو حدیث کے معنی، اس کے حقائق اور گہرائی کو اچھی طرح جانتا اور سمجھتا ہو اور حدیث کی حفاظت اور خدمت کا جذبہ رکھتا ہو۔

حضرت سفیان ثوریؒ، سفیان بن عیینہؒ اور عبداللہ بن سنانؒ فرماتے تھے کہ اگر ہم میں سے کوئی بھی قاضی ہو جائے تو دو شخصوں کو ضرور کوڑے لگائیں۔ ایک وہ جو فقہ سیکھتا ہو اور حدیث کا علم حاصل نہ کرتا ہو، اور دوسرا وہ جو حدیث پڑھتا ہو اور فقہ حاصل نہ کرتا ہو۔

علامہ ذہبیؒ نے آپ کو شیخ الاسلام اور حافظ الحدیث لکھا ہے۔ امام شعبہؒ اور یحییٰ بن معینؒ آپ کو امیر المومنین فی الحدیث کہتے ہیں۔ عبداللہ بن مبارکؒ اور امام اوزاعیؒ آپ کو بہت بڑا عالم کہتے ہیں۔ حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ آپ عابد، زاہد اور متقی انسان تھے۔ علامہ خطیب بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ آپ ائمہ مسلمین میں سے تھے۔ آپ کی وفات ۱۶۱ھ میں ہوئی۔

٦١ ۔ امام لیث بن سعد بن عبدالرحمان الفہمی ؒ

آپ کا پورا نام امام حافظ شیخ الاسلام ابو الحارث لیث بن سعد بن عبدالرحمٰن الفہمی المصری ؒ ہے۔ آپ کی پیدائش مصر کے شہر قرقشندہ میں ۹۴ھ میں ہوئی۔

آپ کے مشہور شیوخ اور اساتذہ میں ابراہیم بن ابی عبلہ ؒ ، ایوب بن موسیٰ ؒ ، ربیعہ بن عبدالرحمٰن ؒ ، سعید بن ابی سعید المقبری ؒ ، عبیداللہ بن عمر العمری ؒ ، عطاء بن ابی رباح ؒ ، قتادہ بن دعامہ ؒ ، قیس بن حجاج ؒ ، محمد بن مسلم بن شہاب الزہری ؒ ، اور ہشام بن عروہ ؒ شامل ہیں۔

آپ کے مشہور شاگردوں میں ابن لہیعہ ؒ ، ہشیم بن بشیر ؒ ، ابن وہب ؒ ، عبداللہ بن مبارک ؒ ، آدم بن ابی ایاس ؒ ، احمد بن یونس ؒ ، منصور بن سلمہ ؒ ، یحییٰ بن یحییٰ اللیثی ؒ ، قتیبہ بن سعید ؒ اور محمد بن رمح ؒ شامل ہیں۔

آپ ثقہ، کثیر الحدیث اور صحیح الحدیث محدث ہیں۔ آپ اپنے زمانے میں مصر کے مفتی تھے۔ آپ مالی طور پر دولت مند تھے۔ آپ انتہائی سخی اور مہمان نواز تھے۔

امام احمد بن حنبل ؒ ، علامہ یوسف مزی ، امام نسائی ؒ اور علی بن المدینی ؒ نے آپ کو ثقہ راوی کہا ہے۔ علامہ عجلی ؒ نے آپ کو تاریخ الثقات میں ثقات ائمہ اعلام کے زمرے میں داخل کیا ہے۔ ابن حبان ؒ نے آپ کی بہت تعریف کی ہے اور آپ کو قابل رشک اوصاف کا حامل قرار دیا ہے۔ امام شافعی ؒ فرماتے ہیں کہ

لیث بن سعد مصری فقہ کی طرح حدیث میں بھی درجہ کمال رکھتے ہیں۔

امام ذہبی تحریر فرماتے ہیں کہ لیث بن سعدؒ مصر کے محدث اور فقیہہ ہیں، اس شہر کے رئیس و سربراہ اور معزز و باوقار شخص ہیں۔ ان کے وجود پر پوری ملت السلامیہ فخر کرتی ہے۔ علامہ ذہبیؒ ان کو حفاظِ محدثین میں شمار کرتے تھے۔ امام بخاریؒ اور امام ابوداوٗدؒ ان سے روایت کرتے ہیں۔

ابن یونسؒ فرماتے ہیں کہ لیث بن سعدؒ کا مصر میں ایک گاؤں ملکیت میں تھا جس کا نام " فرماء " تھا۔ اس کا سالانہ خراج ان کے پاس آتا تھا۔ آپ اس پوری رقم کو چھوٹی چھوٹی تھیلیوں میں باندھ کر رکھ لیتے تھے اور پھر اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھ جاتے تھے اور وہ تھیلیاں لوگوں میں بانٹتے تھے۔ اس میں سے جو معمولی رقم بچتی تو اس سے اپنا گزر بسر کرتے تھے۔

امام حاکمؒ نے اپنی کتاب " مستدرک "میں ان کی سند سے منقول مرویات کو " اصح الاسانید " قرار دیا ہے اور لیث بن سعد کو معیارِ صحیّت کہا ہے۔ امام شافعیؒ آپ کی فقہی بصیرت کو امام مالکؒ پر ترجیح دیتے تھے۔ یحیٰی بن بکیرؒ فرماتے ہیں کہ لیث بن سعدؒ فقیہہ النفس انسان تھے، عربی زبان پر عبور رکھتے تھے، قرآن کی تلاوت خوش الحانی سے کرتے تھے، نحو کو جانتے تھے، حافظِ حدیث تھے اور شعر بھی کہا کرتے تھے۔

علامہ یوسف مزیؒ ابن وہبؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ اگر امام مالکؒ اور لیث بن سعدؒ نہ ہوتے تو میں ہلاک ہو جاتا، کیونکہ میں سمجھ رہا تھا کہ ہر وہ حدیث جو آنحضرت ﷺ سے منقول ہے وہ قابل عمل ہو گی جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔

فقہائے عظام کے نزدیک ہر حدیث قابل حجت نہیں ہوتی، بلکہ جو حدیث ان کے مسلمہ اصولوں کے مطابق ہو اس پر ان کا عمل ہوتا ہے۔ امام مالکؒ یہ دیکھتے تھے کہ اس حدیث پر اہل مدینہ کا کیا عمل ہے اس کے برخلاف وہ روایات کو قابل عمل تصور نہیں کرتے تھے۔ اسی طرح دوسرے فقہائے عظام نے بھی اپنے مقررہ اصول بنائے تھے۔ جرح وتعدیل میں بھی امام لیث بن سعدؒ کی رائے کو قابل حجت تسلیم کیا جاتا تھا۔

آپ کی وفات قاہرہ میں ۱۶/شعبان المعظم کی درمیانی شب جمعہ کو ۱۷۵ھ بمطابق ۷۹۱ء میں ہوئی۔ نماز جمعہ میں جنازے کی نماز پڑھائی گئی اور اس کے بعد آپ کی تدفین ہوئی۔ ابن سعدؒ نے طبقات میں آپ کی وفات ۱۶/شعبان ۱۶۵ھ بروز جمعہ لکھی ہے، یہ خلیفہ مہدی کا دورِ خلافت تھا۔

محمد بن وہبؒ فرماتے ہیں کہ میں لیث بن سعدؒ کے جنازے میں شریک تھا، میں نے اتنا بڑا اور لوگوں کی کثیر تعداد والا جنازہ پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا اور میں نے سب لوگوں کو روتے دیکھا۔ سب پر غم اور شکستہ دلی طاری تھی اور لوگ ایک دوسرے کو تسلی دے رہے تھے۔

۶۲ ۔ قاسم بن معن رحمہ اللہ

آپ کا نام قاسم اور کنیت ابوعبداللہ ہے۔ آپ کا پورا نام قاسم بن معن بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود ہے۔ آپ کا تعلق قریش کے حلیف بنی زہرہ سے تھا۔

آپ رحمہ اللہ مشہور صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں۔ آپ رحمہ اللہ کو فقہ پر مکمل عبور حاصل تھا اور عربیت وادب میں اس وقت آپ کی کوئی مثال نہیں تھی۔ امام محمد رحمہ اللہ اپنی کتابوں میں آپ کے نام اور کنیت دونوں سے روایت کرتے ہیں۔ قاضی شریک بن عبداللہ کے بعد کوفہ کے قاضی بنے لیکن آپ معاوضہ نہیں لیتے تھے۔ آپ کو اپنے زمانے کا شعبی رحمہ اللہ کہا جاتا تھا۔ آپ بہت سخی طبیعت کے مالک تھے۔

علم حدیث میں صحاح ستہ کے مصنفین نے آپ سے روایات بیان کی ہیں۔ آپ بہت بڑے محدث اور ثقہ راوی تھے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو آپ سے خاص محبت تھی۔ ایک مرتبہ کسی نے آپ سے پوچھا کہ آپ فقہ اور عربیت دونوں کے امام ہیں۔ ان دونوں علموں میں وسیع کون سا علم ہے۔ آپ شعر گوئی اور تاریخ میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ آپ نے فرمایا! واللہ! ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ایک ایک تحریر کل عربیت پر بھاری ہے۔ (سیرۃ النعمان: ص ۲۳۰)

آپ کی وفات ۱۷۵ھ میں ہوئی۔

٦٣۔ امام حماد بن سلمہ ؒ

آپ کا نام امام شیخ الاسلام ابوسلمہ حماد بن سلمہ بن دینار البصری ؒ ہے۔ آپ کی کنیت ابوسلمہ الربیعی تھی۔ آپ بنوتمیم میں ربیعہ بن مالک کے غلام تھے۔ ربیعہ کے ساتھ نسبت ولاء کی وجہ سے ربعی کہلائے۔ آپ کے والد سلمہ ؒ حمید طویل ؒ کے بھانجے تھے۔ آپ کی پیدائش ۹۰ھ میں بصرہ میں ہوئی۔

آپ کے اساتذہ اور شیوخ میں مشہور نام درج ذیل ہیں:

ابن ابی ملیکہ ؒ، انس بن سیرین ؒ، ثابت البنانی ؒ، سماک بن حرب ؒ، فقیہہ حماد بن ابی سلیمان ؒ، ایوب سختیانی ؒ، عمرو بن دینار ؒ، ابوزبیر مکی ؒ، عطاء بن عجلان ؒ، قتادہ ؒ، عطاء بن السائب ؒ اور حمید طویل ؒ (جو امام حماد بن سلمہ کے ماموں بھی تھے) ہیں۔

آپ کے مشہور شاگردوں میں ابن جریج ؒ، عبداللہ بن مبارک ؒ، یحیٰی بن سعید القطان ؒ، وکیع بن جراح ؒ، عبدالرحمان بن مہدی ؒ، عفان ؒ، شیبان بن فروخ ؒ، قعنبی ؒ، عبداللہ بن معاویہ جحمی ؒ، عبدالواحد بن غیاث ؒ، اور سعید بن سلیمان ؒ شامل ہیں۔ ان بزرگوں کے علاوہ بھی بے شمار لوگوں نے آپ سے روایات نقل کی ہیں۔

یحیٰی بن معین ؒ فرماتے ہیں کہ حماد بن سلمہ ؒ ثقہ راوی اور کثیر الحدیث ہیں۔

امام احمد بن حنبل ؒ حماد بن سلمہ ؒ کے بڑے مدّاح تھے اور ان کو بڑی قدر و منزلت

سے دیکھتے تھے۔ اور ان کو ثقات اور معتمد لوگوں میں شمار کرتے تھے۔ علی بن المدینیؒ فرماتے تھے کہ حماد بن سلمہؒ ثابت البنانیؒ کے شاگردوں میں سب سے قوی حافظِ حدیث تھے۔ ابن سعدؒ فرماتے ہیں کہ آپ ثقہ اور کثیر الحدیث ہیں۔ علامہ عجلیؒ فرماتے تھے کہ حماد بن سلمہؒ نیک سیرت اور حسن الحدیث ہیں۔ ان سے ایک ہزار حسن حدیث روایت کی گئی ہیں۔ ابن حبانؒ نے ان کا ذکر کتاب الثقات میں کیا ہے۔ علامہ ذہبیؒ نے ان کو ''تذکرہ الحفاظ'' میں جلیل القدر ائمہ اعلام میں شمار کیا ہے۔ علامہ یوسف مزیؒ نے لکھا ہے کہ حماد بن سلمہؒ نے دس ہزار سے زائد احادیث لکھی ہیں۔ ''مصنف حماد بن سلمہ'' آپ کی مشہور تصنیف ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ نے آپ کو اپنے ہمعصروں میں سب سے ممتاز قرار دیا ہے۔ اور فرمایا کہ حماد بن سلمہؒ مرویات حمیدؒ کا سب سے زیادہ علم رکھتے ہیں اور سب سے صحیح احادیث والے ہیں۔ آپ کو قابل اعتماد اور مستحکم کہا۔ علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ابن عدیؒ نے اپنی کتاب ''الکامل'' میں حماد بن سلمہؒ کی بعض ایسی روایات کا ذکر کیا ہے جس کے متن اور سند میں وہ منفرد ہیں۔ علامہ ذہبیؒ اپنی کتاب ''سیر اعلام النبلاء'' میں حماد بن سلمہؒ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ حدیث کے امام ہونے کے ساتھ ساتھ عربیت میں بھی اونچا مقام رکھتے ہیں۔ وہ ایک شیریں گفتار فقیہہ، سنتوں کی اتباع کرنے والے اور کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ امام بیہقیؒ ان کو امام المسلمین کے لقب سے یاد کرتے تھے۔

حماد بن سلمہؒ کو علم حدیث میں ایک بلند مقام حاصل تھا اور اس وقت کے نامور محدثین اس بات کو تسلیم کرتے تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایک اور خصوصیت سے نوازہ تھا، وہ یہ کہ آپ کا شمار ان بارہ ہستیوں میں ہوتا تھا جو آئمہ حدیث کی نظر میں اپنے وقت کے جامعینِ حدیث کہلائے جاتے تھے۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے اپنی کتاب ''تدریب الراوی'' میں مختلف علاقوں کی بارہ شخصیات کا ذکر کیا ہے ان میں عراق کے مشہور شہر بصرہ کے سب سے پہلے جامع الحدیث حماد بن سلمہؒ ہیں۔

علامہ ذہبیؒ بیان کرتے ہیں کہ حماد بن سلمہؒ پہلے شخص ہیں جنہوں نے بصرہ میں سعید بن ابی عروبہؒ کے ساتھ علم حدیث میں متعدد کتب تصنیف کیں۔ نیز آپ عربی میں کامل، فقہ میں ماہر، عمل میں متبع سنت اور خطابت میں فصیح البیان تھے۔ آپ علم و فضل کے ساتھ ساتھ زہد و ورع اور عبادت میں بے مثال تھے۔ سنت پر سختی سے عمل کرتے تھے، اہل بدعت کے اثرات کو ختم کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے تھے۔ آپ امراء کی مجالس سے دور رہتے تھے۔

امام ابن حزمؒ نے کتب احادیثِ صحیحہ کا تذکرہ کیا ہے اور انہوں نے حماد بن سلمہؒ کی کتب کو بھی صحیحہ کے زمرے میں شامل کیا ہے اور انہیں موطاء امام مالکؒ اور موطاء ابن ابی ذئبؒ پر مقدم رکھا ہے۔ امام مسلمؒ نے آپ کو

ائمہ جرح وتعدیل میں شامل کیا ہے۔ علامہ سخاویؒ نے ''**الاعلان بالتوبیخ لمن ذم التاریخ**'' میں حماد بن سلمہؒ کو **المتکلمون فی الرجال** میں شمار کیا ہے کہ آپ کسی راویِ حدیث کی توثیق یا تضعیف کر سکتے ہیں۔

علامہ ذہبیؒ نے ان کو اپنے رسالے ''**ذکر من یعتمد قوله فی الجرح و التعدیل**'' میں آپ کو جلیل القدر ائمہ جرح وتعدیل میں شمار کیا ہے اور جرح وتعدیل میں آپ کے قول پر اعتماد کیا جاتا ہے۔

علامہ یوسف صالحی دمشقیؒ نے اپنی کتاب ''عقود الجمان'' میں آپ کو امامِ اعظم ابوحنیفہؒ کے شاگردوں میں شمار کیا ہے۔

آپ کی وفات ۱۶۷ھ میں بصرہ میں بحالتِ نماز عیدالاضحیٰ ہوئی۔

۶۴ ۔ مندل بن علی کوفیؒ

آپ کا نام مندل اور کنیت ابوعبداللہ ہے۔ آپ حبان بن علیؒ کے بھائی ہیں۔

آپؒ ۱۰۳ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے۔ حدیث اور فقہ میں بہت مہارت رکھتے تھے۔ ابن ماجہؒ اور ابوداوٴدؒ نے اپنی سنن میں ان سے روایات لی ہیں۔

آپ امام ابوحنیفہؒ کے ذہین و ہونہار شاگرد تھے اور مجلس شوریٰ کا رکن تھے۔ آپ نے امام اعمشؒ، ہشام بن عروہؒ، عبدالملک بن عمیرؒ اور امام ابوحنیفہؒ سے روایات کی ہیں۔ آپ بہت عبادت گزار اور متقی تھے۔

آپ کا انتقال خلیفہ ہارون رشید کے دور میں ۱۶۸ھ میں ہوا۔

۶۵ ۔ حبان بن علی کوفیؒ

آپ کا نام حبان اور کنیت ابو علی ہے۔ آپ مندل بن علیؒ کے بڑے بھائی ہیں۔

حبان بن علی کوفیؒ حدیث وفقہ کے علاوہ فصاحت و بلاغت میں بھی بہت اونچے مرتبہ پر فائز تھے۔ حضرت حجر بن عبدالجبارؒ کہتے ہیں میں نے حبان سے زیادہ بہتر و افضل کوفہ میں کوئی فقیہہ نہیں دیکھا۔

یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں کہ حبان اپنے بھائی مندل سے زیادہ ذہین ہیں۔ امام ابن ماجہؒ نے آپ کی مرویات نقل کی ہیں۔ آپ امام ابو حنیفہؒ کے ذہین و ہونہار شاگرد تھے اور مجلس شوریٰ کے رکن تھے۔

آپ کا انتقال ۱۷۲ھ میں ہوا۔

(الجواہر المضیئہ :۱/۱۸۴)

٦٦ ۔ امام عافیہ بن یزیدؒ

آپ بہت بڑے محدث تھے۔ امام نسائیؒ ، امام ابوداؤدؒ ، اور یحییٰ بن معینؒ وغیرہ نے ان کی توثیق کی ہے۔ آپ بغداد کے قاضی کے منصب پر بھی فائز رہے۔ آپ بہت عبادت گزار، عابد وزاہد عالم تھے۔ آپ کا شمار امام ابوحنیفہؒ کے خاص شاگردوں میں ہوتا ہے۔ آپ امام صاحبؒ کی مجلس شوریٰ کے رکن بھی تھے۔ امام صاحبؒ آپ کی رائے کو بہت اہمیت دیتے تھے۔ آپ کی رائے کے بغیر کوئی مسئلہ دستوری کتاب میں تحریر نہیں کیا جاتا تھا۔

صمیریؒ نے اسحاق بن ابراہیمؒ سے روایت کی ہے کہ ابوحنیفہؒ کے تلامذہ کسی مسئلہ پر غور وخوض کرتے اور اگر اس وقت عافیہؒ نہ ہوتے تو امام صاحبؒ فرماتے کہ اس کو ابھی مت لکھو اور جب عافیہؒ آتے اور سب کی رائے سے اتفاق کرتے تو امام صاحب فرماتے کہ اب اس کو لکھ لو اور اگر یہ اس سے اتفاق نہ فرماتے تو امام صاحب فرماتے کہ اس کو مت لکھو۔

(اخبار ابی حنیفہؒ واصحابہ: ص ۱۴۹)

آپ کا انتقال ۱۸۰ھ میں ہوا۔

٦٧ ۔ امام عبداللہ بن مبارکؒ

آپ کا پورا نام امام شیخ الاسلام امیر الاتقیاء فخر المجاہدین ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن مبارک بن واضح حنظلی مروزی تمیمیؒ ہے۔ آپ کی کنیت ابوعبدالرحمٰن تھی۔ بنوحنظلہ کے ساتھ ولاء کی نسبت کی وجہ سے حنظلی کہلائے۔ آپ کی ولادت ۱۱۸ھ میں مرو میں ہوئی۔ آپ مرو کے رہنے والے تھے، آپ نے بغداد کے کئی سفر کئے، آپ نے امام اعظم ابوحنیفہؒ سے کوفہ میں علم حاصل کیا۔

آپ کے شیوخ کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ امام عبداللہ بن مبارکؒ نے فرمایا کہ میں نے چار ہزار شیوخ سے علم حاصل کیا اور ایک ہزار سے روایت کرتا ہوں۔ آپ کے مشہور اساتذہ میں ابراہیم بن طہمانؒ، حماد بن زیدؒ، سفیان ثوریؒ، امام ابوحنیفہؒ، معمر بن راشدؒ، امام مالک بن انسؒ، لیث بن سعدؒ، اور ابن لہیعہؒ شامل ہیں۔

آپ سے روایت کرنے والوں میں معمر بن راشدؒ، سفیان ثوریؒ اور ابواسحاق الفزاریؒ ہیں جو آپ کے استاد بھی تھے۔ ان کے علاوہ ان کے شاگردوں میں جنہوں نے آپ سے روایت کی ہیں ان میں عبدالرحمٰن بن مہدیؒ، عبدالرزاق بن ہمامؒ، فضیل بن عیاضؒ، یحییٰ بن سعید القطانؒ، یحییٰ بن آدمؒ، عفانؒ، سفیان بن عیینہؒ، حماد بن سلمہؒ، مسعر بن کدامؒ، شعبہ بن حجاجؒ، یحییٰ بن معینؒ شامل ہیں۔ ان کے علاوہ ملت اسلامیہ کے دوسرے علاقوں کے بے شمار لوگوں نے

آپ سے روایت کیں ہیں۔

علامہ عجلیؒ تاریخ الثقات میں لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن مبارکؒ حدیث میں ثقہ، پختہ کار اور نیک سیرت ہیں۔ شعر کہتے ہیں اور جامع علم ہیں۔ یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں کہ آپ زیرک، ثقہ اور چھان بین کرنے والے اور صحیح احادیث کے جاننے والے ہیں۔ ابن سعدؒ طبقات میں فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مبارکؒ ثقہ، مامون، امام، حجت اور حدیث کا بڑا ذخیرہ رکھتے تھے۔ خطیب بغدادی ''الکفایۃ'' میں آپ کو مشاہیر ائمہ حدیث میں شمار کرتے ہیں۔

عبداللہ بن مبارکؒ اپنے دور کے بہت بڑے محدث اور مشہور امام تھے۔ آپ کی جلالتِ شان پر امت مسلمہ کا اتفاق ہے۔ دنیا میں آپ جیسے صفات و خصائل کی حامل کم ہی ہستیاں گزری ہیں۔ عبداللہ بن ادریسؒ فرماتے تھے کہ جس حدیث کو عبداللہ بن مبارکؒ نہ جانتے ہوں اس حدیث سے ہم برأت کا اظہار کرتے تھے۔

امام احمد بن حنبلؒ عبداللہ بن مبارکؒ کے طلبِ حدیث کے لئے ان کے شوق اور رغبت اور عظمتِ شان پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ اپنے وقت کے سب سے زیادہ علم کے طلبگار تھے۔ آپ نے یمن، مصر، شام، خراسان، جزیرہ، بصرہ اور کوفہ کے سفر کیئے۔ آپ حدیث روایت کرنے والوں کے بارے میں پوری پوری معلومات رکھتے تھے۔ آپ کے پاس صحیح احادیث کا ایک بڑا ذخیرہ

تھا۔ آپ محدث اور حافظ تھے۔ یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں کہ آپ رضائے الٰہی کی خاطر احادیث بیان فرماتے تھے۔ ابواسامہؒ بیان کرتے ہیں کہ آپ سب سے زیادہ علم کو طلب کرنے والے اور محدثین میں امیر المومنین جیسی شان والے ہیں۔ عبداللہ بن مبارکؒ ان قابل قدر ہستیوں میں شامل ہیں جنہوں نے سب سے پہلے احادیث کے جمع اور تدوین کا اہم اور قابل قدر کارنامہ انجام دیا۔

عبداللہ بن مبارکؒ نے ابواب علم اور اس کی اقسام پر کئی کتابیں لکھیں۔ امام بخاریؒ نے عبداللہ بن مبارکؒ کی تصانیف کو حفظاً یاد کر لیا تھا جن میں کتاب الزھد والرقائق اور مسند عبداللہ بن مبارکؒ قابل ذکر ہیں۔

عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے تھے کہ حدیث کی عمدگی یہ نہیں کہ سند میں واسطے کم ہوں بلکہ حدیث کی عمدگی اس کی سند کے صحیح ہونے کا نام ہے۔ آپ کو حدیث کی طرح فقہ میں بھی عبور حاصل تھا۔ آپ فقہی مسائل میں لوگوں کی رہنمائی کیا کرتے تھے۔ اسی طرح ہر دور کے علماء بھی آپ کی فقہی کتابوں سے استفادہ حاصل کرتے رہے۔ یحییٰ بن آدمؒ فرماتے ہیں کہ جب میں کسی پیچیدہ مسئلہ کو تلاش کرتا اور عبداللہ بن مبارکؒ کی کتابوں میں بھی نہ ملتا تو میں مایوس ہو جاتا تھا۔

امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے آپ سے احادیث روایت کی ہیں۔ امام جرح وتعدیل حافظ یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں کہ آپ نے بیس ہزار احادیث روایت کی ہیں۔ آپ زیادہ تر وقت اپنے گھر میں رہا کرتے تھے۔

امام اسماعیل بن عیاشؒ فرماتے ہیں ! اس روئے زمین پر عبداللہ بن مبارک جیسا کوئی دوسرا شخص نہیں ہے۔ میں نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی خوبی پیدا کی ہو جو عبداللہ بن مبارکؒ میں نہ رکھی ہو۔

(تذکرۃ الحفاظ)

سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں ! میں نے ابن مبارکؒ کے حالات پر غور کیا اور صحابہ کرامؓ کے حالات پر غور کیا تو میں دیکھتا ہوں کہ صحبت و معیت کے علاوہ صحابہ کے تمام فضائل آپ میں موجود ہیں۔

آپ امام اعظمؒ کے خاص شاگردوں میں سے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں! اگر اللہ نے ابوحنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ کے ذریعہ سے میری دستگیری نہ کی ہوتی تو میں ایک عام آدمی سے بڑھ کر کچھ نہ ہوتا۔

حضرت علی ہجویریؒ اپنی کتاب کشف المحجوب میں عبداللہ بن مبارکؒ کو زاہدوں کا سردار، اوتاد کا پیش رو اور اہل طریقت و شریعت کا امام فرماتے ہیں۔

امام نوویؒ نے تہذیب الاسماء واللغات میں آپ کا ذکر یوں کیا ہے " وہ امام جس کی امامت وجلالت پر ہر باب میں اجماع کیا گیا ہے، جس کے ذکر سے اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے اور جس کی محبت سے مغفرت کی امید کی جاسکتی ہے۔

آپ امام اعظم ابوحنیفہؒ کی مجلس فقہ اور اس کی ذیلی بارہ رکنی خصوصی کمیٹی کے بھی رکن تھے۔ آپ نے امام ابوحنیفہؒ سے بھی احادیث روایت کی ہیں۔

آپ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ امام ابوحنیفہؒ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہیں۔

عبداللہ بن مبارکؒ زہد و ورع، عبادت اور قیام اللیل میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ بے حد سخی اور مہمان نواز تھے۔ اس قدر علم و فضل، زہد و تقویٰ، اور سخاوت کے باوجود طبیعت میں تواضع و انکساری تھی۔ آپ کی زندگی کا کوئی دن دعوت و تبلیغ، اقامتِ دین کی جدوجہد، اصلاحِ احوال اور جہاد فی سبیل اللہ کی تیاری سے خالی نہیں ہوتا تھا۔ آپ امراء و سلاطین سے ملنا جلنا پسند نہیں کرتے تھے اور اپنے احباب کو بھی ان سے ملنے سے روکتے تھے۔

آپ نے فقہ و حدیث میں کئی کتابیں تصنیف فرمائیں ہیں۔

آپ کی مشہور تصنیفات:

- الزھد الرقائق
- الجھاد
- البر و الصلۃ

آپ کی وفات دریائے فرات کے کنارے واقع ''ہیت'' نامی شہر میں ہوئی جبکہ آپ ایک جہادی مہم سے واپس آ رہے تھے۔ آپ کی وفات ۱۸۱ھ بمطابق ۷۹۷ء میں ہوئی۔ وفات کے وقت آپ کی عمر مبارک تریسٹھ (۶۳) سال تھی۔

۶۸ ۔ قاضی القضاۃ امام ابو یوسفؒ

آپ کا نام یعقوب بن ابراہیم بن حبیب انصاری تھا۔ آپ کوفہ میں ۱۱۳ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی نشو نما غریب گھرانے میں ہوئی۔ آپ مجبور تھے کہ کچھ کمائیں لیکن اس کے باوجود علم پڑھنے اور علماء کے حلقہ میں بیٹھنے کا شوق تھا۔ آپ قاضی ابن ابی لیلیٰ کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے۔ کہا گیا کہ آپ نو سال ابن ابی لیلیٰ کے حلقہ سے وابستہ رہے۔ اتفاق سے آپ کسی نکاح کی تقریب میں شریک ہوئے۔ قاضی ابن ابی لیلیٰ بھی اس مجلس میں تھے۔ نکاح کے بعد کچھ چھوارے نچھاور کئے گئے۔ ابو یوسفؒ نے بھی ان میں سے کچھ اٹھا لئے۔ قاضی ابن ابی لیلیٰ کو ان کا یہ فعل ناپسند ہوا۔ انھوں نے ابو یوسفؒ سے سخت لہجے میں کہا! ''کیا تم کو خبر نہیں کہ یہ ناجائز ہے۔'' یہ سن کر ابو یوسف امام ابو حنیفہؒ کے پاس آئے اور مسئلہ دریافت کیا۔ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ کوئی بات نہیں ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ ایک نکاح کی تقریب میں شریک ہوئے۔ نکاح کے بعد صاحبِ خانہ نے چھوارے اچھالے۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی چھوارے اٹھائے اور فرمایا! ''اِنْتَهِبُوا'' لوٹو۔

(سوانح امام اعظم ابو حنیفہؒ: ص ۱۵۱)

اس واقعہ کے بعد ابو یوسف امام اعظم ابو حنیفہؒ کے حلقہ سے وابستہ ہو گئے۔ امام صاحبؒ کو ان کی تنگدستی کا اور علم حاصل کرنے کا شوق معلوم ہوا تو

فرمایا! تم اطمینان سے علم حاصل کرو اور خود ان کے اخراجات کے کفیل بن گئے۔ امام اعظمؒ کے پاس رہتے ہوئے امام ابو یوسفؒ فقہ میں درجہ کمال کو پہنچ گئے۔ آپ محدثین کبار سے احادیث سنتے اور یاد کرتے تھے۔

ابن جریر طبری لکھتے ہیں کہ امام ابو یوسف فقیہ عالم تھے اور حدیث کے حافظ تھے۔ آپ حدیث کے حفظ کرنے میں مشہور تھے۔ پچاس ساٹھ حدیثین سنتے اور پھر کھڑے ہو کر لوگوں کو لکھا دیتے تھے۔ وہ کثیر الحدیث تھے یعنی کثرت سے حدیثیں جاننے والے۔

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ جب مجھے حدیث کا شوق ہوا تو میں سب سے پہلے امام ابو یوسفؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امام نسائیؒ، امام بیہقیؒ آپ کو ثقہ کہتے ہیں۔ امام ابن معینؒ آپ کو صاحبِ حدیث اور صاحبِ سنت کہتے ہیں۔ علامہ ذہبیؒ آپ کو الامام العلامہ اور فقیہہ العراقین لکھتے ہیں۔ بلال بن یحییٰؒ نے فرمایا کہ امام ابو یوسفؒ تفسیر و مغازی اور تاریخِ عرب کے حافظ تھے۔

قاضی ابو یوسفؒ تین خلفاء کے عہد میں قاضی رہے۔ خلیفہ مہدی، خلیفہ ہادی اور خلیفہ ہارون رشید۔ آپ ۱۶۶ھ میں قاضی کے عہدے پر فائز ہوئے۔ آپ پہلے شخص ہیں جنہیں قاضی القضاۃ کا لقب ملا۔ علامہ ابن البرؒ تحریر فرماتے ہیں! ہارون رشید آپؒ کا بہت احترام کرتا تھا اور آپؒ کو بہت نصیب والا سمجھتا تھا اس کہ آپؒ قاضی تھے اور ایسے فقیہ تھے جن کی ہر رائے غالب

ہوتی تھی۔

آپ امام ابو حنیفہ ؒ کے شاگردوں میں سب سے بڑے حافظ حدیث کہلاتے تھے۔ آپ نے بہت سے مشہور آئمہ کرام مثلاً ابو اسحاق شیبانی ؒ، سلیمان تیمی ؒ، یحییٰ بن سعید انصاری ؒ، سلمان الاعمش ؒ، ہشام بن عروہ ؒ سے روایت کیں ہیں۔ آپ کے شاگردوں میں عطاء بن سائب ؒ، حسن بن دینار ؒ، لیث بن سعد ؒ اور امام احمد بن حنبل ؒ شامل ہیں۔

آپ ؒ کی وفات ۱۸۲ھ میں ہوئی۔

امام ابو یوسف ؒ کی کتابیں:

۱) کتاب فی الاصول
۲) کتاب الامالی
۳) کتاب الصلوٰۃ
۴) کتاب الزکوٰۃ
۵) کتاب الصیام
۶) کتاب الفرائض
۷) کتاب البیوع
۸) کتاب الحدود
۹) کتاب الوکالۃ

۱۰) کتاب الوصایا

۱۱) کتاب العید والذبائح

۱۲) کتاب الغضب والاستبراء

۱۳) کتاب الاختلاف الامصاد

۱۴) کتاب الرد علی مالک بن انس

۱۵) رسالۃ فی الخراج

۱۶) کتاب الجوامع (اس میں چالیس کتابیں ہیں)

۱۷) کتاب الامالی (اس میں چھتیس کتابیں ہیں)

(ماخوذ از ابن ندیم)

ان کتابوں کے علاوہ آپ کی اور کتابوں کا ذکر بھی ملتا ہے۔

۱) آراء ابی حنیفہ والدفاع عنہا

۲) کتاب الآثار

۳) اختلاف ابی حنیفہ وابن ابی لیلیٰ

۴) الرد سیر الأوزاعی

۶۹ ۔ امام یحییٰ بن زکریہ بن ابی زائدہؒ

آپ کو حافظِ حدیث اور امام المحدثین کہا جاتا تھا۔ آپ کی پیدائش ۱۱۹ھ میں ہوئی۔ آپ امام احمد بن حنبلؒ، ابوبکر بن ابی شیبہؒ، یحییٰ بن معینؒ، قتیبہؒ اور علی بن المدینیؒ کے استاد تھے۔

امام علی بن المدینیؒ فرماتے تھے کہ یحییٰؒ کے زمانے میں علم یحییٰؒ پر ختم تھا۔ امام یحییٰ بن زکریہؒ امام اعظمؒ کے خاص شاگردوں میں شامل تھے۔ آپ امام اعظمؒ کی مجلسِ فقہ کے علاوہ بارہ رکنی خصوصی ذیلی مجلس کے بھی رکن تھے۔ آپ نے طویل عرصہ تک مجلسِ فقہ کے کاتب کے فرائض انجام دئے۔ صحاح ستہ میں آپ کی روایت کی ہوئی کثیر تعداد میں احادیث موجود ہیں۔ آپ مدائن میں قاضی کے منصب پر بھی فائز رہے۔

آپ کا انتقال ۱۸۲ھ میں مدائن میں ہوا۔

۷۰ ۔ امام ہشیم بن بشیر البغدادی الواسطی ؒ

آپ کا پورا نام امام شیخ الاسلام حافظ محدثِ بغداد ابو معاویہ ہشیم بن بشیر بن ابی حازم السلمی البغدادی الواسطی ؒ ہے۔ آپ کی کنیت ابو معاویہ تھی۔ آپ بنوسلیم کے آزاد کردہ غلام تھے اس لئے سلمی کہلائے۔ آپ کی پیدائش ۱۰۴ھ یا ۱۰۶ھ میں واسط میں ہوئی۔ بعدازاں آپ بغداد منتقل ہو گئے۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ آپ کا تعلق بخارا سے تھا اور ابتدائی تعلیم اپنے شہر کے اساتذہ سے حاصل کی۔ اس کے بعد علم کے حصول کے شوق نے آپ کو دوسرے اسلامی ممالک کے سفر کرنے پر مجبور کر دیا۔

آپ کے والد بشیر بن ابی حازم انہیں علم حاصل کرنے سے روکتے تھے اور چاہتے تھے کہ ہشیم بھی ان کے کاروبار میں ان کا ہاتھ بٹائے۔ ایک مرتبہ ہشیم ؒ بیمار ہو گئے تو واسط کے قاضی ابو شیبہ ان کی عیادت کے لئے ان کے گھر تشریف لائے۔ ان کے والد اس غیر متوقع اعزاز سے بہت خوش ہوئے اور فرط جذبات سے بے قابو ہو گئے اور اپنے بیٹے کو مزید پڑھنے کی اجازت دے دی۔ انہوں نے فرمایا کہ تمہاری وجہ سے شہر کے قاضی میرے گھر تشریف لائے، آج کے بعد میں تمہیں طلبِ حدیث سے منع نہیں کروں گا۔

آپ کے مشہور شیوخ کے نام یہ ہیں: امام زہری ؒ، عمرو بن دینار مکی ؒ، منصور بن ذازان ؒ، ایوب سختیانی ؒ، یحیٰی بن سعید ؒ، حمید طویل ؒ، عطاء بن سائب ؒ، امام اعمش ؒ، شعبہ بن حجاج ؒ، لیث بن سعد ؒ۔

آپ کے مشہور شاگردوں کے نام یہ ہیں: علی بن المدینیؒ ، عبدالرحمٰن بن مہدیؒ ، یحییٰ بن سعید القطانؒ ، عبداللہ بن مبارکؒ ، امام احمد بن حنبلؒ ، وکیع بن جراحؒ ، یحییٰ بن معینؒ ، یزید بن ہارونؒ ، یعقوب بن ابراہیم دورقیؒ ۔

علامہ یوسف مزیؒ نے آپ کو ثقہ کہا اور مزید فرمایا کہ آپ کی قوت حافظہ ابو عوانہؒ سے بھی بڑھ کر ہے۔ ابوداؤدؒ نے امام احمد بن حنبلؒ کے حوالے سے کہا کہ ہشیمؒ صحیح حدیث روایت کرنے والے ہیں۔ ابن سعدؒ نے آپ کے مضبوط حافظہ اور کثرتِ حدیث کا اعتراف کیا ہے۔ ابن حبانؒ اور ابن شاہینؒ نے آپؒ کے ثقہ ہونے کی تصدیق کی ہے۔ علامہ ذہبیؒ نے اپنی کتاب ''تذکرۃ الحفاظ'' میں آپ کو جلیل القدر حفاظ محدثین میں شمار کیا ہے۔ آپ ثقہ، ثبت اور کثیر الحدیث محدث تھے۔

خطیب بغدادیؒ ایک واقعہ نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا تو آپ ﷺ نے پوچھا! تم لوگ کس سے حدیث کا سماع کرتے ہو تو اس شخص نے جواب دیا کہ ہمیں ہشیم بن بشیرؒ پڑھاتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا! ٹھیک ہے، ہشیم سے سماع کرو کیونکہ وہ اچھا آدمی ہے۔

یعقوب دورقیؒ فرماتے ہیں کہ ہشیم بن بشیرؒ کے پاس بیس ہزار حدیثیں تھیں۔ امام بغویؒ فرماتے ہیں کہ ہشیمؒ سے سفیان ثوریؒ ، شعبہ بن حجاجؒ اور

امام مالکؒ جیسے جلیل القدر ائمہ حدیث نے بھی روایات لی ہیں۔ آپ بہت مضبوط حافظہ کے مالک تھے۔

فضل بن زیادؒ کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبلؒ سے دریافت کیا کہ ہشیمؒ نے امام زہریؒ سے روایتیں کب لکھیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ مکہ میں، پھر امام زہریؒ مکہ سے واپس تشریف لے گئے تھے اور کچھ ہی دن بعد اللہ کو پیارے ہوگئے تھے۔ (تہذیب الکمال: ۲۸۹/۱۹)

علامہ ذہبیؒ نے ہشیم بن بشیرؒ کو فن جرح وتعدیل کا امام تسلیم کیا ہے اور ان کی رائے کو قابل حجت کہا ہے اور اپنے رسالے ''**ذکر من یعتمد قوله فی الجرح و التعدیل**'' میں اپنے وقت کے جلیل القدر امام عبداللہ بن مبارکؒ کے ساتھ ان کا ذکر کیا ہے۔ علامہ سخاویؒ نے بھی آپ کو جرح وتعدیل کا امام تسلیم کیا ہے۔

آپ کی وفات بغداد میں شعبان ۱۸۳ھ میں ہوئی۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ۷۹ سال تھی۔ آپ کی وفات ہارون رشید کے دورِ خلافت میں ہوئی، آپ کو شاہی مقبرہ خیزران میں دفن کیا گیا۔

۷۱ ۔ امام معانی بن عمران الموصلیؒ

آپ کا پورا نام حافظ امام شیخ الاسلام ابو مسعود المعانی بن عمران بن نفیل بن جابر بن جبلہ ازدی موصلیؒ ہے۔ آپ کی ولادت ۱۲۰ھ میں ہوئی ۔

آپ کے مشہور شیوخ میں سعید بن ابی عروبہؒ ، سفیان ثوریؒ ، حماد بن سلمہؒ ، شریک بن عبداللہؒ ، شعبہ بن حجاجؒ ، ابن جریجؒ ، امام اوزاعیؒ ، مسعر بن کدامؒ ، محل بن محروضیؒ ، ہشام دستوائی شامل ہیں۔ علامہ ابن حجرؒ نے اپنی کتاب '' تاریخ موصل '' میں لکھا ہے کہ آپ کے آٹھ سو شیوخ تھے۔

آپ کے مشہور شاگردوں میں بشر بن حارثؒ ، حسن بن بشرؒ ، محمد بن جعفر ورکانیؒ ، ابراہیم بن عبداللہ ہرویؒ ، ابو ہاشم محمد بن علی موصلیؒ ، آپ کے صاحبزادے احمد بن معانی شامل ہیں۔ موسیٰ بن اعینؒ ، عبداللہ بن مبارکؒ ، بقیہ بن ولیدؒ اور وکیع بن جراحؒ نے بھی آپ سے روایات کی ہیں۔

علامہ یوسف مزیؒ ، عثمان بن سعید دارمیؒ ، یحییٰ بن معینؒ ،ابو حاتمؒ ، وکیع بن جراحؒ ، علامہ عجلیؒ اور ابن خراشؒ نے آپ کو ثقہ کہا ہے۔ امام ابوزرعہ فرماتے ہیں کہ امام معانی بن عمرانؒ بہت نیک سیرت اور پارسا انسان ہیں۔ امام سفیان ثوریؒ آپ کو '' **یاقوتۃ العلماء** '' کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ علامہ ذہبیؒ نے '' طبقات الحفاظ '' میں آپ کو حافظِ حدیث قرار دیا ہے۔

بشر بن حارثؒ فرماتے ہیں کہ معانی بن عمرانؒ حدیث ومسائل زبانی یادرکھتے تھے۔

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ ابن معینؒ معانی بن عمرانؒ کی روایات کو بہت پسند زیادہ فرماتے تھے۔ علامہ ذہبیؒ آپ کی روایات کو عالی اسناد میں شمار کرتے تھے۔ آپ فقہ میں بھی نمایاں مقام رکھتے تھے۔ علامہ یوسف مزیؒ فرماتے ہیں کہ آپ نے فقہ کی تعلیم سفیان ثوریؒ سے حاصل کی۔

علامہ ذہبیؒ نے آپ کی علم حدیث کی دسترس اور فقہ کی بصیرت کی وجہ سے فن رجال کی معرفت پر ائمہ جرح وتعدیل کے زمرے میں داخل کیا ہے۔ آپ کے قول کو سند سمجھا جاتا تھا۔ علامہ سخاویؒ نے آپ کو ائمہ اعلام میں شمار کیا ہے۔

علامہ یوسف مزیؒ نے اپنی کتاب ”تہذیب الکمال“ میں لکھا ہے کہ آپ امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں میں شامل تھے اور ان سے روایت بھی کرتے تھے۔

آپ کی وفات ۱۸۵ھ میں ہوئی۔

۷۲ ۔ امام ابواسحاق ابراہیم بن محمد الفزاریؒ

آپ کا پورا نام امام کبیر حافظ ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن الحارث بن اسماء بن خارجہ بن حصن بن حذیفہ الفزاریؒ ہے۔ آپ کی ولادت ۱۰۵ھ میں واسط میں ہوئی۔

آپ کے مشہور شیوخ میں سفیان ثوریؒ، شعبہ بن حجاجؒ، امام اعمشؒ، عاصم بن کلیبؒ، یحییٰ بن سعید انصاریؒ، عبداللہ بن مبارکؒ، عطاء بن سائبؒ، مسعر بن کدامؒ، ہشام بن عروہؒ شامل ہیں۔

آپ کے مشہور شاگردوں میں ابراہیم بن شماسؒ، بقیہ بن ولیدؒ، ابواسامہ حماد بن اسامہؒ، محمد بن عقبہؒ، ولید بن مسلمؒ، زکریہ بن عدیؒ، ابونعیم حلبیؒ شامل ہیں۔ آپ کے دو شیوخ سفیان ثوریؒ اور عبداللہ بن مبارکؒ نے بھی آپ سے روایت کیں ہیں۔

علامہ یوسف مزیؒ، یحییٰ بن معینؒ اور عثمان بن سعید دارمیؒ آپ کو انتہائی درجہ کے ثقہ سمجھتے تھے۔ امام ابو حاتمؒ اور ابواسحاقؒ آپ کی بے حد تعریف کرتے تھے اور آپ کو وقت کا امام اور مامون کہتے تھے۔ ابن حبانؒ نے آپ کو ثقات محدثین کے زمرے میں داخل کیا ہے۔ آپ نے اٹھارا سال کی عمر سے احادیث کی کتابت شروع کر دی تھی۔ علامہ ذہبیؒ آپ کو حفاظ محدثین میں شمار کرتے ہیں۔ امام شافعیؒ ''سیر و مغازی'' میں فرماتے ہیں کہ سیّر میں ابواسحاقؒ کی کتاب کی طرح کوئی نہ لکھ سکا۔

حدیث کے امام ہونے کے ساتھ ساتھ فقہ میں بھی آپ جلیل القدر مرتبہ رکھتے تھے۔ علامہ ذہبی ؒ لکھتے ہیں کہ علی بن بکار ؒ کا بیان ہے کہ مجھے ابو اسحاق فزاری ؒ سے بڑھ کر کوئی فقیہہ نظر نہیں آیا۔ علامہ عجلی ؒ نے آپ کو کثیر الحدیث، معلم السنۃ جیسے کلمات سے تعریف کی ہے۔ ابن اسحاق ؒ جرح و تعدیل میں بھی نمایاں مقام رکھتے تھے۔

علامہ سخاوی ؒ نے ابو اسحاق فزاری ؒ کو رجال کی معرفت اور ان کی توثیق و تعدیل یا نقد و جرح کی وجہ سے فن جرح و تعدیل میں منصبِ امامت کا اہل قرار دیا ہے۔ " **الاعلان بالتوبیخ لمن ذمّ التاریخ** " میں آپ کا امتیازی شان سے ذکر کیا گیا ہے۔

امام خوارزمی ؒ لکھتے ہیں کہ امام ابن اسحاق فزاری ؒ امام بخاری ؒ اور امام مسلم ؒ کے شیخ لاشیوخ ہیں۔ انہوں نے امام ابوحنیفہ ؒ سے حدیث سنی ہیں اور ان سے روایت کی ہیں۔ آپ امام شافعی ؒ کے بھی شیخ ہیں، مسند میں ان کی کثرت سے روایات ہیں۔

آپ کی وفات مصیصہ میں ہارون رشید کے دورِ خلافت میں ۱۸۶ھ میں ہوئی۔

۷۳ ۔ جریر بن عبدالحمیدؒ

آپ کا نام جریر بن عبدالحمیدؒ اور کنیت ابوعبداللہ تھی۔ آپ کا نسب اس طرح سے ہے: جریر بن عبدالحمیدؒ بن جریر بن قرط بن ہلال الفمی۔ آپ کی ولادت ۱۱۰ھ میں کوفہ میں ہوئی۔ کوفہ کی طرف نسبت سے آپ کوفی کہلائے۔

آپ نے منصور بن معتمرؒ، حصین بن عبدالرحمٰنؒ، سلیمان بن حربؒ، سہیلؒ، امام اعمشؒ اور متعدد دوسرے علماء سے احادیث کا سماع کیا۔

آپ سے جن لوگوں نے علم حدیث حاصل کیا ان میں علی بن المدینیؒ، اسحاقؒ، یوسف بن موسیٰؒ، امام احمد بن حنبلؒ شامل ہیں۔ آپ آخری عمر میں بغداد چلے گئے تھے اور وہاں لوگوں کو حدیث پڑھاتے تھے۔

علامہ ذہبیؒ نے فرمایا کہ جریر بن عبدالحمیدؒ کی ثقاہت، حفظ، وسعتِ علم کی وجہ سے محدثین ان کی طرف سفر کرتے تھے۔

ابراہیم بن ہاشمؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے جریر بن عبدالحمیدؒ سے پندرہ سو احادیث لکھی ہیں۔

آپ بہت صابر طبیعت تھے اور مساوات کے علم بردار تھے۔ آپ انتہائی عبادت گزار تھے، شب بیداری آپ کا معمول تھا۔

آپ کی وفات ۱۸۸ھ میں رے میں ہوئی۔

۷۴ ۔ اسد بن عمروؒ

اسد بن عمروؒ امام اعظمؒ کے خاص شاگردوں میں سے تھے۔ آپ امام صاحب کی چالیس رکنی مجلس شوریٰ کے رکن تھے۔ آپ پہلے شخص ہیں جن کو امام ابوحنیفہؒ نے مجلس تصنیف میں تحریر کا کام سپرد کیا۔ امام احمد بن حنبلؒ نے آپ سے روایات نقل کی ہیں۔ یحییٰ بن معینؒ نے آپ کی توثیق کی ہے۔ آپ قیاس اور استخراج کے علاوہ حدیث کی معرفت میں کمال کا درجہ رکھتے تھے۔

ہلال رازی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ہارون رشید مکہ معظّمہ گیا۔ طواف سے فارغ ہوکر وہ کعبہ کے اندر داخل ہوکر ایک جگہ بیٹھ گیا اس کے تمام اہل دربار اس کے ساتھ کھڑے تھے۔ ایک شخص ہارون رشید کے برابر میں بیٹھا تھا جس پر مجھ کو بہت تعجب ہوا اور جب لوگوں سے معلوم کیا تو انہوں نے بتایا کہ یہ اسد بن عمروؒ ہیں۔ امام نسائیؒ نے آپ اصحابِ ابوحنیفہؒ میں ثقہ راوی میں شمار کیا ہے۔

آپ کا انتقال ۱۸۸ھ میں ہوا۔

(الجواہر المضیئہ :۱/۱۴۱)

۷۵ ۔ علی بن مسہرؒ

آپ کا نام علی اور کنیت ابوالحسن ہے۔آپ عائذہ قریش میں سے ہیں۔

آپؒ حدیث وفقہ میں استاد کا درجہ رکھتے تھے۔ آپؒ امام ابوحنیفہؒ کے خاص شاگردوں میں شامل تھے اور فقہ کی چالیس رکنی مجلس شوریٰ کے رکن تھے۔ آپ موصل میں قاضی کے عہدے پر بھی فائز رہے۔ آپ نے امام اعمشؒ اور ہشام بن عروہؒ سے بھی استفادہ حاصل کیا تھا۔ ابوبکر بن ابی شیبہؒ نے ان سے روایت کی ہیں۔

امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے اپنی تصانیف میں ان سے روایات نقل کی ہیں۔ یحییٰ بن معینؒ نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے تھے کہ آپ فقہ اور حدیث میں جامع ہیں۔

آپ کا انتقال ۱۸۹ھ میں ہوا۔

(الجواہر المضیۃ :۱/۳۷۸)

۷۶ ۔ امام محمد بن حسن شیبانیؒ

امام محمدؒ حدیث و فقہ کے استاد، امام اور مجتہد تھے۔ آپ صاحبِ تصانیف، عابد، زاہد شخصیت کے مالک تھے۔ آپ امام اعظم ابو حنیفہؒ کے جید شاگردوں میں سے تھے۔ آپ نے ایک لاکھ سے زیادہ مسائل کا استنباط کیا تھا۔ ایک ہزار کے قریب تصانیف تحریر کیں۔ آپ کے بے شمار شاگرد تھے۔ حضرت مولانا عبدالحئیؒ لکھتے ہیں کہ امام احمد بن حنبلؒ سے پوچھا گیا کہ آپ نے مشکل ترین مسائل کہاں سے سیکھے تو انہوں نے جواب دیا کہ امام محمدؒ کی کتابوں سے۔

آپ کی کنیت ابوعبداللہ تھی اور شیبانی کی نسبت وِلأَ سے تھی۔ آپ کا پورا نام ابوعبداللہ محمد بن حسن بن فرقد شیبانیؒ تھا۔ آپ کے والد دمشق کے قریب حرسا کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد ترک وطن کر کے عراق کے شہر واسط آگئے۔ یہیں ۱۳۲ھ میں امام محمدؒ کی ولادت ہوئی۔ بعض روایات میں آپ کی سن ولادت ۱۳۵ھ لکھی ہے۔ آپ کے والد واسط میں کچھ عرصہ رہنے کے بعد کوفہ منتقل ہو گئے تھے۔ امام محمدؒ نے ابتدائی تعلیم یہیں حاصل کی۔ اس زمانے میں حرمین شریفین کے بعد اسلامی تعلیم کا سب سے بڑا مرکز کوفہ تھا۔ اس وقت کوفہ میں جید ائمہ کے علم و فضل کا چرچہ تھا جن میں امام اعظم ابو حنیفہؒ، مسعر بن کدامؒ، سفیان ثوریؒ اور امام ابو یوسفؒ زیادہ مشہور تھے۔ امام محمدؒ نے پہلے قرآن کی تعلیم حاصل کی اور پھر دیگر علوم دینی کی طرف متوجہ ہو گئے۔

امام محمد ایک مرتبہ امام اعظمؒ کی مجلس میں حاضر ہوئے اور امام صاحب سے دریافت کیا کہ ایک نابالغ لڑکا عشاء کی نماز پڑھ کر سویا اور اسی رات فجر سے پہلے وہ بالغ ہو جائے اور بلوغت کی علامت ظاہر ہو جائے تو وہ نماز دہرائے گا یا نہیں۔ امام صاحب نے کہا کہ دوہرائے گا۔ امام محمدؒ اسی وقت اٹھے اور اور ایک کونے میں کھڑے ہو کر نماز پڑھی۔ امام اعظمؒ نے یہ دیکھ کر بے ساختہ فرمایا! انشاءاللہ یہ لڑکا ذہین طالب علم ثابت ہوگا۔ اس واقعہ کے بعد امام محمدؒ گاہے بگاہے امام اعظمؒ کی مجلس میں شریک ہوتے رہے۔ آپ کم عمر تھے اور بہت خوبصورت تھے۔ آپ نے امام اعظمؒ سے باقاعدہ تعلیم کی درخواست کی تو امام اعظمؒ نے فرمایا کہ پہلے قرآن حفظ کرلو پھر آنا۔ آپ سات دن بعد پھر حاضر ہو گئے کہ میں نے قرآن حفظ کرلیا ہے۔ امام اعظمؒ بہت حیران ہوئے اور انہیں اپنے درس میں شریک کرلیا۔ ان کے والد سے کہا کہ ان کے سر کے بال منڈوا دو لیکن بال منڈوانے کے بعد آپ اور بھی خوبصورت لگنے لگے۔ آپ چار سال تک امام اعظمؒ کی خدمت میں رہے اور علوم دینیہ خصوصاً فقہ سیکھتے رہے۔ پھر امام اعظمؒ کا انتقال کے بعد یہ سلسلہ منقطع ہو گیا۔

فقہ ایک وسیع علم ہے کیونکہ کتاب وسنت سے مسائل کے استنباط اور اجتہاد کے لئے بہت گہری نظر اور بصیرت کی ضرورت ہوتی ہے۔ امام محمدؒ کو اس کام کے لئے ابھی مزید تربیت کی ضرورت تھی اس لئے آپ نے امام اعظمؒ کے وصال کے بعد امام ابو یوسفؒ کے دروس میں شامل ہو کر اپنی تعلیم کو جاری رکھا۔ امام ابو یوسفؒ

نے آپ کی صلاحیتوں کا اندازہ لگا لیا تھا اس لئے وہ آپ کی تعلیم پر خصوصی توجہ دیتے تھے۔ اسماعیل بن حمادؒ بیان کرتے ہیں کہ امام ابو یوسفؒ علی الصبح اپنا درس شروع کرتے تھے۔ امام محمدؒ اس وقت ایک دوسرے استاد سے حدیث کا درس لیتے تھے اور جب وہ امام ابو یوسفؒ کے درس میں پہنچتے تھے تو اس کے درس کے کافی مسائل گزر چکے ہوتے تھے لیکن امام ابو یوسفؒ امام محمد کی خاطر ان مسائل کو دہرا دیا کرتے تھے۔ (بلوغ الامانی: زاہد الکوثری)

امام محمدؒ کو فقہ کے ساتھ ساتھ علم حدیث کی بھی بہت لگن تھی۔ آپ امام اعظمؒ کے بعد امام مالکؒ کے درسِ حدیث میں حاضر ہوتے۔ جس طرح امام اعظمؒ فقہ میں اپنے مثال آپ تھے اسی طرح امام مالکؒ درس حدیث میں بے مثال تھے۔ امام محمدؒ کی یہ خوش قسمتی تھی کہ ان کو امام اعظمؒ اور امام مالکؒ جیسے استادوں سے علم حاصل کرنے کا موقع ملا۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ وہ تین سال سے زیادہ عرصہ تک امام مالکؒ کی خدمت میں رہے اور ان سے سات سو سے زیادہ احادیث کا سماع کیا۔ (لسان المیزان؛ حافظ ابن حجر عسقلانی)

ان کے علاوہ امام محمدؒ نے دوسرے شیوخ سے بھی علمی استفادہ کیا جن میں مسعر بن کدامؒ، سفیان ثوریؒ، عمر بن ذرؒ، امام اوزاعیؒ، زمعہ بن صالحؒ، ربیع بن صالحؒ اور بکیر بن عامرؒ شامل ہیں۔

امام محمدؒ کی شہرت دور دور تک پھیل چکی تھی لوگ آپ سے حدیث و فقہ کا علم سیکھنے کے متمنی رہتے تھے۔ آپ کے بے شمار شاگرد ہوئے۔ ان میں سے جنہوں

نے زیادہ شہرت حاصل کی ان کے نام یہ ہیں؛ امام محمد بن ادریس شافعیؒ، ابوسلیمان جوزجانیؒ، ہشام بن عبیداللہ رازیؒ، ابوعبید القاسم بن سلامؒ، اسماعیل بن توبہؒ اور علی بن مسلمؒ۔

امام محمدؒ بے حد عبادت گزار تھے۔ تصنیف وتالیف اور مطالعہ کتاب میں اکثر اوقات مشغول رہا کرتے تھے۔ رات کے تین حصے کرتے تھے ایک حصہ میں عبادت کرتے ایک حصے میں مطالعہ اور ایک حصے میں آرام کرتے تھے۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں امام محمدؒ کے پاس ٹھہرا۔ میں ساری رات نفلیں پڑھتا رہا اور امام محمدؒ چارپائی پر لیٹے رہے۔ صبح کو امام محمدؒ نے بغیر وضو کئے نماز پڑھی، میں نے پوچھا حضرت آپ نے وضو نہیں کیا؟ آپ نے فرمایا! تم نے ساری رات اپنے نفس کے لئے عمل کیا اور نوافل پڑھے میں نے تمام رات حضور ﷺ کی امت کے لئے عمل کیا اور کتاب اللہ سے مسائل کا استنباط کرتا رہا۔ اس رات میں نے ایک ہزار سے زیادہ مسائل کا استخراج کیا۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ یہ سن کر میں نے اپنی شب بیداری پر امام محمدؒ کی شب بیداری کو ترجیح دی۔ (مناقب کردری: شیخ ابن بزاز کردری)

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام محمدؒ سے بڑھ کر کوئی فصیح نہیں دیکھا۔ مزید فرماتے ہیں کہ جب امام محمدؒ کسی مسئلہ پر تقریر کرتے تھے تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ گویا ان پر قرآن نازل ہو رہا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ فقہ میں مجھ پر سب

سے زیادہ احسان امام محمدؒ کا ہے۔

امام ابو یوسفؒ کو فقہ حنفی کی ترویج واشاعت کا بے حد شوق تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ ملک کا آئین فقہ حنفی کے مطابق ہو اسی لئے انہوں نے ہارون رشید کی درخوست پر قاضی القضاء کا عہدہ قبول کرلیا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد ہارون رشید نے شام کے علاقہ ''رقہ'' کے لئے امام محمدؒ کا بہ حیثیت قاضی تقرر کردیا۔ امام محمدؒ کو علم ہوا تو آپ امام ابو یوسفؒ کے پاس گئے کہ مجھے اس ذمہ داری اور آزمائش سے بچایئے۔ امام ابو یوسفؒ حنفی مسلک کی اشاعت کے پیش نظر ان سے اتفاق نہیں کیا اور ان کو خلیفہ کے وزیر خاص یحییٰ برمکی کے پاس لے گئے، یحییٰ نے انہیں ہارون رشید کے پاس بھیج دیا اس طرح مجبور ہو کر قاضی کا عہدہ قبول کرنا پڑا۔

(مناقب کردری: شیخ ابن بزاز کردری)

امام محمدؒ نے اپنے استاد اور احباب کے اصرار کی وجہ سے عہدہ قضاء قبول تو کرلیا تھا لیکن وہ اپنے فیصلوں میں کسی دباؤ میں نہیں آئے تھے۔ ایک واقعہ یہ ہوا کہ یحییٰ بن عبداللہ نامی ایک شخص کو خلیفہ نے امان دی لیکن بعد میں کسی وجہ سے اس پر غضبنات ہوا اور اس کو قتل کرانا چاہتا تھا۔ لیکن قتل کرنے سے پہلے وہ قاضی سے اس کی تائید چاہتا تھا تاکہ اس کو شرعی جواز مل جائے۔ خلیفہ نے تمام قاضیوں کو دربار میں طلب کیا اور اپنی بات کی تائید چاہی۔ سب نے خلیفہ کے حسب منشاء فیصلہ دے دیا لیکن امام محمدؒ نے اختلاف کیا اور فرمایا کہ جب ایک دفعہ اسے امان دی جاچکی ہے تو بغیر کسی شرعی عذر کے اس امان کو منسوخ کرکے اسے قتل کرنا جائز نہیں۔ خلیفہ ان کے

جواب پر برہم ہو گیا اور ان کو قاضی کے عہدے سے ہٹا دیا اور ان پر فتویٰ دینے پر پابندی لگا دی گئی۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ ان کو کچھ عرصہ کے لئے قید بھی کر دیا تھا۔

امام محمد ؒ کے عہدہ قضاء سے سبکدوش ہونے کے کچھ عرصہ بعد ہارون رشید کی بیوی ام جعفر کو کسی جائداد کے وقف کرنے کا خیال آیا۔ اس نے امام محمد ؒ سے وقف نامہ تحریر کرنے کی درخواست کی، آپ نے فرمایا کہ مجھے افتاء سے روک دیا گیا ہے اس لئے میں یہ کام نہیں کر سکتا۔ ام جعفر نے اس سلسلہ میں ہارون رشید سے بات کی جس کے بعد اس نے نہ صرف آپ کو افتاء کی اجازت دے دی بلکہ انتہائی اعزاز و اکرام کے ساتھ آپ کو قاضی القضاء کا عہدہ پیش کر دیا۔

اپنے دور کے ائمہ حنفیہ میں امام محمد ؒ نے سب سے زیادہ کتابیں تصنیف کیں۔ مولانا عبدالحیٔ لکھنوی ؒ فرماتے ہیں کہ آپ نے ۹۹۹ کتابیں تحریر کیں۔ آپ کی تصنیفات کی یہ خوبی تھی کہ آپ ہر کتاب کو عنوانات کے ساتھ ابواب میں تقسیم کرتے تھے جس سے قاری کو پڑھنے میں بہت سہولت ہو جاتی تھی۔

آپ کی چند مشہور کتابوں کا ذکر درج ذیل ہے۔

موطاء امام محمد ؒ

حدیث میں یہ امام محمد ؒ کی پہلی کتاب ہے۔ اس کتاب میں زیادہ تر وہ احادیث ہیں جو آپ نے امام مالک ؒ سے سنی ہیں۔ بعض محدثین نے موطاء امام

محمدؒ کو موطاء امام مالکؒ پر فوقیت دی ہے۔ اس کتاب میں امام مالکؒ کے علاوہ دوسرے مشائخ کی بھی روایات ہیں اس لئے اس کو موطاء امام محمدؒ کہا گیا۔ اس میں کل ایک ہزار ایک سواسی احادیث ہیں جن میں ایک ہزار پانچ احادیث امام مالکؒ سے روایت ہیں اور ایک سو پچھتر (۱۷۵) دوسرے شیوخ سے ہیں۔ سترہ روایات امام اعظم ابوحنیفہؒ سے اور چار امام ابویوسفؒ سے مروی ہیں۔

کتاب الآثار

حدیث میں امام محمدؒ کی یہ دوسری کتاب ہے اس کتاب میں امام صاحب نے احادیث سے زیادہ آثار کو جمع کیا ہے اسی وجہ سے یہ کتاب الآثار کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس میں ایک سو چھ احادیث اور سات سو اٹھارا آثار ہیں اس کے علاوہ اس میں امام اعظمؒ کے اقوال بھی ذکر کیئے گئے ہیں۔

کتاب الحج

اس میں امام محمدؒ نے وہ احادیث کو جمع کیا ہے جن میں امام مالکؒ اور بعض دوسرے علمائے مدینہ سے آپ کو فقہی اختلاف تھا۔ آپ نے اس اختلاف کو احادیث اور آثار کی روشنی میں اپنے موقف کو ثابت کیا ہے۔ اس کتاب کے متعدد قلمی نسخے اب بھی مدینہ منورہ کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔

امام محمدؒ نے حدیث میں چند کتابیں تصنیف کی ہیں لیکن ان کا اصل موضوع فقہ ہے جس میں انہوں نے نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ امام محمدؒ نے فقہی مسائل کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک ظاہر الروایہ اور دوسری نوادر۔ ظاہر الروایہ امام صاحب کی ان کتابوں کو کہا جاتا ہے جن میں تواتر سے کہا جاتا ہے کہ یہ امام محمدؒ کی تصانیف ہیں۔ ان میں چھ کتابیں ہیں: مبسوط، زیادات، جامع الصغیر، جامع الکبیر، سیر الصغیر، سیر الکبیر۔ نوادر امام محمدؒ کی ان تصانیف کو کہا جاتا ہے کہ جن میں امام محمدؒ کی طرف منسوب ہونا تواتر سے ثابت نہیں۔

مبسوط

علم فقہ میں یہ امام محمدؒ کی سب سے ضخیم کتاب ہے۔ یہ کتاب چھ جلدوں میں تین ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں دس ہزار سے زیادہ مسائل کا ذکر ہے۔

جامع الکبیر

فقہ کے موضوع پر امام محمدؒ کی دوسری تصنیف ہے۔ اس میں مسائل فقہیہ کو دلائل نقلیہ سے ثابت کیا گیا ہے۔ اس کتاب کی عربی نہایت فصیح و بلیغ ہے، اس کتاب کو فقہی طور پر حجت تسلیم کیا گیا ہے۔ اس کتاب کی متعدد شرحیں موجود ہیں۔

جامع الصغیر

یہ فقہ میں امام محمدؒ کی تیسری تصنیف ہے۔ اس کتاب میں ۱۵۳۶ مسائل ہیں۔ جن میں دو مسئلوں کے سوا باقی تمام مسائل کی بنیاد احادیث اور آثار پر رکھی گئی ہے اور دو مسئلوں کو قیاس سے ثابت کیا گیا ہے۔ یہ کتاب آپ نے امام ابو یوسفؒ کی فرمائش پر تصنیف کی جس میں ان مسائل کا ذکر ہے جو انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کے مسائل امام ابو یوسفؒ کے ذریعہ سے سنے تھے۔ جب یہ کتاب امام ابو یوسفؒ کو پیش کی گئی تو وہ بہت خوش ہوئے اور اس کتاب کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ اس کتاب میں تین قسم کے مسائل کا ذکر ہے۔ پہلی قسم میں وہ مسائل ہیں جو امام محمد کی دوسری کتابوں میں نہیں ہیں۔ دوسری قسم ان مسائل کی ہے جو امام محمدؒ دوسری کتابوں میں بھی مذکور ہیں لیکن ان کی تفصیل بیان نہیں کی گئی ہے کہ یہ امام ابوحنیفہؒ کے بیان کردہ مسائل ہیں۔ تیسری قسم ان مسائل کی ہے جو دوسری کتابوں میں بھی مذکور ہیں لیکن ان کی مزید وضاحت کی گئی ہے۔ اس کتاب کی تیس سے زیادہ شرحیں لکھی گئی ہیں۔

سیر الصغیر

علم فقہ پر امام محمدؒ کی یہ چوتھی کتاب ہے۔ امام اعظمؒ نے اپنے شاگردوں کو سیر ومغازی کے باب میں جو کچھ املاء کرایا تھا یہ اس کا مجموعہ ہے۔

سیر الکبیر

فقہ کے موضوع پر یہ آپ کی پانچویں کتاب ہے۔ امام اوزاعیؒ نے ''سیر الصغیر'' پر جرح کی جس کے جواب میں امام محمدؒ نے ''سیر الکبیر'' تصنیف کی۔ سیر ومغازی کے موضوع پر یہ ایک انتہائی مفید کتاب ہے۔ اس کتاب میں جہاد وقتال اور امن وصلح کے موقع اور طریقے بیان کئے گئے ہیں۔ غیر مسلم اقوام سے مسلمانوں کے تعلقات، ان کے حقوق وفرائض، تجارت اور عام معاملات میں تفصیل سے بات کی گئی ہے۔ اسلام کے بین الاقوامی نقطہ نظر کو سمجھنے کے لئے اس کتاب کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔ ہارون رشید کو اس کتاب سے اس حد تک دلچسپی تھی کہ اس نے اپنے دونوں بیٹوں امین اور مامون کو اسے یاد کروا دیا تھا۔ اس کتاب کی بھی متعدد شرحیں لکھی گئی ہیں۔ لیکن سب سے زیادہ شہرت امام سرخسیؒ کی شرح کو حاصل ہوئی۔

زیادات

ظاہر الروایۃ میں یہ امام محمدؒ کی چھٹی تصنیف ہے۔ اس میں وہ مضامین ہیں جو سیر الصغیر اور سیر الکبیر میں شامل ہونے سے رہ گئے تھے۔ اس کتاب کے قلمی نسخے استنبول کی لائبریریوں میں اب بھی موجود ہیں۔

امام صاحب کی دیگر کتب جن کا ذکر ''ہدایۃ العارفین'' میں کیا گیا

درج ذیل ہیں:

- الاحتجاج علی مالک
- الاکتساب فی الرزق المسطاب
- الجرجانیات
- الرقیات فی المسائل
- عقائد الشیبانیہ
- کتاب الاصل فی الفروع
- کتاب الاکراہ
- کتاب الحیل
- کتاب السجلات
- کتاب الشروط
- کتاب الکسب
- کتاب النوادر
- الکیسانیات
- مناسک الحج
- انوار الصیام
- الہارونیات
- کتاب الآثار

۔ کتاب الرد علیٰ اہل المدینہ

۔ زیادۃ الزیادات

امام محمدؒ کی زندگی کا بیشتر حصہ فقہی تحقیقات اور مسائل کے استنباط واجتہاد میں گزرا۔ آپ قاضی القضاء کے عہدے پر دوبارہ بحال ہوگئے تھے۔ ایک مرتبہ آپ خلیفہ ہارون رشید کے ساتھ ایک سفر پر گئے۔ آپ رے کے قریب نبویہ نامی بستی میں تھے کہ وہاں آپ کا انتقال ہوگیا۔ اسی سفر میں ہارون رشید کے ساتھ نحو کے امام کسائی بھی تھے دو دن بعد ان کا بھی انتقال ہوگیا۔ ہارون رشید کو دونوں کے انتقال کا بے حد افسوس ہوا۔ اس نے افسوس سے کہا کہ میں نے فقہ اور نحو کو '' رے '' میں دفن کردیا۔ انتقال کے وقت آپ کی عمر مبارک اٹھاون (۵۸) سال تھی۔

(مناقب کردری: شیخ ابن بزاز کردری)

امام ابوحنیفہؒ کے انتقال کے وقت آپ کی عمر اٹھارہ سال تھی۔ آپ نے امام ابوحنیفہؒ کے انتقال کے بعد فقہ امام ابویوسفؒ سے، حدیث سفیان ثوریؒ اور امام اوزاعیؒ، امام مالکؒ اور مسعر بن کدامؒ سے حاصل کیں۔ ہارون رشید کے دور میں قاضی کے عہدے پر فائز ہوئے۔ لغت اور ادب میں مہارت حاصل تھی۔ آپ کی زبان شیریں اور بیان عمدہ ہوتا تھا۔ آپ کا اٹھنا بیٹھنا شاہی دربار کے ساتھ تھا لیکن پھر بھی آپ اپنی انفرادیت قائم رکھتے تھے۔ آپ خوش لباس

تھے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ امام محمد بن حسنؒ آنکھوں اور دل میں بس جاتے تھے۔ آپ لوگوں میں خوب فصیح الکلام تھے، جب آپ بات کرتے تھے تو سننے والا سمجھتا تھا کہ قرآن مجید ان کی بولی میں نازل ہوا ہے۔ امام محمدؒ کی شہرت زیادہ تر فقہ میں ہے لیکن آپ تفسیر، حدیث اور ادب میں بھی اجتہاد کا درجہ رکھتے ہیں۔ امام دار قطنیؒ نے آپ کو ثقات اور حافظ الحدیث میں شمار کیا ہے۔

علامہ عبدالحئی لکھنویؒ فرماتے ہیں! امام محمدؒ نے ہی امام ابوحنیفہؒ کا علم ساری دنیا میں پھیلایا۔ بے شک امام ابوحنیفہؒ کا علم آپ کی تصانیف کے ذریعہ ظاہر ہوا ہے۔

آپ کو علم حاصل کرنے کا اتنا شوق تھا کہ آپ کے والد کی طرف سے تیس ہزار درہم میراث میں ملا۔ نصف رقم علم نحو، عربی زبان و ادب کے حصول میں خرچ کر دی اور نصف رقم حدیث و فقہ کے علوم حاصل کرنے میں خرچ ہوگئی۔ آپ نے ایک ہفتہ میں قرآن حفظ کر لیا تھا۔ آپ نے علوم حاصل کرنے کے بعد جب اپنا حلقہ درس بنایا تو آپ کی عمر بیس سال تھی۔ آپ کے شاگردوں میں امام شافعیؒ، ابوحفص کبیرؒ، خلف بن ایوبؒ، قاسم بن سلامؒ اور عیسیٰ بن ابانؒ زیادہ مشہور ہیں۔

خطیب بغدادی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ خلیفہ ہارون رشید کے دربار میں خلیفہ کی آمد ہوئی، سب لوگ کھڑے ہوگئے لیکن امام محمدؒ بیٹھے رہے۔ پھر داخلے کی اجازت ہوئی اور امام محمدؒ کے لئے آواز لگی۔ اس آواز سے امام محمدؒ کے رفقاء

پریشان ہو گئے۔ جب امام محمدؒ بادشاہ سے مل کر باہر تشریف لائے تو لوگوں نے کیفیت دریافت کی تو آپ نے فرمایا! بادشاہ نے کہا کہ کیا بات تھی کہ تم کھڑے نہیں ہوئے۔ میں نے کہا! آپ نے (اے خلیفہ) مجھ کو اہل علم کی صف میں کیا ہے لہٰذا میں نے خادموں کی صف سے اپنے آپ کو الگ رکھا ہے۔

امام محمد بن حسن شیبانیؒ میں ایسی خوبیاں اور کمالات جمع ہوئے جو آپ کے استاد امام ابو یوسفؒ کے سوا امام اعظم ابو حنیفہؒ کے کسی شاگرد میں جمع نہیں ہوئے۔ قاضی بن جانے سے آپ کے علم میں بہت ترقی ہوئی۔ آپ نے حجازی فقہ پوری طرح امام مالکؒ سے، شامی فقہ امام اوزاعیؒ سے حاصل کیا۔ آپ نے حساب اور مختلف علوم میں اچھی دسترس حاصل کر لی تھی۔ علم کے بیان پر قادر تھے۔ قضاء کی مہارت حاصل تھی۔ آپ کا میلان تصنیف و تدوین کی طرف ہوا تو فقہ کی کتاب مرتب کی۔ آپ نے نو سو سے زیادہ دینی کتب تصنیف کیں۔ آپ نے امام مالکؒ کی کتاب موطاء کی تدوین کی۔

محقق علامہ ابن امیر الحاج الحلبی نے شرح منیہ میں لکھا ہے کہ امام محمدؒ نے اکثر کتابیں امام ابو یوسفؒ کو سنائی ہیں۔ لیکن جن کتابوں کے نام کے ساتھ الکبیر لگا ہوا ہے دراصل وہ امام محمدؒ کی ہی تصانیف ہیں جیسے المضاربۃ الکبیر، المزارعۃ الکبیر، الجامع الکبیر، السیر الکبیر وغیرہ۔

آپ کی وفات ۱۸۹ھ میں ہوئی۔

۷۷ ۔ امام قاضی حفص بن غیاث نخعی کوفیؒ

آپ خلیفہ ہاروں رشید کے زمانے میں بغداد کے قاضی کے عہدے پر فائز رہے۔ آپ نے علم حدیث کی تکمیل امام ابوحنیفہؒ کے علاوہ امام ہشام بن عروہؒ، امام عاصم احولؒ، امام سلیمان تیمیؒ، امام یحییٰ بن سعید انصاریؒ، امام اعمشؒ جیسے جید آئمہ سے کی۔ آپ کے شاگرد حدیث میں بڑے بڑے نامور محدثین ہیں جن میں امام احمد بن حنبلؒ، امام اسحاق بن راہویہؒ، امام علی بن مدینیؒ، امام یحییٰ بن معینؒ اور امام ابوبکر بن ابی شیبہؒ وغیرہ شامل ہیں۔ امام ذہبیؒ ان کو حافظ الحدیث میں شامل کرتے ہیں۔

آپ امام ابوحنیفہؒ کے ان شاگردوں میں شامل ہیں جن پر امام صاحب کو بہت اعتماد تھا اور جن کو آپ اپنے دل کی تسکین اور غموں کا مداوا قرار دیتے تھے۔

امام ابوحفصؒ فرماتے تھے کہ امام ابوحنیفہؒ کا کلام فقہ میں بال سے زیادہ باریک ہے اور اس میں عیب نکالنے والا جاہل ہی ہوسکتا ہے۔

آپ کا انتقال ۱۹۴ھ میں ہوا۔

۷۸ ۔ امام وکیع بن الجراحؒ

آپ کا پورا نام امام حافظ محدثِ عراق ابوسفیان الرؤاسی وکیع بن الجراح بن ملیح کوفی ہے۔ آپ کی پیدائش ۱۱۹ھ میں کوفہ میں ہوئی۔ آپ کوفہ میں رہتے تھے اور وہاں کے مشہور محدث تھے۔ آپ کے والد بیت المال کے نگران تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے: وکیع بن جراح بن ملیح بن عدی بن صعصعہ۔

علامہ یوسف مزیؒ نے آپ کے دوسوشیوخ کا ذکر کیا ہے جن میں چند مشہور شیوخ کے نام یہ ہیں۔ ابان بن صمعہؒ، اسرائیل بن یونسؒ، حماد بن سلمہؒ، سفیان ثوریؒ، سفیان بن عیینہؒ، شعبہ بن حجاجؒ، مسعر بن کدامؒ، ہشام بن عروہؒ، اعمش سلیمان بن مہرانؒ، جعفر بن یرقانؒ، امام اوزاعیؒ، شریک بن عبداللہؒ وغیرہ۔

آپ کے مشہور شاگردوں میں امام احمد بن حنبلؒ، اسحاق بن راہویہؒ، علی بن المدینیؒ، عبداللہ بن مبارکؒ، یزید بن ہارونؒ، یحیٰ بن معینؒ، امام احمد بن حنبلؒ، عبدالرحمٰن بن مہدیؒ، عبداللہ بن نمیرؒ، فضل بن موسیٰ السینانیؒ اور ابوخیثمہؒ وغیرہ۔

ابن حبانؒ نے ”کتاب الثقات“ میں آپ کو جلیل القدر ثقات محدثین میں شمار کیا ہے۔ علامہ عجلیؒ امام وکیعؒ کو ثقہ، عبادت گزار، نیک سیرت، ادیب اور حافظِ حدیث لکھتے ہیں۔ علی بن المدینیؒ فرماتے ہیں کہ امام سفیان ثوریؒ

کے شاگردوں میں وکیع بن جراح ؒ کا شمار سب سے زیادہ بااعتماد لوگوں میں ہوتا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ یحییٰ بن معینؒ کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ وکیع بن جراحؒ پختہ اور قوی الضبط ہیں۔ ابن سعدؒ لکھتے ہیں کہ وکیعؒ ثقہ، معتمد، بلند مرتبہ والے، معزز اور حدیث کا ایک بڑا ذخیرہ رکھنے والے اور حجت ہیں۔ یحییٰ بن معینؒ آپ کو حدیث کا سب سے بڑا حافظ سمجھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے وکیعؒ کو وہ مرتبہ و مقام عطا کیا ہے جو امام اوزاعیؒ کو اپنے زمانے میں حاصل تھا۔

امام احمد بن حنبلؒ کا بیان ہے کہ میں نے وکیع بن جراحؒ سے بڑھ کر کوئی علم کو جمع کرنے والا اور اس کو یاد رکھنے والا نہیں دیکھا۔ اس کے علاوہ ان میں خشوع اور تقویٰ و پرہیز گاری کی اعلیٰ صفات درجہ کمال پر تھیں۔ آپ بہت زیادہ روزے رکھتے تھے اور تلاوتِ قرآن کا بہت اہتمام کیا کرتے تھے۔ آپ کو اپنے زمانے کا امام المسلمین کہا جاتا تھا۔ امام ذہبیؒ آپ کو جلیل القدر حافظِ حدیث کے زمرے میں شمار کرتے ہیں۔ آپ کی ایک کتاب ''مصنف وکیع بن جراح'' کے نام سے بھی تھی۔

امام احمد بن حنبلؒ وکیع بن جراحؒ کا فقہی رتبہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وہ صحیح حدیث کے حافظ تھے اور فقہی مسائل کا مذاکرہ کرتے تھے۔ علامہ عجلیؒ آپ کو حافظ حدیث ہونے کے ساتھ ساتھ مفتی کا درجہ بھی دیتے تھے۔ امام ترمذیؒ نے اپنی کتاب ''کتاب العلل'' میں وکیع بن جراحؒ کو جرح و تعدیل کے فن

کے ماہرین میں شمار کیا ہے اور ان میں ذکر کیا ہے جو ''المتکلمون فی الرجال'' ہیں۔ امام ابن ابی حاتمؒ آپ کے منصبِ امامت کا اقرار کرتے ہیں اور ان کی بصیرت اور ادراک پر اعتماد کرتے ہیں۔ امام ابن عدیؒ (جو سندِ حدیث کے رجال پر کلام کرتے ہیں اور ان کی رائے سند کا درجہ رکھتی ہے) نے ''مقدمہ کامل'' میں آپؒ کو ائمہ اعلام میں شمار کیا ہے۔ علامہ ذہبیؒ اور علامہ سخاویؒ آپ کی علمی بصیرت کے قائل تھے۔ علامہ یوسف مزیؒ اور علامہ الموفق مکیؒ نے فرمایا کہ آپ امام اعظم ابو حنیفہؒ کے شاگرد تھے۔ امام اعظمؒ کے انتقال کے بعد آپ امام اعظمؒ کے شاگرد امام زفرؒ کے درس میں شریک ہوتے تھے، ان کے ساتھ ساتھ آپ نے امام ابو یوسفؒ سے بھی علمی استفادہ کیا تھا۔

حضرت وکیعؒ احادیث رسول اللہ ﷺ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ جب حدیث بیان فرماتے تو قبلہ رخ ہو جاتے۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ میری آنکھوں نے ان جیسا شخص نہیں دیکھا۔ حضرت وکیعؒ انتہائی مضبوط یادداشت اور حافظہ کے مالک تھے۔ آپ سرکاری عہدوں سے دور بھاگتے تھے۔

امام خوارزمیؒ نے ''جامع المسانید'' کے مختلف ابواب میں آپ کی سند سے منقول امام ابو حنیفہؒ کی کئی روایات نقل کی ہیں۔

آپ امام اعظمؒ کے خاص شاگرد اور تدوینِ فقہ کی مجلس کے رکن تھے۔ فن حدیث و رجال میں بہت ماہر تھے۔ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے آپ سے

روایات کیں ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ اور امام علی بن مدینیؒ آپ کے ممتاز شاگرد ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ جب بھی آپ کی کوئی حدیث بیان کرتے تو فرماتے! یہ حدیث مجھ سے اس شخص نے بیان کی کہ تمہاری آنکھوں نے اس جیسا دوسرا نہیں دیکھا ہوگا۔ امام وکیعؒ امام اعظمؒ کی تقلید کرتے تھے اور ان ہی کے فتوؤں کے مطابق فتویٰ دیا کرتے تھے۔

امام یحییٰ بن معینؒ فرماتے تھے کہ امام وکیعؒ اپنے زمانے میں ایسے تھے جیسے امام اوزاعیؒ اپنے زمانے میں تھے۔ فرماتے تھے کہ میں نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جن کو وکیع بن جراحؒ پر ترجیح دوں۔ امام ابوحنیفہؒ کی تمام روایت کردہ حدیثیں آپ کو حفظ تھیں۔

امام یحییٰ بن اکثمؒ فرماتے ہیں کہ میں سفر وحضر میں امام وکیعؒ کے ساتھ رہا۔ وہ ہمیشہ روزہ رکھتے اور ہر رات میں ایک قرآن ختم کرتے تھے۔

آپ اپنی زندگی کے آخری لمحات میں بستر پر لیٹے تھے آپ کا بیٹا آپ کے پاس آیا تو آپ نے اسے اپنا ہاتھ نکال کر دکھایا اور بولے، بیٹا! یہ ہاتھ دیکھ رہے ہو میں زندگی بھر اس سے کسی کو نہیں مارا۔

آپ کی وفات ۱۹۷ھ بمطابق ۸۱۲ء میں حج سے واپسی پر فید نامی مقام پر ہوئی۔ (فید ۔ مکہ سے کوفہ کے راستے میں واقع ہے)

۷۹ ۔ امام یحییٰ بن سعید القطانؒ

آپ کا پورا نام امام کبیر حافظ امیر المومنین فی الحدیث ابوسعید یحییٰ بن سعید بن فروخ التمیمی البصری القطان ہے۔ آپ کی کنیت ابوسعید تھی۔ بنو تمیم سے ولاء کی نسبت کی وجہ سے تمیمی کہلائے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۰ھ میں بصرہ میں ہوئی۔

آپ کے مشہور اساتذہ وشیوخ میں ابان بن صمعہؒ، حماد بن سلمہؒ، زکریہ بن ابی زائدؒ، سعید بن ابی عروبہؒ، سفیان ثوریؒ، سفیان بن عیینہؒ، شعبہ بن حجاجؒ، ہشام بن عروہؒ، سلیمان التیمیؒ، امام اعمشؒ، عطاء بن سائبؒ، ہشام بن عروہؒ، حسین المعلمؒ، حمید طویلؒ، امام مالک بن انسؒ، مسعر بن کدامؒ وغیرہ شامل ہیں۔

آپ کے مشہور شاگردوں میں اسحاق بن راہویہؒ، علی بن المدینیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، عبدالرحمن بن مہدیؒ، عفان بن مسلمؒ، محمد بن بشار بندارؒ اور یحییٰ بن معینؒ شامل ہیں۔ آپ کے اساتذہ میں سے جن شیوخ نے آپ سے روایات کیں ہیں ان میں سفیان ثوریؒ، سفیان بن عیینہؒ اور شعبہ بن حجاجؒ شامل ہیں۔

ابن سعدؒ نے آپ کو ثقہ، معتمدِ حجت اور اونچے مرتبے کے محدثین میں شمار کیا ہے۔ ابوزرعہؒ نے آپ کو جلیل القدر ثقات حفاظ میں ذکر کیا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ، امام نسائیؒ اور ابوحاتمؒ، ابن حبانؒ اور ابن شاہینؒ نے آپ کو ثقہ،

قوی الضبط اور ثقات ائمہ اعلام میں شمار کیا ہے۔ خطیب بغدادیؒ نے ''الکفایہ'' میں آپ کو ناموائمہ حدیث لکھا ہے۔

ابن عدیؒ ''مقدمہ الکامل'' میں فرماتے ہیں کہ یحیٰ بن سعید القطانؒ کے پاس سولہ ہزار احادیث کا ذخیرہ ہے۔ وہ بہت لمبی لمبی احادیث سند کے ساتھ زبانی سنا دیا کرتے تھے۔ علامہ یوسف مزیؒ لکھتے ہیں کہ یحیٰ بن سعید القطانؒ قوتِ حافظہ، پرہیز گاری، فہم وفراست، فضل، دینداری اور علم میں اپنے وقت کے بلند ترین لوگوں میں سے تھے۔ انہوں نے اہل عراق کے لئے ترویجِ حدیث کی داغ بیل ڈالی۔ علامہ ذہبیؒ نے آپ کو ائمہ اعلام میں شمار کیا، آپ اپنے زمانے کے جلیل القدر حافظ حدیث تھے۔ علی بن المدینیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے یحیٰ بن سعید القطانؒ سے بڑھ کر کوئی رجال کو جاننے والا نہیں دیکھا۔

ابن حبانؒ فرماتے ہیں کہ یحیٰ بن سعیدؒ اپنے وقت کے حافظ، متقی، صاحبِ بصیرت، صاحبِ فضل، صاحبِ دین اور صاحبِ علم لوگوں کے سردار تھے۔ آپ ہی نے پہلے پہل اہل عراق کے لئے احادیث لکھیں اور ثقہ رواۃ کے بارے میں گہری بحث کی اور ضعیف رواۃ سے حدیث نہیں لی۔

امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ روایات کی چھان بین میں یحیٰ بن سعید القطانؒ کی رائے کو حجت اور سند مانتے تھے۔ امام ترمذیؒ اور امام ابن ابی حاتمؒ آپ کو جرح وتعدیل کے ائمہ میں شمار کرتے ہیں۔ رواۃ کی تحقیق میں اس قدر کمال رکھتے

تھے کہ ائمہ حدیث کہتے ہیں کہ جس کو یحییٰؒ چھوڑ دیں اس کو ہم بھی چھوڑ دیں گے۔ فقہی مسائل میں آپ حنفی تھے۔ حافظ ذہبیؒ نے آپ کو امام العلم، سید الحفاظ کے القابات سے نوازا ہے۔

امام ابن عدیؒ نے ''مقدمہ الکامل'' میں آپ کو جرح وتعدیل کے نامور ائمہ اعلام میں شمار کیا ہے اور آپ کی رائے کو حجت اور سند کہا ہے۔ علامہ سخاویؒ نے آپ کو اس فن کا مقتداء تسلیم کیا ہے۔

یحییٰ بن سعید القطانؒ فقہ میں امام اعظم ابو حنیفہؒ کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔

آپ امام اعظمؒ کے خاص شاگرد اور تدوین فقہ کی مجلس کے رکن تھے۔ حدیث ورجال میں بہت ماہر تھے۔ آپ نے سب سے پہلے فن اسماء رجال تدوین کیا۔ حدیث کے راویوں کی تحقیق وتنقید میں آپ کو بلند مقام حاصل تھا۔ آپ علم و فضل کے اس قدر بلند مقام پر فائز ہونے کے باوجود آپ امام اعظمؒ کے حلقہ درس میں باقائدگی سے شریک ہوتے تھے اور ان کی شاگردی پر فخر کرتے تھے۔

آپ اپنے اخلاق وکردار اور پرہیز گاری میں اسلام کا نمونہ تھے۔ آپ کا ہر عمل شریعت کے مطابق ہوتا تھا۔ آپ با جماعت نماز پڑھنے کے حد درجہ پابند تھے۔ آپ کثرت سے تلاوت قرآن کریم کیا کرتے تھے۔

امام یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں کہ میں امام یحییٰ بن سعید قطانؒ کے پاس بیس سال رہا۔ وہ ہر رات ایک قرآن مجید ختم کرتے تھے اور چالیس سال تک ان کی چاشت کی نماز مسجد میں فوت نہیں ہوئی۔

آپ کا وصال صفر ۱۹۸ھ میں بصرہ میں ہوا۔ وفات کے وقت آپ کی عمر مبارک اٹھتر (۷۸) سال تھی۔

۸۰ ۔ امام سفیان بن عیینہؒ

آپ کا پورا نام امام کبیر حافظ العصر شیخ الاسلام ابو محمد سفیان بن عیینہ بن ابی عمران میمون الہلالی الکوفی ثم المکیؒ ہے۔ آپ کی کنیت ابو محمد تھی۔ آپ بنی عبداللہ بن وربۃ کے مولیٰ تھے۔ آپ کی ولادت ۱۰۷ھ میں کوفہ میں ہوئی۔ آپ بچپن میں ہی علم کے حصول میں مصروف ہو گئے تھے۔ آپ نے اپنے والد کے ساتھ بائیس سال کی عمر میں مکہ مکرمہ کا سفر کیا۔ آپ نے کبار علماء سے ملاقاتیں کیں اور ان سے علم حاصل کیا۔ آپ علم میں بہت پختہ تھے، آپ نے بہت سی احادیث جمع کی تھیں اور انہیں تصنیف کیا۔ آپ نے لمبی عمر پائی۔ آپ کے گرد ہمیشہ شاگردوں کا ہجوم رہتا تھا۔ آپ نے اسی (۸۰) سے زائد تابعین سے ملاقات کا شرف حاصل کیا تھا۔

آپؒ کے مشہور اساتذہ وشیوخ میں عمرو بن دینارؒ، زیاد بن علاقہؒ، امام زہریؒ، ابو اسحاق سبیعیؒ، عطاء بن سائبؒ، ایوب سختیانیؒ، اسود بن قیسؒ، ہشام بن عروہؒ، حمید طویلؒ، امام اعمشؒ، اسود بن قیسؒ، یزید بن اسلمؒ، عبداللہ بن دینارؒ، سفیان ثوریؒ اور شعبہ بن حجاجؒ شامل ہیں۔

آپ کے مشہور شاگردوں میں عبداللہ بن مبارکؒ، ابو اسحاق فزاریؒ، عبدالرحمٰن بن مہدیؒ، یحییٰ بن سعید القطانؒ، یحییٰ بن معینؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، علی بن المدینیؒ، ابن جریجؒ، امام شعبہؒ، عبداللہ بن مبارکؒ،

اسحاق بن راہویہؒ، اور عبدالرزاق بن ہمامؒ شامل ہیں۔

علی بن مدینیؒ فرماتے ہیں کہ امام زہریؒ کے شاگردوں میں ابن عیینہؒ سے بڑھ کر کوئی پختہ تر نہیں ہے۔ یحیٰ بن معینؒ فرماتے ہیں کہ عمرو بن دینارؒ سے روایت کرنے والوں میں ابن عیینہؒ سب سے قوی تر اور ثقہ ہیں۔ ابو حاتم رازی آپ کو ثقہ اور حدیث کا امام کہتے ہیں۔ ابن سعدؒ آپ کو ثقہ کہتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ قوی، کثیر الحدیث اور حجت ہیں۔ ابن حبانؒ اور ابن شاہینؒ نے آپ کو ثقات کے زمرے میں داخل کیا ہے۔ خطیب بغدادیؒ نے آپ کو ائمہ فن کی فہرست میں شمار کیا ہے۔ کیونکہ ان کو حدیث میں درجہ امامت حاصل ہے اس لئے ان کی توثیق پر جرح نہیں ہوتی۔

امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ اگر امام مالکؒ اور سفیان بن عیینہؒ نہ ہوتے تو حجاز کا علم جاتا رہتا۔ مزید فرماتے ہیں کہ تمام تر احادیث سوائے چھ حدیثوں کے سفیان بن عیینہؒ کے پاس ہیں۔ عبدالرحمٰن بن مہدیؒ فرماتے ہیں کہ ابن عیینہؒ حدیث میں حجاز کے سب سے بڑے عالم ہیں۔ علامہ عجلیؒ بیان فرماتے ہیں کہ ابن عیینہؒ حدیث میں قوی اور ثقہ ہیں۔ ان کی حدیثوں کی تعداد سات ہزار ہیں۔ یہ ساری احادیث اپنے حافظہ میں محفوظ تھیں۔

علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث کے طالب علم جماعت کی شکل میں حج کے لئے جاتے تھے اور ان کا مقصد سفیان بن عیینہؒ سے ملاقات کرنا بھی ہوتا تھا

کیونکہ وہ بڑے امام تھے اوران کے پاس عالی سند تھی۔ عثمان بن سعیدؒ بیان کرتے ہیں کہ جس نے پانچ ائمہ حدیث کی مرویات کو جمع نہیں کیا وہ اس فن میں مفلس ہے ان میں ایک سفیان بن عیینہؒ بھی ہیں، مزید فرماتے ہیں کہ ان کی احادیث تو اصولِ دین ہیں۔ آپ کی مرویات صحاح ستہ میں بکثرت پائی جاتی ہیں۔

حدیث کے ساتھ ساتھ فقہ سے بھی آپ کا گہرا تعلق رہا ہے، امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عیینہؒ سے بڑھ کر کسی فقیہہ کو قرآن وسنت کا سب سے زیادہ علم رکھنے والا نہیں دیکھا۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے سفیان بن عیینہؒ سے زیادہ محتاط فتویٰ دینے والا کسی کو نہیں پایا۔ علامہ ذہبیؒ آپ کو علامہ، حافظ اور شیخ الاسلام کہہ کر ذکر کرتے تھے۔ آپ امام ابوحنیفہؒ کے کہنے پر حدیث کی طرف راغب ہوئے تھے۔

امام مسلمؒ امام سفیان بن عیینہؒ کو علم حدیث کی طرح جرح وتعدیل کے نامور حاملینِ فن میں شمار کرتے ہیں۔ اس فن میں آپ گہری بصیرت رکھتے تھے، آپ کی آراء کو بطور حجت پیش کیا جاتا تھا۔ امام ترمذیؒ اور امام ابن ابی حاتمؒ آپؒ کی آراء کو حجت تسلیم کرتے تھے۔ ابن عدیؒ نے سفیان بن عیینہؒ کو جلیل القدر ائمہ جرح وتعدیل کی فہرست میں ذکر کیا ہے۔ اس فن میں آپ کے اقوال کو رجال پر کلام کرنے میں سند کی حیثیت حاصل ہے۔ علامہ سخاویؒ نے ''**الاعلان بالتوبیخ لمن ذم التاریخ**'' میں سفیان بن عیینہؒ کو فن جرح وتعدیل کے

ائمہ اعلام میں شمار کیا ہے۔ آپ کی ایک تصنیف ''جامع سفیان بن عیینہ'' ہے اور کے علاوہ آپ نے تفسیر القرآن بھی لکھی ہے۔

علامہ ذہبیؒ کے بیان کے مطابق ابن عیینہؒ رجالِ حدیث کے بارے میں بہت سخت تھے کہ وہ رجال سے مزید ثبوت مانگتے تھے اور یہ کہ آپ صرف ثقات سے روایت کرتے تھے۔

علم و فضل کے ساتھ ساتھ آپ سیرت و کردار میں نمایاں مقام رکھتے تھے۔ آپ کی زندگی نہایت سادہ تھی۔ نماز و روزے کا بہت اہتمام کرتے تھے۔ آپ نے زندگی میں ستر حج کئے۔ آپ نے حکمرانوں سے کبھی تحفہ یا ہدیہ قبول نہیں کیا۔

امام خوارزمیؒ ''جامع المسانید'' میں لکھتے ہیں کہ سفیان بن عیینہؒ امام اعظم ابو حنیفہؒ کے شاگرد ہیں۔ ان کی مسانید میں بہت ساری مرویات امام اعظمؒ سے نقل کردہ ہیں۔

آپ کی وفات یکم رجب المرجب ۱۹۸ھ بروز اتوار مکہ مکرمہ میں ہوئی اور آپ کو حجون کے قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ وفات کے وقت آپ کی عمر مبارک اکانوے (۹۱) سال تھی۔

۸۱ ۔ عبدالرحمٰن بن مہدیؒ

آپ کا نام عبدالرحمٰن اور کنیت ابو سعید ہے۔ آپ کی پیدائش ۱۳۵ھ میں ہوئی۔

آپ نے معاویہ بن صالحؒ، امام شعبہ بن حجاجؒ اور سفیان ثوریؒ سے احادیث سنیں۔ آپ کے شاگردوں میں امام احمد بن حنبلؒ، علی بن المدینیؒ اور اسحاق بن راہویہؒ شامل ہیں۔ آپ ثقہ اور کثیر الحدیث محدث ہیں۔

علی بن المدینیؒ فرماتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن مہدی بہت بڑے محدث تھے، آپ فرماتے تھے کہ میں مقام ابراہیم اور حجر اسود کے درمیان کھڑا ہوں کر حلف اٹھا سکتا ہوں کہ میں نے کسی کو عبدالرحمٰن بن مہدیؒ کے مثل نہیں دیکھا۔ فقہاء سبعہ کے اقوال کے جاننے والے تین لوگ ہیں، امام مالکؒ، امام زہری اور عبدالرحمٰن بن مہدیؒ۔ آپ صرف محدث ہی نہیں بلند پایہ فقیہہ بھی تھے۔ آپ پوری بصیرت کے ساتھ فتوے دیتے تھے۔

آپ کا انتقال بصرہ میں جمادی الثانی ۱۹۸ھ میں ہوا۔ انتقال کے وقت آپ کی عمر مبارک تریسٹھ (۶۳) سال تھی۔

۸۲ ۔ امام عیسیٰ بن ابانؒ

آپؒ نے زیادہ تر امام محمدؒ سے تعلیمی استفادہ کیا۔ آپ بصرہ کے قاضی بنے۔ ۲۰۰ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

آپ کی تصنیفات درج ذیل ہیں:

۱) کتاب الحج

۲) کتان الخبر الواحد

۳) کتاب الجامع

۴) کتاب الاثبات

۵) کتاب الاجتہاد الرائے

۸۳ ۔ امام حسن بن زیاد لؤلؤی کوفیؒ

امام حسن بن زیادؒ جن کی کنیت ابوعلی تھی۔ آپ امام اعظمؒ کے ان اصحاب وشاگردوں میں تھے جنہوں نے امام اعظمؒ سے علم الفقہ اور علم الحدیث حاصل کیا۔ حدیث کی روایت میں آپ کو شہرت حاصل تھی۔ آپ نے سعید بن عبید الطائیؒ ، ابن جریجؒ ، مالک بن مغولؒ ، ایوب بن عتبہؒ اور حسن بن عمارہؒ سے احادیث روایت کی ہیں۔ آپ نے قرآن کی قرأت کی سند امام زکریہ بن سیاءؒ سے لی جو قراء سبعہ میں مشہور قاری امام عاصم بن ابی النجودؒ کے شاگرد تھے۔

آپ کے شاگردوں میں امام اسمٰعیل بن حماد بن ابوحنیفہؒ ، امام محمد بن شجاع ثلجیؒ ، امام اسحاق بن بہلولؒ ، امام محمد بن سماعہؒ ، اورآپ کے برادرزادے امام ولید بن حماد لؤلؤیؒ زیادہ قابل ذکر ہیں۔

احمد بن عبدالحمید الحازمی ان کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں! حسن بن زیادؒ نہایت اچھے اخلاق کے مالک تھے۔ ان پر محدثین نے جرح کی ہے کہ حدیث میں ان کا کوئی مرتبہ نہیں ہے۔

یحییٰ بن آدم تحریر کرتے ہیں کہ حسن بن زیادؒ سے بڑا فقیہہ میں نے نہیں دیکھا۔ آپ ۱۹۲ھ میں کوفہ کے قاضی مقرر ہوئے لیکن جلد ہی آپ نے اس عہدے سے استعفیٰ دے دیا۔

امام طحاویؒ بیان کرتے ہیں کہ آپؒ نے مندرجہ ذیل کتابیں تصنیف کیں:

۱) کتاب ادب القاضی

۲) کتاب الوصایا

۳) کتاب المجرد (امام ابوحنیفہؒ سے روایات پر مشتمل ہے)

۴) کتاب معانی الایمان

۵) کتاب الفرائض

۶) کتاب الخصال

۷) کتاب النفقات

۸) کتاب الخراج

الفوائد البہیۃ میں لکھا ہے کہ حسن بن زیادؒ نے ایک کتاب الامالی بھی تصنیف کی تھی۔

آپ کی وفات ۲۰۴ھ میں ہوئی۔

۸۴ ۔ ابوداؤد طیالسیؒ

آپ بہت بڑے حافظ الحدیث تھے۔ آپ کا نام سلیمان بن داؤد بن جارود بصریؒ ہے۔ آپ فارس کے رہنے والے تھے۔ آپؒ آل زبیر کے آزاد کردہ غلام تھے۔ آپ کا شمار بڑے محدثین میں ہوتا ہے۔ آپ ثقہ اور کثیرالحدیث محدث ہیں۔

ابن مدینیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے طیالسیؒ سے بڑھ کر کوئی حافظ الحدیث نہیں دیکھا۔ ابن مہدیؒ فرماتے ہیں کہ آپ تمام لوگوں سے بڑھ کر سچے تھے۔ آپ نے ایک ہزار اساتذہ سے احادیث روایت کی ہیں۔

آپ نے اسی سال کی عمر میں ۲۰۴ھ میں وفات پائی۔ بصرہ کے حاکم یحییٰ بن عبداللہ بن عمر بن حسن بن سہل نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

۸۵ ۔ امام یزید بن ہارونؒ

آپ کا نام امام حافظ شیخ الاسلام ابو خالد یزید بن ہارون بن زاذی السلمی الواسطی ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۱۸ھ میں ہوئی۔

علامہ یوسف مزیؒ نے آپ کے سو سے زائد شیوخ کا تذکرہ کیا ہے جن میں چند مشہور شیوخ کے نام درج ذیل ہیں:

اسرائیل بن یونسؒ، جریر بن حازمؒ، حماد بن زیدؒ، حماد بن سلمہؒ، زکریہ بن ابی زائدہؒ، سفیان ثوریؒ، شریک بن عبداللہؒ، شعبہ بن حجاجؒ، امام مالک بن انسؒ، ہشیم بن بشیرؒ وغیرہ

آپ کے مشہور شاگردوں میں علی بن المدینیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، ابوبکر بن ابی شیبہؒ، زہیر بن حربؒ، اسد بن عمرو واسطیؒ، سفیان بن وکیع بن جراحؒ، محمد بن عبداللہ بن نمیرؒ، محمد بن یحییٰ الذہلیؒ، محمد بن سلمہ واسطیؒ، یحییٰ بن معینؒ وغیرہ۔

امام عجلیؒ فرماتے ہیں کہ امام یزید بن ہارونؒ ثقہ، ثبت، عبادت گزار اور بہت خشوع وخضوع سے نماز پڑھنے والے تھے۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے چوبیس ہزار احادیث مع الاسناد حفظ ہیں۔ مزید بیان کرتے ہیں کہ یزید بن ہارونؒ حدیث میں پختہ اور قابل حجت ہیں۔ نوافل کثرت سے پڑھتے تھے۔ ابن سعدؒ فرماتے ہیں کہ آپ ثقہ اور کثرت سے احادیث روایت کرنے والے تھے۔ ابو حاتمؒ اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ یزید بن ہارونؒ ثقہ اور حدیث کے امام ہیں اور

ان کا شمار جلیل القدر محدثین میں ہوتا ہے۔

خطیب بغدادیؒ نے ''الکفایہ'' میں آپ کو مشہور ائمہ حدیث میں شمار کیا ہے۔ علی بن المدینیؒ اور ابن حبانؒ نے آپ کا ثقات محدثین کی فہرست میں ذکر کیا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ یزید بن ہارونؒ حدیث کے حافظ اور حفظ میں ضبط کی مہارت رکھتے تھے اور صحیح حدیث بیان کرتے تھے۔ ابوزرعہؒ فرماتے ہیں کہ قوتِ ضبط میں یزید بن ہارونؒ کا کوئی مقابل نہیں۔

آپ امام اعظمؒ کے خاص شاگردوں میں شامل تھے۔ آپ امام اعظمؒ کی مجلسِ فقہ کے علاوہ بارہ رکنی خصوصی ذیلی مجلس کے بھی رکن تھے۔

حدیث کے عالم و حافظ ہونے کے ساتھ ساتھ آپ فقہ پر بھی عبور رکھتے تھے۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ یزید بن ہارونؒ کو فقہ میں اونچا مقام حاصل ہے وہ بہت زبردست ذکاوت اور بہترین فہم و فراست کے مالک تھے۔ حافظ ابن حجرؒ آپؒ کو '' **احد الاعلام الحفاظ المشاهير** '' کہتے تھے۔

امام بخاری اور امام مسلمؒ یزید بن ہارونؒ کو حدیث کے امام کے ساتھ ساتھ جرح وتعدیل کا امام بھی مانتے تھے اور ان کی آراء پر اعتماد کرتے تھے۔ علامہ ذہبیؒ اور علامہ سخاویؒ جرح وتعدیل میں آپ کے فن کا اعتراف کرتے تھے۔ آپ کو ائمہ میں شمار کرتے تھے اور آپ کی آراء کو حجت اور سند تسلیم کرتے تھے۔

علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ یزید بن ہارونؒ نے امام اعظم ابوحنیفہؒ سے احادیث روایت کی ہیں۔ امام بخاریؒ کے استاد ابوبکر بن ابی شیبہؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے یزید بن ہارونؒ سے زیادہ حافظِ حدیث کسی اور کو نہیں دیکھا۔ آپ کے درس میں ستّر ہزار حاضرین کا مجمع ہوتا تھا۔ آپ امام اعظمؒ کا شاگرد ہونے پر فخر کیا کرتے تھے اور امام صاحب کے علم، ذہانت، تقویٰ اور پرہیز گاری کی بہت تعریف کیا کرتے تھے۔

آپؒ کے شاگرد حسن بن علی الخلالؒ فرماتے ہیں کہ کسی نے امام یزید بن ہارونؒ سے پوچھا! آپ نے جن لوگوں کو دیکھا ہے ان میں سب سے بڑا فقیہہ کن کو پایا تو انہوں نے جواب دیا کہ امام ابوحنیفہؒ کو۔ پھر فرمایا کہ ایک وقت آئے گا کہ امام ابوحنیفہؒ حضرت ابراہیم نخعیؒ کے درجہ کے استاد ہوں گے۔

آپ کا انتقال ۲۰۶ھ میں ہوا۔

۸۶ ۔ امام عبدالرزاق بن ہمام صنعانیؒ

آپ کا پورا نام حافظِ کبیر عالم یمن ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام بن نافع حمیری صنعانی ہے۔ آپ کی کنیت ابوبکر تھی۔ آپ قبیلہ حمیر کے آزاد کردہ غلام تھے۔ آپ صنعاء کے رہنے والے تھے جو یمن کا دارلحکومت ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۶ھ میں ہوئی۔

آپ کے مشہور اساتذہ وشیوخ میں عبداللہ بن مبارکؒ، سفیان بن عیینہؒ، اسرائیل بن یونسؒ، فضیل بن عیاضؒ، معمر بن راشدؒ، ہشیم بن بشیرؒ، عبیداللہ بن عمرؒ، ابن جریجؒ، امام اوزاعیؒ وغیرہ شامل ہیں۔ ان کے علاوہ آپ اپنے والد ماجد ہمام بن نافع، امام مالکؒ اور سفیان ثوریؒ سے بھی روایت کرتے ہیں۔

آپ کے مشہور شاگردوں میں امام احمد بن حنبلؒ، اسحاق بن راہویہؒ، علی بن المدینیؒ، یحییٰ بن معینؒ، محمد بن یحییٰ ذھلیؒ، اسحاق الکوسجؒ، محمد بن رافعؒ، عبد بن حمیدؒ، ابوخیثمہؒ، زہیر بن حربؒ اور محمد بن ابان بلخیؒ وغیرہ شامل ہیں۔

آپ پر اہل تشیع ہونے کے بھی الزامات لگے ہیں جس کے جواب میں امام ذہبیؒ ’’تذکرہ الحفاظ‘‘ میں لکھتے ہیں کہ عبدالرزاقؒ معمر بن راشدؒ کی احادیث کو یاد رکھا کرتے تھے، آپ کی احادیث کتب صحاح میں مذکور ہیں۔ البتہ بعض چیزوں میں اپنی ایک الگ سوچ رکھتے تھے جن میں ایک یہ کہ آپ محبانِ علیؓ

میں سے تھے اور حضرت علیؓ سے لڑنے والوں کو ناپسند کرتے تھے۔

ابن حبانؒ نے ''کتاب الثقات'' میں اور ابن شاہینؒ نے ''تاریخ اسماء الثقات'' میں آپ کا ذکر ثقات میں کیا ہے۔ علامہ یوسف مزیؒ لکھتے ہیں کہ عبدالرزاقؒ کے پاس مختلف قسم کی بہت ساری احادیث تھیں۔ ثقہ محدثین اور ائمہ سفر کر کے آپ کے پاس جاتے اور آپ سے احادیث لیتے تھے۔ اہل علم نے ان کی احادیث میں کوئی خرابی نہیں پائی بجز اس کے کہ ان کی نسبت اہل تشیع کی طرف کرتے تھے۔ ابراہیم بن عباد بریؒ فرماتے ہیں کہ عبدالرزاقؒ کو سترہ ہزار حدیثیں یاد تھیں۔ علامہ ذہبیؒ نے آپ کو حفاظ محدثین میں شمار کیا ہے۔

عبدالرزاق بن ہمام صنعانیؒ کو علم حدیث کے ساتھ خاص شغف رہا ہے جو ان کی امتیازی شان کو نمایاں کرتا ہے۔ اسی وجہ سے بعض ائمہ فن ''اصح الاسناد'' احادیث میں بھی آپ کی رائے کو قابل اعتبار سمجھتے تھے۔

عبدالرزاق بن ہمامؒ کو حدیث کی طرح فن جرح و تعدیل میں بھی ایک امتیازی حیثیت حاصل تھی۔ آپ حدیث کے راویوں پر ناقدانہ بصیرت سے کلام کرتے تھے اور اس وقت کے مشہور ائمہ حدیث آپ کی رائے کا اعتبار کرتے تھے۔

علامہ ذہبیؒ اور علامہ سخاویؒ آپ کو فن جرح و تعدیل کا امام تسلیم کرتے تھے۔ راویوں کی جانچ پرکھ، ان کی توثیق، تعدیل یا جرح میں ان کی رائے

قابل حجت سمجھتے تھے۔ علامہ ذہبیؒ نے رسالہ ’’ **ذکر من یعتمد قوله في الجرح و التعديل** ‘‘ میں آپ کا ذکر امام شافعیؒ کے ساتھ کیا ہے۔ علامہ سخاویؒ نے ’’ **الاعلان بالتوبیخ لمن ذم التاریخ** ‘‘ میں آپ کو نامور ائمہ جرح وتعدیل کی فہرست میں ذکر کیا ہے۔

علامہ یوسف مزیؒ اور علامہ ابن بزار کردریؒ نے لکھا ہے کہ آپ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے شاگردوں میں سے تھے ۔

امام خوارزمیؒ نے ’’ جامع المسانید ‘‘ کے متعدد ابواب میں عبدالرزاقؒ کی سند سے امام اعظم ابوحنیفہؒ سے روایت کا بھی ذکر کیا ہے۔

آپ بہت بڑے محدث اور جلیل القدر فقیہہ تھے۔ امام اعظمؒ کی مجلسِ فقہ کے رکن تھے۔ بڑے بڑے آئمہ حدیث مثلاً سفیان بن عیینہؒ ، یحییٰ بن معینؒ ، امام احمد بن حنبلؒ ، علی بن المدینیؒ علم سیکھنے کے لئے آپ کے سامنے باادب دوزانو ہو کر بیٹھتے تھے۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں آپ کی روایت کردہ احادیث کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ حدیث کی ایک ضخیم کتاب ’’ مصنف عبدالرزاق ‘‘ آپ ہی کی تصنیف ہے۔ علامہ ذہبیؒ نے اس کتاب کو علم کا خزانہ فرمایا ہے۔ امام بخاریؒ نے بھی اس کتاب سے استفادہ کیا ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ حدیث کی روایت میں امام عبدالرزاقؒ سے بہتر کسی کو نہیں پایا۔

آپ آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے اور آپ کا حافظہ بھی کمزور ہو گیا تھا۔ آپ کی وفات نصف ماہ شوال ۲۱۱ھ یمن میں ہوئی۔ آپ نے پچاسی (۸۵) سال کی عمر پائی۔

آپ کی تصانیف:

مصنف عبدالرزاق

اس کتاب کو کتبِ فقہ اور ابوابِ فقہ کی ترتیب پر لکھا گیا ہے۔ اس کتاب میں کافی احادیث ثلاثی ہیں۔ آپ نے اپنی کتاب کا اختتام شمائل پر کیا ہے۔ آپ نے آنحضرت ﷺ کے موئے مبارک کے ذکر پر تمام کیا ہے۔ آپ حضرت انس ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے موئے مبارک آپ کے کانوں کے نصف حصے تک پہنچتے تھے۔

جامع عبدالرزاق

عبدالرزاق ؒ نے مصنف کے علاوہ ایک جامع بھی تحریر فرمائی تھی۔ یہ ایک مشہور اور بڑی کتاب ہے۔ اس کی اکثر احادیث کو صحاح ستہ کے مصنفین نے اپنی کتابوں میں جمع کیا ہے۔

۸۷ ۔ ابن مخلد بن ضحاک ابو عاصم النبیل ؒ

آپ کا پورا نام امام حافظ شیخ المحدثین ابو عاصم النبیل الضحاک بن مخلد بن الضحاک بن مسلم بن الضحاک ؒ تھا۔ نبیل کے معنی معزز اور بزرگی کے ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۲ھ کو بصرہ میں ہوئی۔

محدث کبیر علامہ عبدالرشید نعمانی ؒ لکھتے ہیں!

اس امر میں اختلاف ہے کہ ابو عاصم ؒ کا یہ لقب کیسے ہوا؟ تذکرہ نویسوں نے اس سلسلہ میں مختلف باتیں کی ہیں۔ لیکن امام طحاوی ؒ اور حافظ دولابی ؒ نے خود ان کا بیان اس سلسلہ میں نقل کیا ہے۔ فرماتے ہیں! امام زفر ؒ کے ہاں اکثر ان کی حاضری ہوا کرتی تھی۔ اتفاق سے امام زفر ؒ کے ہاں اسی نام کے ایک اور صاحب کا بھی آنا جانا تھا لیکن ان کی وضع قطع بالکل گئی گزری تھی۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ابو عاصم ؒ نے حسب معمول امام زفر ؒ کے دروازے پر دستک دی۔ لونڈی نے آکر پوچھا کہ کون ہے؟ میں نے جواب دیا! ابو عاصم! لونڈی نے اندر جا کر اطلاع دی کہ ابو عاصم دروازے پر حاضر ہیں۔ امام زفر ؒ نے دریافت کیا کہ کون سے ابو عاصم ہیں۔ لونڈی کی زبان سے نکلا! '' النبیل منھا '' (جو ان دونوں میں معزز ہیں)۔ جب میں اندر آگیا تو امام زفر ؒ فرمانے لگے کہ لونڈی نے جو لقب آپ کو دیا ہے میرے خیال میں اب تم سے جدا نہیں ہوگا۔ اس نے تمہیں نبیل کے لقب سے ملقب کیا ہے۔ ابو عاصم کہتے ہیں کہ اس روز سے میرا یہ لقب پڑ گیا۔

ابن حبانؒ نے آپ کو ثقات محدثین میں شمار کیا ہے۔ امام ابوداوٗدؒ لکھتے ہیں کہ ابو عاصمؒ ایک ہزار احادیث کے حافظ تھے۔ آپ بہت خوش مزاج طبیعت کے مالک تھے۔ صحاح ستہ میں آپ سے روایات نقل کی گئی ہیں۔ آپ امام بخاریؒ کے شیخ بھی ہیں۔ ابو عاصمؒ کو ایک یہ سعادت بھی حاصل ہے کہ امام بخاریؒ کی احادیث ثلاثیات میں چھ احادیث آپ کی سند سے نقل ہوئی ہیں باقی ثلاثیات مکی بن ابراہیمؒ کی سند سے نقل ہیں۔

حدیث و روایت کے ساتھ آپ کو فقہ اور درایت میں بھی امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ ائمہ محدثین آپ کی فہم و فراست کے قائل ہیں۔ ابن سعدؒ اپنی کتاب ''الطبقات الکبریٰ'' میں ابو عاصم نبیلؒ کو ثقہ محدث اور فقیہہ تسلیم کرتے ہیں۔ احمد بن عبداللہ عجلیؒ فرماتے ہیں کہ آپ کثرتِ حدیث کے ساتھ فقہی بصیرت سے بھی آراستہ ہیں۔

امام بخاریؒ آپ کو جرح و تعدیل کا بھی امام تسلیم کرتے ہیں اور اسماء الرجال کی اپنی معروف کتاب ''تاریخ کبیر'' میں روایات کی چھان بین میں آپ کے اقوال اور رائے پر اعتماد کرتے ہیں۔ علامہ ذہبیؒ اور علامہ سخاویؒ نے بھی آپ کو جرح و تعدیل کا ماہر کہا ہے۔

علامہ یوسف مزیؒ اپنی کتاب ''تہذیب الکمال'' میں آپ کو امام اعظمؒ کے شاگردوں میں شمار کرتے ہیں اور آپ نے امام اعظمؒ سے روایات بھی

نقل کی ہیں۔

آپ بہت بڑے محدث اور جلیل القدر فقیہہ تھے۔ امام اعظم ؒ کی مجلسِ فقہ کے رکن تھے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں آپ کی روایت کردہ احادیث کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ امام ابو عاصم ؒ نے کہا کہ جب سے مجھے معلوم ہوا کہ غیبت حرام ہے تو اس وقت سے میں نے کسی کی غیبت نہیں کی۔ عمر بن شیبہ ؒ نے فرمایا! اللہ کی قسم! میں نے امام عاصم ؒ کی مثل کسی کو نہیں دیکھا۔

امام ابو داؤد ؒ فرماتے ہیں کہ ابو عاصم ؒ کو تقریباً ایک ہزار عمدہ حدیثیں زبانی یاد تھیں۔ امام ابو عاصم ؒ نے امام ابو حنیفہ ؒ سے کوفہ کے علاوہ مکہ مکرمہ میں بھی آپ کے درس میں شرکت کر کے آپ سے فقہی مسائل سے استفادہ کیا تھا۔ امام ابو حنیفہ ؒ کے انتقال کے بعد ان کے شاگرد امام زفرؒ سے باقی تعلیم مکمل کی۔

ایک مرتبہ کسی نے آپ سے سوال کیا کہ سفیان ثوری ؒ زیادہ بڑے فقیہہ ہیں یا ابو حنیفہ ؒ؟ آپ نے فرمایا! موازنہ ان چیزوں میں ہوتا ہے جو ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہوں۔ امام اعظم ؒ نے فقہ کی بنیاد رکھی جبکہ سفیان ثوری ؒ صرف فقیہہ ہیں۔ اللہ کی قسم! میرے نزدیک امام اعظم ؒ ابن جریج ؒ سے بڑھ کر فقیہہ ہیں۔ میری آنکھ نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو فقہ میں امام اعظم ؒ سے بڑھ کر قدرت رکھتا ہو۔

حافظ ابن عبد الہادی حنبلیؒ لکھتے ہیں! امام ابو حنیفہؒ سے حدیث روایت کرنے والوں میں امام، حافظ، ثقہ، المامون الرضا، ابو عاصم ضحاک بن مخلد شیبانی بصری نبیلؒ ہیں جو کہ امام بخاری کے کبار شیوخ میں سے بھی ہیں۔

(مناقب آئمہ اربعہ: ص ۶۰)

آپ کا انتقال بصرہ میں بروز جمعرات ۱۴/ ذوالحجہ ۲۱۲ھ میں ہوا۔

۸۸ ۔ امام خلاد بن یحییٰ اسلمیؒ

آپ اصلاً کوفہ کے رہنے والے تھی لیکن آپ نے مکہ مکرمہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ آپ نے علم حدیث امام ابوحنیفہ ؒ کے علاوہ عیسیٰ بن طھمان ؒ، نظر بن خلیفہ ؒ، اورسفیان ثوری ؒ سے حاصل کیا۔

آپؒ کے شاگردوں میں امام بخاری ؒ، امام ابوزرعہ رازی ؒ اور حنبل بن اسحاق ؒ جیسے نامور آئمہ حدیث شامل ہیں۔

امام بخاری ؒ نے اپنی صحیح میں جو بائیس ثلاثی روایات بیان کی ہیں ان میں سے ایک امام خلاد بن یحییٰؒ کے واسطہ سے نقل کی ہے۔

آپ کی وفات ۲۱۳ھ میں مکہ مکرمہ میں ہوئی۔

۸۹ ۔ امام مکی بن ابراہیمؒ

آپ کے والد کا نام ابراہیم بن بشیر بن فرقد تھا۔ آپ کی کنیت ابوالسکن تھی، آپ کے لقب التمیمی الحنظلی البلخی تھے۔ آپ بلخ کے رہنے والے تھے۔ آپ ۱۲۷ھ میں پیدا ہوئے۔ امام ذہبیؒ نے آپ کو خراسان کا حافظ، امام اور شیخ کہا ہے۔

ابتداء میں آپ تاجر تھے اور اسی سلسلہ میں آپ کی ملاقات امام اعظم ابوحنیفہؒ سے ہوئی۔ امام صاحبؒ نے فرمایا کہ تجارت تو کرتے ہو علم بھی سیکھو کیونکہ جب تک انسان علم حاصل نہیں کرتا تجارت میں بڑی خرابی رہتی ہے۔ امام صاحب کی یہ نصیحت ان کے دل میں اثر کر گئی۔ آپ نے امام اعظمؒ سے علمِ فقہ اور حدیث سیکھنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ آپ ان علوم کے امام بن گئے۔

آپ کے اساتذہ میں جعید بن عبدالرحمٰنؒ، عبداللہ بن سعید بن ابی ہندؒ، ایمن بن نبیلؒ، یزید بن ابی عبیدؒ، بھز بن حکیم بن معاویہ القشیریؒ، ابوحنیفؒ، امام مالکؒ، ابن جریجؒ، ہشام بن حسان الازدیؒ، ہشام بن ابی عبداللہ دستوائیؒ، جعفر بن محمدؒ، یعقوب بن عطاءؒ، ہاشم بن ہاشم بن عتبہؒ، یحییٰ بن شعبی بلخیؒ، فاطر بن خلیفہؒ، حنظلہ بن ابی سفیانؒ، عبدالعزیز بن عبدالروادؒ قابل ذکر ہیں۔

آپ امام احمد بن حنبلؒ، امام یحییٰ بن معینؒ اور امام بخاریؒ کے استاد

ہیں۔ صحیح بخاری میں بائیس ثلاثیات میں سے گیارہ (۱۱) ثلاثیات صرف امام مکی بن ابراہیمؒ کی ہیں اور نو ثلاثیات دیگر حنفی شیوخ کی ہیں۔ آپ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن ابوداؤد، سنن ابن ماجہ کے راوی ہیں۔

آپ کے وہ شاگرد جنہوں نے آپ سے روایات لی ہیں ان میں مندرجہ ذیل محدث شامل ہیں:

امام بخاریؒ، محمد بن مثنیٰ، محمد بن حاتم، احمد بن ابی سرائج، عبداللہ بن مخلد، مجاہد بن موسیٰ، محمد بن اسماعیل، ابراہیم بن یعقوب جوزجانی، عبداللہ بن ابی صباح، یزید بن سنان بصری، احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، سہل بن زنجلہ، یحییٰ بن یحییٰ، ابراہیم بن موسیٰ الرازی، عباس بن محمد، محمد بن یونس القدیمی، معمر بن محمد بلخی، یعقوب بن سفیان رحمۃ اللہ عنہم۔

امام بخاریؒ کی صحیح میں سب سے اعلیٰ سند کے ساتھ ثلاثیات درج کرنے کا شرف امام اعظم ابوحنیفہؒ کے شاگردوں کا صدقہ ہے۔ صحیح بخاری کو جو اعلیٰ مقام دوسری احادیث کی کتابوں میں ملا ہے وہ انہی ثلاثیات کی وجہ سے ہے۔ امام دارقطنیؒ آپؒ کو ثقہ اور مامون کہتے ہیں۔ علامہ ابن حجر عسقلانی نے تقریب التھذیب میں آپ کو ثقہ اور ثبت لکھا ہے۔

امام مکی بن ابراہیمؒ کو امام اعظمؒ سے بے پناہ عقیدت تھی۔ آپ ہر نماز میں امام اعظمؒ کے لئے دعائے مغفرت کیا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ انہی کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے میرے لئے علم کا دروازہ کھولا ہے۔

آپ کا وصال ۲۱۵ھ میں ہوا۔

۹۰ ۔ امام محمد بن عبداللہ انصاری ؒ

آپ حضرت انس بن مالک ؓ کی اولاد میں سے ہیں۔ امام ذہبی ؒ ان کو حفاظ حدیث میں شمار کرتے تھے۔ امام یحییٰ بن معین ؒ نے آپ کو ثقہ قرار دیا ہے۔ آپ امام ابو حنیفہ ؒ کے جید شاگردوں میں سے ہیں۔ امام محمد بن عبداللہ ؒ کے شاگردوں میں امام بخاری ؒ بھی شامل ہیں۔ امام بخاری ؒ نے اپنی ثلاثیات میں سے تین ثلاثی احادیث آپ سے روایت کی ہیں۔

آپ کا انتقال ۲۱۵ھ میں ہوا۔

۹۱ ۔ سعید بن منصور ؒ

آپ کا نام سعید بن منصور بن شعبہ مروزی ؒ ہے۔ آپ کا اصل وطن طالقان تھا پھر آپ بلخ منتقل ہو گئے تھے۔ علم کے حصول کے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تھے۔ آپ نے احادیث کا مجموعہ ''سنن'' تالیف کیا۔ امام احمد بن حنبل ؒ آپ کا بہت اکرام وعزت کیا کرتے تھے۔ حرب کرمانی ؒ فرماتے ہیں کہ سعید بن منصور ؒ نے اپنے حافظے سے ہمیں دس ہزار احادیث املاء کروائیں۔

آپ نے تقریباً نوے سال عمر پائی اور رمضان ۲۲۷ھ میں مکہ مکرمہ میں آپ نے وفات پائی۔

۹۲ ۔ امام یحییٰ بن معینؒ

آپ کا پورا نام امام حافظ ماہر نقاد شیخ المحدثین ابوزکریہ یحییٰ بن معین بن عون بن زیاد بن بسطام غطفانی بغدادیؒ ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۵۸ھ میں ہوئی۔

آپ کے مشہور اساتذہ وشیوخ میں عبداللہ بن مبارکؒ، حفص بن غیاثؒ، سفیان بن عیینہؒ، جریر بن عبدالحمیدؒ، عبدالرزاق بن ہمامؒ، عبداللہ بن نمیرؒ، ہشیم بن بشیرؒ، وکیع بن جراحؒ، معتمر بن سلیمانؒ، یحییٰ بن ابی زائدہؒ، وہب بن جریرؒ اور یحییٰ بن سعید القطانؒ شامل ہیں۔

آپ کے مشہور شاگردوں میں امام احمد بن حنبلؒ، امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ابوداوٗدؒ، ابوخیثمہؒ، زہیر بن حربؒ، ابویعلیٰ موصلیؒ، محمد بن سعدؒ (صاحبِ الطبقات) ابوحاتم رازیؒ، ابوزرعہ رازیؒ اور ابوزرعہ دمشقیؒ شامل ہیں۔

امام نسائیؒ فرماتے ہیں کہ ابوزکریہ یحییٰ بن معینؒ حدیث کے امام، ثقہ اور مامون ہیں۔ خطیب بغدادیؒ لکھتے ہیں کہ یحییٰ بن معینؒ خدا پرست امام، عالم، حافظ، پختہ، قوی الضبط ہیں۔ علامہ یوسف مزیؒ کہتے ہیں کہ اگر کوئی یحییٰ بن معینؒ پر کسی قسم کی جرح کرے تو وہ کذاب اور جھوٹی حدیث گھڑنے والا ہوگا اس لئے کہ یحییٰ بن معینؒ کذابین سے احادیث رسول ﷺ کی حفاظت کرتے تھے جس سے کاذبین کو غصہ آتا تھا۔

یحییٰ بن معین ؒ فن جرح وتعدیل کے بھی امام ہیں۔ امام احمد بن حنبل ؒ فرماتے ہیں کہ جس حدیث کو یحییٰ بن معین ؒ نہ جانتے ہوں وہ حدیث نہیں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ وہ حدیث ثابت نہیں ہے۔ علامہ ذہبی ؒ بیان کرتے ہیں کہ یحییٰ بن معین ؒ نے کہا کہ میں نے اپنے ہاتھ سے چھ لاکھ احادیث لکھی ہیں۔ مجاہد بن موسیٰ ؒ بیان کرتے ہیں کہ ابن معین ؒ ایک حدیث کو پچاس مرتبہ سے زیادہ لکھتے تھے۔

علامہ یوسف مزی ؒ علی بن المدینی ؒ کے حوالے سے اپنی کتاب ''تہذیب الکمال'' میں لکھتے ہیں کہ ثقات کی احادیث چھ اشخاص پر منحصر ہیں۔ ان میں سے دو بصرہ میں، دو کوفہ میں اور دو حجاز میں ہیں۔ بصرہ میں دو محدث قتادہ بن دعامہ ؒ اور یحییٰ بن ابن کثیر ؒ، کوفہ میں ابو اسحاق ؒ اور امام اعمش ؒ، اور حجاز میں امام زہری ؒ اور عمرو بن دینار ؒ ہیں۔ پھر ان سے آگے ان کی احادیث بارہ ائمہ حدیث کو منتقل ہوئیں۔ ان میں بصرہ میں سعید بن ابی عروبہ ؒ، شعبہ بن حجاج ؒ، معمر بن راشد ؒ، حماد بن سلمہ ؒ، جریر بن حازم ؒ اور ہشام دستوائی ؒ ہیں اور کوفہ میں سفیان ثوری ؒ، سفیان بن عیینہ ؒ اور اسرائیل بن یونس ؒ ہیں اور حجاز میں ابن جریج ؒ، محمد بن اسحاق ؒ، امام مالک بن انس ؒ کو منتقل ہوئیں۔ پھر ان تمام نامور ائمہ فن کی احادیث یحییٰ بن معین ؒ کو منتقل ہو گئیں۔

علامہ ذہبی ؒ آپ کو حفاظ حدیث میں شمار کرتے تھے اور نعیم بن حماد ؒ آپ کو امیر المومنین فی الحدیث مانتے تھے۔ اس کے باوجود تواضع کا یہ عالم تھا کہ محدثین

کے ساتھ نہایت ادب و احترام سے پیش آتے تھے۔ امام بخاری ؒ اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے ابن معین ؒ سے بڑھ کر کسی کو محدثین کی تعظیم و تکریم کرنے والا نہیں دیکھا۔

اصح الاسناد احادیث میں یحیٰ بن معین ؒ کا شماران نامور ائمہ میں ہوتا ہے جن کی رائے حدیث کی سند کو ترجیح اور اس کو صحیح ترین قرار دینے میں قابل حجت تسلیم کی جاتی ہے۔ آپ فقہی پہلو سے حنفی المذہب تھے اور امام ابو حنیفہ ؒ کے اقوال پر فتویٰ دیتے تھے۔

یحیٰ بن معین ؒ کو فنِ رجال جرح و تعدیل میں بہت بلند مقام حاصل ہے۔ امام احمد بن حنبل ؒ فرماتے ہیں کہ یحیٰ بن معین ؒ فن رجال کے سب سے بڑے عالم ہیں۔ آپ ایسے مجتہد تھے جن کی رائے حجت اور سند کا درجہ رکھتی تھی۔

آپ کی ایک کتاب ''تاریخ یحیٰ بن معین'' کے نام سے تھی جسے آپ کے کئی شاگردوں نے حدیث کے راویوں کے بارے میں ان کی آراء کو محفوظ کر کے کتابی شکل میں جمع کیا تھا۔ یحیٰ بن معین ؒ کو فقہ پر بھی پوری دسترس حاصل تھی۔ آپ امام محمد بن حسن شیبانی ؒ کے شاگرد تھے اور ان سے ''جامع الصغیر'' پڑھی۔

آپ کی وفات ۲۳۳ھ میں ہوئی۔

۹۳ ۔ علی بن المدینیؒ

آپ حافظ الحدیث اور امام کا درجہ رکھتے تھے۔ آپ جرح وتعدیل کے بھی امام تھے۔ آپ کا نام علی بن عبداللہ بن جعفر بن نجیح سعدی مدینیؒ ہے۔ آپ بنوسعد کے آزاد کردہ غلام تھے۔ آپ کی پیدائش ۱۶۱ھ بمطابق ۷۷۸ء بصرہ میں ہوئی۔

امام بخاریؒ ، امام ابوداؤدؒ اور دیگر ائمہ حدیث نے آپ سے روایات لی ہیں۔ ابن مہدیؒ فرماتے ہیں کہ علی بن مدینیؒ حدیث رسول ﷺ کے سب سے زیادہ جاننے والے شخص ہیں۔ امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ علی بن مدینیؒ کے سوا میں نے کسی کے پاس اپنے آپ کو حقیر و کمتر نہیں سمجھا۔ آپؒ امام احمد بن حنبلؒ ، ابن ابی شعبہؒ اور یحییٰ بن معینؒ کے ہم عصروں میں تھے۔

آپؒ کے اساتذہ میں آپ کے والد عبداللہ بن جعفرؒ، حماد بن یزیدؒ ، ہشیم بن بشیرؒ اور سفیان بن عیینہؒ شامل ہیں۔ عبدالرحمٰن بن مہدیؒ اور امام ذہبیؒ نے آپ کو حدیث کا امام کہا ہے۔

آپؒ کے شاگردوں میں محمد بن یحییٰؒ ، امام بخاریؒ ، امام ابوداؤدؒ ، ابو حاتم الرازیؒ قابل ذکر ہیں۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ آپؒ نے تقریباً سو (۱۰۰) کتابیں لکھی ہیں۔ ان میں کتاب العلل ، کتاب الدفاع، المسند، کتاب الاسماء وکنتہ اور کتاب معارف الصحابہ زیادہ مشہور ہیں۔

آپ کی وفات ۲۳۴ھ بمطابق ۸۴۹ء میں سامرا میں ہوئی۔

۹۴ ۔ ابی بکر بن ابی شیبہؒ

آپ کا نام ونسب اس طرح ہے: عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ ابراہیم بن عثمان العبسی عباسیؒ ۔ آپ کی کنیت ابوبکر تھی۔ آپ کوفہ کے رہنے والے تھے۔ آپ حافظ الحدیث تھے اور بے حد قابل انسان تھے۔

آپ نے جن شیوخ سے علمی استفادہ کیا ان میں شریک بن عبداللہؒ ، عبداللہ بن مبارکؒ ، سفیان بن عیینہؒ ، جریر بن عبدالمجیدؒ ۔ ان کے علاوہ اپنے ہم عصروں میں سے آپ نے جن حضرات سے احادیث لیں ان میں ابوزرعہؒ ، امام بخاریؒ ، امام مسلمؒ ، امام ابوداؤدؒ ، امام ابن ماجہؒ شامل ہیں۔

آپ حدیث کے امام مانے جاتے ہیں۔ آپ کا حدیث بیان کرنے کا انداز بے حد پراثر ہوتا تھا۔ آپ نے " مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ " سمیت متعدد کتابیں تصنیف کیں۔

مصنف ابن ابی شیبہ دو بڑی جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں آپؒ نے محدثین کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے احادیث مبارک کو اسناد کے ساتھ ساتھ فتاویٰ تابعین اور اقوالِ صحابہ کو بھی جمع کیا ہے اور اسے ابواب، فقہ کی ترتیب پر لکھا ہے۔

آپ کا انتقال ماہ محرم الحرام ۲۳۵ھ میں ہوا۔

۹۵ ۔ اسحاق بن راہویہؒ

آپ حافظِ حدیث اور بہت بڑے محدث تھے۔ آپ کا پورا نام ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم بن مخلد تمیمی حنظلی مروزیؒ ہے۔ آپ کی کنیت ابو یعقوب ہے۔ آپ نیشاپور کے رہنے والے تھے۔ آپ کی پیدائش ۱۶۶ھ میں ہوئی۔ ایک اور روایت میں آپ کا سن پیدائش ۱۶۱ھ بمطابق ۷۷۸ء لکھا ہے۔ آپ کے والدین مرو سے مکہ مکرمہ جا رہے تھے کہ آپ کی راستے میں پیدائش ہوئی۔ اس نسبت سے آپ راہویہ کہلائے۔

آپ اپنے وقت میں خراسان کے سب سے بڑے عالم تھے۔ آپؒ امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ترمذیؒ اور امام نسائیؒ کے استادوں میں سے ہیں۔ امام ذہبیؒ نے انہیں امام الکبیر، شیخ المشرق اور سید الحفاظ لکھا ہے۔ آپؒ ثقہ محدثین میں شمار کیئے جاتے ہیں۔

امام دارمیؒ فرماتے ہیں کہ اسحاق بن راہویہؒ اہل مشرق و مغرب کی صداقت فی الحدیث میں سردار ہیں۔ خطیب بغدادیؒ فرماتے ہیں! ان کی ذات حدیث، فقہ، حفظ، صداقت، ورع اور زہد کی جامع تھی۔

آپ پوری ملت اسلامیہ میں ابن راہویہؒ کے نام سے مشہور ہوئے۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ پورے عراق میں میں نے امام اسحاق بن راہویہؒ

جیسا کوئی نہیں دیکھا۔ امام ابوزرعہ رازیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے امام اسحاق بن راہویہ ؒ سے بڑھ کر حدیث کا حافظ نہیں دیکھا۔ آپ نے احادیث مبارکہ کے حصول کے لئے بے شمار سفر کئے، جن میں عراق، حجاز، شام اور یمن کے سفر شامل ہیں۔

امام ابوحاتمؒ فرماتے ہیں کہ اسحاق بن راہویہؒ ضبطِ حدیث میں پختہ کار تھے اور اغلاط سے پاک مضبوط حافظہ کے مالک تھے۔ آپ امام بخاری کے استاد تھے اور امام بخاریؒ نے آپ کے کہنے پر صحیح بخاری کی تصنیف کی۔ آپؒ کی تصنیف ''مسند اسحاق بن راہویہ'' بہت مشہور ہوئی۔

آپ کی دیگر تصانیف درج ذیل ہیں:

- الجامع الکبیر
- الجامع الصغیر
- المصنف اسحاق بن راہویہ
- العلم
- التفسیر الکبیر

آپ کی وفات ۱۵/شعبان ۲۳۸ھ بمطابق ۲۹ جنوری ۸۵۳ء کی رات کو نیشاپور میں ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک ۷۴ سال تھی۔

۹۶ ۔ امام دارمیؒ

آپ کی کنیت ابو محمد اور اسم گرامی عبداللہ ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے: ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن فضل بن بہرام بن عبدالصمد التیمی سمرقندی الدارمی ہے۔ شہر کی نسبت سے آپؒ سمرقندی ہیں جو ماوراءالنہر کا ایک مشہور شہر ہے اور قبیلہ تمیم بن مرۃ کی نسبت سے جو بنو دارم کے آباؤ اجداد ہیں آپؒ دارمی ہیں۔

آپؒ بھی ایک جلیل القدر محدث اور عالم تھے۔آپ انتہائی متقی پرہیز گار اور زہد و قناعت کے اوصاف سے مزین تھے۔ آپ کی تصنیف ''سنن دارمی'' بھی احادیث کی کتابوں میں ایک ممتاز مقام رکھتی ہے۔

آپؒ کے اساتذہ میں امام ابن ماجہؒ ، حبان بن ہلالؒ ، نضر بن شمیلؒ، حیوۃ بن شریحؒ ، ابراہیم بن مندر حزامیؒ ، احمد بن اسحٰق حضرمیؒ ، احمد بن حجاج مروزیؒ ، احمد بن حمید الکوفیؒ ، احمد بن ابی شعیب الحرانیؒ ، احمد بن عبدالرحمٰن بن بکارؒ ، آدم بن ابی یاسؒ ، اسحاق بن عیسیٰؒ ، اسماعیل بن ابی اویسؒ ، خالد بن مخلدؒ ، زکریہ بن عدیؒ ، ابو عاصم ضحاک بن مخلدؒ ، عمر بن حفص بن غیاثؒ ، مکی بن ابراہیمؒ ، یزید بن ہارونؒ شامل ہیں۔

آپ کے شاگردوں کی بہت بڑی تعداد ہے جن میں امام مسلمؒ ، امام ترمذیؒ جیسے جلیل القدر محدثین بھی شامل ہیں۔ مزید شاگردوں میں امام ابوداؤدؒ ،

اسحاق بن ابراہیمؒ ، عبداللہ بن احمد بن حنبلؒ ، امام نسائیؒ ، ابو حاتم محمد بن ادریسؒ ، محمد بن یحییٰ الذیلیؒ شامل ہیں۔

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمیؒ پر دنیا اپنی تمام زیب وزینت کے ساتھ پیش کی گئی لیکن انہوں نے اسے قبول نہیں کیا۔

(سیر العلام النبلاء: ۲۲۹/۱۲)

خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ امام دارمیؒ عقل اور فضل کے انتہائی اونچے درجہ پر پہنچے ہوئے تھے۔ وہ دیانت وحلم، زہد وتقویٰ، عبادت وریاضت اور اجتہاد میں اپنی مثال آپ تھے۔ (تاریخ بغدادی: ۲۹/۱۰)

امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ امام دارمیؒ چند بڑے محدثین میں سے ایک ہیں، آپ درجہ امامت پر فائز تھے اور حفظ وضبط آپ کی خصوصی صفت تھی۔ آپ نے قرآن کی تفسیر بھی تحریر فرمائی تھی لیکن اب وہ ناپید ہے۔ امام ابن حبانؒ نے اپنی کتاب ’’ ثقات ‘‘ میں لکھا ہے کہ آپ حفظ وضبط کے مالک تھے اور ان اہل اللہ میں سے تھے جنہوں نے دس طریقوں سے حدیث کی خدمت کی، یعنی احادیث کو حفظ کیا، احادیث کو جمع کیا، احادیث میں سمجھداری حاصل کی، مجلسِ حدیث قائم کی، حدیث کے فن میں کتابیں لکھیں، اپنے شہر میں حدیث کا چرچا کیا، حدیث پر عمل کرنے کے لئے لوگوں کو ترغیب دی، مخالفین حدیث کا قلع قمع کیا، محدثین عظام کا دفاع کیا، خود عامل بالحدیث کا اعلیٰ منصب پایا۔

آپ نے علم حدیث حاصل کرنے کے لئے حرمین، خراسان، شام، عراق اور مصر کے سفر کئے اور وہاں کے جید محدثین سے استفادہ کیا۔

امام دارمیؒ کی تصانیف:

۱۔ **السنن:** یہ سنن کے ساتھ ساتھ مسند کے نام سے بھی مشہور ہے۔ بے شمار دفعہ اس کی اشاعت ہو چکی ہیں اور دنیا کی مختلف زبانوں میں تراجم بھی ہو چکے ہیں۔ اس میں کئی اسناد عالی اور ثلاثیات بھی ہیں۔ اس میں ثلاثیات صحیح بخاری کی ثلاثیات سے زیادہ ہیں۔

۲۔ **التفسیر:** امام ذہبیؒ نے "سیر العلام النبلاء" میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ اب یہ ناپید ہے۔

۳۔ **الجامع:** خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔

۴۔ **المسند العالی:** علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے بلوغ المرام میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔

آپؒ کی پیدائش ۱۸۱ھ میں سمرقند میں ہوئی اسی سال حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا انتقال ہوا تھا۔ اور آپ کی وفات یوم الترویہ عصر کے بعد ۸/ذوالقعدہ ۲۵۵ھ میں ہوئی اور ۹/ذوالقعدہ یوم العرفہ کے دن، جو کے جمعہ کا

دن تھا سپرد خاک ہوئے۔

حضرت اسحاق بن احمد بن خلیفہ ؒ سے روایت منقول ہے کہ میں امام بخاریؒ کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی ؒ کے انتقال کی خبر پہنچی۔ امام بخاریؒ نے غم واندوہ سے سر جھکا لیا اور انا للّٰہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ امام بخاریؒ پر اتنا اثر ہوا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو نکل کر رخسار پر بہنے لگے۔

۹۷ ۔ ابوزرعہ رازیؒ

آپ کا نام عبید اللہ اور کنیت ابو زرعہ تھی۔ آپ بہت بڑے محدث اور حافظ الحدیث تھے۔ آپ کا نسب اس طرح ہے: عبید اللہ بن عبد الکریم بن یزید بن فروخ رازی قریشیؒ ہے۔ آپ قریش کے آزاد کردہ غلام تھے۔

آپ کا شمار کبار محدثین اور ائمہ جرح وتعدیل میں ہوتا ہے۔ امام مسلمؒ، امام ترمذیؒ، امام نسائیؒ، امام ابن ماجہؒ اور دیگر محدثین نے آپ سے احادیث روایت کی ہیں۔ قول ہے کہ آپ کو سات لاکھ احادیث یاد تھیں۔ آپؒ محدث، فقیہہ، عبادت گزار و پرہیزگار اور متقی عالم تھے۔ آپؒ نے اپنی جوانی کے دن امام احمد بن حنبلؒ کے ساتھ گزارے۔ آپ ان کی صحبت کو نفلی نماز پر ترجیح دیتے تھے۔

آپؒ کے اساتذہ میں امام احمد بن حنبلؒ، ابن ابی شعبہؒ اور ابو نعیم اصفہانیؒ قابل ذکر ہیں۔ آپ کے مشہور شاگردوں میں ابو حاتم رازیؒ اور مسلم بن حجاجؒ شامل ہیں۔

امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ آپ نے حرمین، عراق، شام، جزیرہ عرب، خراسان اور مصر کے ائمہ سے احادیث کا سماع کیا ہے۔ آپ حفظ و ذہانت، دین و اخلاص اور علم و عمل کے اعتبار سے اپنے وقت کے نمایاں لوگوں میں سے تھے۔

آپ نے ۶۴ سال کی عمر میں ۲۶۴ھ بمطابق یکم ستمبر ۸۷۸ء میں وفات پائی۔

۹۸ ۔ امام ذھلیؒ

آپ امیر المومنین فی الحدیث اور شیخ الاسلام تھے۔ آپ کا تعلق نیشا پور سے تھا۔ آپ کا نام ابوعبداللہ محمد بن یحییٰ بن عبداللہ بن خالد بن فارس ہے۔ آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ آپ بنو ذھل کے آزاد کردہ غلام تھے۔ آپ کی پیدائش ۱۸۰ھ میں ہوئی۔

آپ نے حرمین، شام، مصر، عراق، رے، خراسان، یمن اور جزیرہ عرب میں علماء کی بڑی تعداد سے حدیث کا سماع کیا اور علم حدیث میں نمایاں مقام حاصل کیا۔ آپ خراسان میں حدیث اور علومِ دینی کے بہت بڑے استاد تھے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا! میں نے محمد یحییٰ ذھلیؒ سے بڑھ کر امام زہریؒ کی احادیث کو جاننے والا کوئی شخص نہیں دیکھا۔

آپ کی وفات ربیع الاول ۲۵۸ھ میں ہوئی۔

۹۹ ۔ ابن ابی خیثمہؒ

آپ امام الحدیث، حافظ اور محقق عالم تھے۔ آپ کا نام ابو بکر احمد بن ابی خیثمہ زہیر بن حرب نسائی بغدادیؒ ہے۔ آپ کی مشہور تصنیف ''تاریخ الکبیر'' ہے۔ امام دار قطنیؒ فرماتے ہیں کہ آپ ثقہ اور معتبر ہیں۔

خطیب بغدادیؒ نے فرمایا کہ ابن ابی خیثمہؒ ثقہ، عالم، قوتِ ضبط رکھنے والے حافظ اور تاریخ کی بصیرت رکھنے والے تھے۔ آپ نے امام احمد بن حنبلؒ اور یحییٰ بن معینؒ سے علم حدیث حاصل کیا۔

آپ کی وفات ۹۴ سال کی عمر میں جمادی الاولیٰ ۲۸۹ھ میں ہوئی۔

۱۰۰ ۔ احمد بن عمرو بزارؒ

آپ امام، حافظ اور حدیث کے بہت بڑے عالم تھے۔ آپ کا نام ابو بکر احمد بن عمرو بن عبد الخالق بصریؒ تھا۔ آپ کا شمار کبار ائمہ میں ہوتا ہے۔ آپ ''مسند الکبیر اور العلل'' کے مصنف ہیں۔ آپ نے امام طبرانیؒ اور دیگر ائمہ حدیث سے علم حاصل کیا۔

آپ کی وفات ۲۹۲ھ میں ہوئی۔

۱۰۱ ۔ ابویعلیٰ احمد بن علیؒ

آپ کا نام احمد بن علی بن مثنیٰ بن یحییٰ بن عیسیٰ بن ہلال تمیمیؒ ہے۔ آپ کی کنیت ابویعلیٰ ہے۔ آپ کی پیدائش شوال ۲۱۰ھ میں ہوئی۔ آپ موصل کے رہنے والے تھے۔

آپ جزیرۃ العرب کے محدث اور حافظ الحدیث ہیں۔ آپ مسند الکبیر کے مصنف ہیں۔ آپ امانت، دیانت اور حلم میں بہت مشہور تھے۔

حافظ اسماعیل بن محمد بن فضلؒ نے فرمایا کہ میں نے متعدد مسانید مثلاً مسند العدنی اور مسند ابن منیع وغیرہ پڑھی ہیں۔ یہ سب نہریں ہیں جبکہ مسند ابی یعلیٰ اس دریا کی مانند ہے جو مجمع الانہار ہو (یعنی جہاں سب نہریں آ کر ملتی ہوں) ۔

آپ کا انتقال ۳۰۷ھ میں ہوا۔

۱۰۲ ۔ محمد بن اسحاق بن خزیمہؒ

آپ شیخ الاسلام، حافظ الحدیث اور بڑے علماء میں سے تھے۔ آپ کا تعلق نیشاپور سے تھا۔ آپ کی پیدائش ۲۲۳ھ میں نیشاپور میں ہوئی اور نیشاپور ہی میں ۳۱۱ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔

آپ کی تصانیف کی تعداد ۱۴۰ سے زیادہ ہے۔ آپ کا شمار خراسان کے جید محدثین میں ہوتا ہے۔

۱۰۳ ۔ ابوعوانہ یعقوب بن اسحاقؒ

آپ جلیل القدر محدث اور حافظ الحدیث تھے۔ آپ کا نام یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم بن زیدؒ ہے۔ آپ کی کنیت ابوعوانہ ہے۔ آپ کا تعلق نیشاپور کے علاقے اسفرائین سے ہے۔

آپ متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔ آپ کی مشہور کتاب ''**المسند الصحیح المخرج علی مسلم**'' ہے۔ آپ نے بہت سے شیوخ واساتذہ سے احادیث روایت کی ہیں اور اس ضمن میں آپ نے بہت سفر بھی کئے ہیں۔ آپ نے پانچ حج کئے ہیں۔

آپ کی وفات اپنے ابائی وطن اسفرائن میں ۳۱۶ھ میں ہوئی اور وہیں دفن ہوئے۔ آپ کی قبر کی زیارت کے لئے بہت لوگ آتے ہیں۔

۱۰۴ ۔ امام طحاویؒ

امام ابو جعفر طحاویؒ تیسرے صدی ہجری کے عظیم محدث اور فقیہ تھے۔ آپ حدیث اور فقہ دونوں شعبوں میں سند کا درجہ رکھتے تھے۔ محدثین آپ کو حافظ اور امام کہتے تھے۔ فقہاء آپ کو مجتہد قرار دیتے تھے۔ شیخ عبدالقادرؒ نے فرمایا کہ آپ ثقہ، نبیل اور حدیث کے مسکن تھے۔ امام سیوطیؒ نے فرمایا کہ آپ حدیث اور فقہ میں امام، علوم دینیہ اور احادیث نبویہ کے بہت بڑے عالم تھے۔

آپ کا پورا نام اور کنیت اس طرح ہے: امام حافظ ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن عبدالملک بن سلمہ ازدی بن سلیم بن خباب الازدی المصری الطحاوی حنفی۔ قبیلہ ازد کی نسبت سے ازدی تھے۔ آپ کی جس قبیلے کی طرف نسبت ہے وہ مصر میں دریائے نیل کے کنارے ''طحا'' نام کی ایک بستی تھی، وہاں پیدا ہونے کی وجہ سے آپ طحاوی کہلائے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۲۳۹ھ میں ہوئی۔ علامہ ذہبیؒ آپ کی پیدائش کا سال ۲۳۷ھ لکھتے ہیں۔ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ بلوغ المرام میں آپ کی تاریخ پیدائش ۲۲۸ھ لکھتے ہیں۔

امام طحاویؒ نے ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنے ماموں ابو ابراہیم مزنیؒ سے فقہ شافعی پڑھنی شروع کی۔ لیکن ان کی طبیعت میں جو قوتِ استدلال اور نظر میں باریک بینی تھیں اس نے آپ کو شافعیت سے حنفیت کی طرف راغب کر دیا۔

آپ نے ۲٦٨ھ میں مصر کے مشہور استاد ابو جعفر احمد بن ابی عمران موسیٰ بن عیسیٰ سے فقہ حنفی کی تعلیم حاصل کی جو فقہ حنفی میں زبردست مہارت رکھتے تھے۔ مصر میں تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ شام چلے گئے اور وہاں قاضی القضاۃ ابو حازم سے فقہ پر مزید تعلیم حاصل کی۔ ان کے علاوہ امام طحاوی نے مصر اور شام میں اور بھی بہت سے اساتذہ اور شیوخ سے علم حدیث سیکھا۔ جن میں سلیمان بن شعیب کیسانیؒ، ابو موسیٰ یونس بن عبد الاعلیٰؒ، ہارون بن سعید ایلیؒ، محمد بن عبد اللہ بن عبد الحکمؒ، بجر بن نصرؒ، عیسیٰ بن مشرودؒ، ابراہیم بن ابوداؤد انصرؒ، ابو بکرؒ، بکار بن قتیبہؒ قابل ذکر ہیں۔ علامہ ذہبیؒ نے آپ کے استادوں میں عبد الغنی بن رفاعہؒ کا بھی ذکر کیا ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ: ذہبیؒ)

امام طحاویؒ کی شہرت دور دور تک پھیل گئی۔ لوگ دور دراز کے علاقوں سے آپ سے علم حدیث اور علم فقہ سیکھنے آپ کے پاس آتے تھے۔ آپ کے بے شمار شاگرد تھے جن میں چند مشہور کے نام یہ ہیں:

ابو محمد عبد العزیز بن محمد الھیثمی الجوہریؒ، حافظ احمد بن قاسم بن عبد اللہ البغدادی المعروف بابن الخشابؒ، ابو بکر علی بن سعدویہ البروعیؒ، ابو القاسم مسلمہ بن قاسم بن ابراہیم القرطبیؒ، ابو القاسم عبد اللہ بن علی الداؤدیؒ، حسن بن قاسم بن عبد الرحمٰن المصریؒ، قاضی ابن ابی عوامؒ، ابو الحسن محمد بن احمد طحاویؒ، ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب طبرانیؒ (صاحبِ معجم طبرانی)، حافظ ابو سعید عبد الرحمان بن احمد بن یونس مصریؒ، حافظ ابو بکر محمد بن جعفر بن حسین بغدادیؒ،

اور میمون بن حمزہ العبید لی۔ (الجواہر المضیۃ: محی الدین ابو محمد عبدالقادر)

امام طحاویؒ شروع تعلیم کے زمانے میں شافعی المذہب تھے۔ ایک دن انہوں نے کتب شافعیہ میں پڑھا کہ جب حاملہ عورت مر جائے اور اس کے پیٹ میں بچہ زندہ ہو تو بچہ نکالنے کے لئے اس کے پیٹ کو چیرا نہیں جائے گا۔ اس کے برخلاف حنفی فقہ میں ہے کہ اس عورت کا پیٹ چاک کر کے زندہ بچہ نکالا جائے گا۔ امام طحاویؒ نے اس کو پڑھ کر کہا کہ میں اس شخص کے مذہب سے راضی نہیں جو میری ہلاکت پر راضی ہو۔ انہوں نے شافعیت کو چھوڑ دیا اور حنفی مسلک کو اختیار کر لیا اور پھر وہ اس مسلک کے مجتہد بن گئے۔

(نبراس: علامہ عبدالعزیز پرہارویؒ)

۲۷۰ھ میں امام طحاویؒ کو مصر کے قاضی ابوعبداللہ بن عبدہ کے نائب کے طور پر نامزد کر دیا گیا۔ آپ حدیث اور فقہ دونوں شعبوں میں مہارت رکھتے تھے۔ امام طحاویؒ کے علم و فضل اور ورع و تقویٰ کے سبب لوگ آپ کا بہت احترام کرتے تھے۔ ابن زولاقؒ بیان کرتے ہیں کہ جب عبدالرحمان بن اسحاق معمر جوہری مصر کے قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز ہوئے تو آپ امام طحاویؒ کے ادب و احترام کا پورا پورا خیال رکھتے تھے۔ سواری پر ہمیشہ ان کے بعد سوار ہوتے تھے۔ جب ان سے سبب پوچھا تو انہوں نے کہا کہ امام طحاویؒ مجھ سے گیارا سال بڑے ہیں۔ عہدہ قضاء کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے میں امام طحاویؒ جیسی شخصیت پر فخر کروں۔ (لسان المیزان: حافظ ابن حجر عسقلانیؒ)

امام طحاوی ؒ کثیر التعداد کتب کے مصنف ہیں۔ آپ نے تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ، کلام، تاریخ، رجال اور مناقب تمام موضوعات پر کتب تحریر کیں جنہیں ہر دور میں سراہا گیا۔

آپ کی تصانیف کی تفصیل درج ذیل ہے:

- احکام القرآن
- شرح معانی الآثار
- مشکل الآثار
- اختلاف علماء
- کتاب الشروط
- مختصر طحاوی فی الفقہ
- النوادر الفقہیہ
- کتاب النوادر والحکایات
- حکم ارض مکہ
- حکم الفئی اور الغنائم
- نقض کتاب المدلسین
- کتاب الاشربہ
- الرد علی عیسیٰ بن ابان

- الرد علی ابو عبید
- اختلاف الروایات
- الرزیہ
- شرح جامع الکبیر
- شرح جامع الصغیر
- کتاب محاضر والسجلات
- کتاب الوصایا والفرائض
- کتاب التاریخ الکبیر
- اخبار ابی حنیفہؒ
- عقیدہ الطحاوی
- تسویہ بین اخبرنا وحدثنا
- سنن الشافعی
- صحیح الآثار

(الفوائد البہیہ ، حدائق الحنفیہ ، الجواہر المضیۃ)

آپ کی کتاب " شرح معانی الآثار " فن حدیث میں ایک عظیم تصنیف ہے، یہ احناف کا سرمایہ افتخار ہے۔ اس کتاب میں حدیث، فقہ اور رجال کے کئی علوم کو بہت عمدگی اور مہارت سے جمع کیا تھا۔ اس کتاب کا مقصد صرف

احادیث کا جمع کرنا نہیں تھا بلکہ مسائل میں امام اعظمؒ کے موقف کی تائید ثابت کرنا بھی تھا جو کسی جگہ بھی حدیث کے خلاف نہیں ہیں۔ آثار سے مراد احادیث نبویہ اور اقوال صحابہ ہیں۔

آپ کا وصال بیاسی سال کی عمر میں یکم ذیقعدہ ۳۲۱ھ میں ہوا۔

۱۰۵ ۔ محمد بن عمرو العقیلیؒ

آپ امام اور حافظ الحدیث تھے۔ آپ کا نام محمد بن عمرو بن موسیٰ بن حماد عقیلیؒ ہے۔ آپ کی کنیت ابو جعفر ہے۔

آپ اپنے وقت کے بہت بڑے محدث اور عالم تھے۔ آپ بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔ آپ کی مشہور کتاب ''کتاب الضعفاء الکبیر'' ہے۔ آپ نے حرمین میں قیام کیا اور وہیں ۳۲۲ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

۱۰۶ ۔ علی بن محمد بن القطانؒ

آپ کا نام علی بن محمد بن عبد الملک فاسیؒ ہے۔ آپ کی کنیت ابوالحسن ہے۔ آپ حدیث کے امام، علامہ، ناقد اور حافظ تھے۔ آپ کی پیدائش قرطبہ میں ۵۲۲ھ میں ہوئی اور آپ فاس میں رہائش پزیر ہوئے۔ آپ روایتِ حدیث کے بہت بڑے عالم اور بصیرت رکھنے والے تھے۔ آپ اسماء الرجال کے بہت بڑے حافظ تھے۔ آپ نے متعدد کتابیں تصنیف کیں۔

آپ کا انتقال ربیع الاول ۳۲۸ھ میں ہوا۔

۱۰۷ ۔ امام دار قطنیؒ

آپ کی کنیت ابوالحسن اور اسم گرامی علی بن عمر ہے۔ آپؒ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے: علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعود بن نعمان بن دینار بن عبداللہ۔

دار قطن بغداد کے ایک محلّہ کا نام تھا۔ جہاں کے آپ رہنے والے تھے۔ عربی میں قطن روئی کو کہتے ہیں ۔ چونکہ یہ محلّہ روئی کی منڈی تھی اس لئے دار قطن کہلاتا تھا۔ اس نسبت سے آپ دار قطنی مشہور ہوئے۔

آپؒ بھی علم حدیث میں جلیل القدر شخصیت اور صاحب فیض و کمال مانے جاتے ہیں۔ آپؒ کوراویوں کے احوال کی معرفت اور حدیث کی علّت کے فن میں کمال حاصل تھا۔ آپ کی مشہور تصنیف " سنن دار قطنی " جوفن حدیث کی معتبر اور مستند کتاب تسلیم کی جاتی ہے۔ اس کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ آپؒ کی اس تصنیف میں ایک حدیث کوکئی کئی سندوں سے بیان کیا گیا ہے۔

آپؒ نے علم کے حصول کے سلسلہ میں دور دراز کے ملکوں کا سفر کیا۔ آپؒ نے کوفہ، بصرہ، شام، واسط، مصراور عالم اسلام کے دیگر کئی شہروں میں تشریف لے جاتے رہے اور وہاں کے مشہور علماء و محدثین سے علم کا فیض حاصل کیا۔

آپؒ کے اساتذہ اور شیوخ میں قاضی ابراہیم بن حمادؒ ، ابن زیاد نیشاپوریؒ ، ابوبکر بن ابوداؤد سجستانیؒ ، ابوسعید عدویؒ ، ابوجعفر احمد بن اسحٰق بن بہلولؒ ، محمد بن قاسم محاربیؒ شامل ہیں۔ امام دار قطنیؒ شافعی المذہب تھے۔

آپؒ کے بے شمار شاگرد تھے ان میں ابونعیم اصفہانیؒ ، ابوبکر احمد بن محمد برقانیؒ ، ابومحمد جوہریؒ ، قاضی ابوالطیب طبریؒ ، حاکم ابوعبداللہ نیشاپوریؒ ، قاسم ازہریؒ ، ذکی الدین مندریؒ وغیرہ زیادہ مشہور ہوئے۔

امام دار قطنیؒ کو علم اور خصوصاً فن حدیث سے غیر معمولی شغف تھا۔ آپ بہت کم عمری سے علم کے حصول میں دلچسپی رکھتے تھے۔ ابو یوسف قواسؒ فرماتے ہیں کہ جب ہم امام بغویؒ کے پاس درس میں جاتے تھے تو امام دار قطنیؒ بہت چھوٹے تھے۔ اس زمانے میں بغداد علم و ہنر کا مرکز تھا۔

امام صاحبؒ غیر معمولی حافظہ کے مالک تھے۔ آپؒ حدیث مبارک کو ایک بار سن کر یاد کر لیتے تھے۔ علماء نے آپ کو حافظ الکبیر، حافظ المشہور اور **کان عالماً حافظاً** کہا کرتے تھے۔ امام ذہبیؒ ان کو حافظ الزماں کہا کرتے تھے۔ آپؒ ایک ہی نشست میں ایک ایک حدیث کی بیس بیس سندیں بیان فرما دیتے تھے۔ ایک دن صفارؒ آپ کو احادیث لکھوا رہے تھے۔ جب ایک حصہ لکھوا چکے تو صفارؒ نے یہ کہا کہ تمہارا اسماع صحیح نہیں ہے کیونکہ تم لکھنے میں ایسے مشغول رہتے ہو کہ حدیث کو اچھی طرح نہیں سمجھتے۔ دار قطنیؒ نے ان کے جواب میں عرض کیا!

کیا آپ کو یاد ہے کہ اس وقت تک آپ نے مجھے کتنی احادیث لکھوائی ہیں۔ صفارؒ نے کہا کہ مجھے یاد نہیں ہیں۔ دار قطنیؒ نے فرمایا! اس وقت تک آپ نے اٹھارہ حدیثیں لکھوائی ہیں۔ پہلی یہ ہے اور اس کے پوری سند سنا دی پھر دوسری یہ ہے اور اس طرح تمام احادیث سند کے ساتھ سنا دیں۔ ان کے استاد اور تمام اہل مجلس آپ کے قوتِ حافظہ پر حیرانی کا اظہار کرنے لگے۔

امام دار قطنیؒ روایت کے ساتھ ساتھ درایت اور جرح وتعدیل کے بھی ماہر تھے۔ حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ آپؒ احادیث پر نظر اور علل وانتقاد کے اعتبار سے نہایت عمدہ تھے۔ اپنے دور میں فن اسماء ورجال، علل وجرح وتعدیل کے امام اور فن درایت میں مکمل دسترس رکھتے تھے۔

علامہ ابن خلکانؒ فرماتے ہیں کہ وہ علم حدیث میں منفرد امام تھے۔ ان کے زمانے میں ان کے پائے کا کوئی بھی شخص نہیں گزرا۔

امام صاحب علم نحو اور قرأت کے ماہر تھے۔ آپؒ شعر اور ادب کا بھی ذوق رکھتے تھے۔ کافی اشعار آپ کو زبانی یاد تھے۔ آپ ادب، فصاحت و بلاغت اور زبان دانی کے بڑے ماہر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو فہم و دانش سے خوب خوب نوازا تھا۔ ان تمام خوبیوں کے ساتھ آپ تقویٰ و ورع میں بے مثال تھے۔ آپؒ دین کے معاملہ میں کسی مصلحت، نرمی اور کمزوری کو پسند نہیں کرتے تھے۔ ان کے زمانے میں شیعت کا زور ہوا لیکن انہوں نے شیعوں کے سامنے علی الاعلان حضرت عثمان غنیؓ کو حضرت علی المرتضیٰؓ سے افضل قرار دیا۔

آپؒ گفتگو مختصر کرتے تھے اور فضول باتوں کو سخت ناپسند کرتے تھے۔ آپ کی طبیعت میں نرمی اور انکساری تھی۔ گفتگو بہت شگفتہ کرتے تھے لوگوں سے حسن اخلاق سے پیش آتے تھے۔ آپؒ نے سنن دارقطنی کے علاوہ دو درجن سے زائد کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔

آپؒ کی پیدائش ۵/ ذوالقعدہ ۳۰۵ھ یا ۳۰۶ھ میں بغداد کے ایک محلّہ دارقطن میں ہوئی۔ یہ محلّہ کرخ اور نہر عیسیٰ بن علی کے درمیان واقعہ ہے اور وفات ۲۲/ ذیقعدہ ۳۵۰ھ میں بغداد میں ہوا۔ بعض روایات میں آپ کی وفات ۸/ ذیقعدہ ۳۸۵ھ بروز جمعرات لکھی ہے۔ آپ کی نماز جنازہ مشہور فقیہہ ابوحامد اسفرئنیؒ نے پڑھائی۔

سنن دارقطنی

اس کتاب میں احادیث کی اسناد کو بہت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ آپ نے اس کتاب میں وہ احادیث جمع کی ہیں جو امام بخاریؒ و مسلمؒ کی شرائط پر تھیں لیکن انہوں نے ان کا ذکر نہیں کیا۔ یہ کتاب ایک جلد میں مسند کی ترتیب پر لکھی گئی ہے۔

۱۰۸ ۔ امام عبدالباقی بن قانعؒ

آپ کا پورا نام امام حافظ قاضی ابوالحسین عبدالباقی بن قانع بن مرزوق بن واثق اموی بغدادیؒ ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۲٦۸ھ میں ہوئی۔

آپ کے مشہور شیوخ میں حارث بن ابی اسامہؒ، ابراہیم بن الہیثم البلدیؒ، محمد بن مسلمہ واسطیؒ، اسماعیل بن فضل بلخیؒ، بشر بن موسیٰؒ، عبید بن شریک البزارؒ، مسلم الکجیؒ، عبید بن غنامؒ، معاذ بن مثنیٰؒ، احمد بن ابراہیم بن ملحانؒ شامل ہیں۔

آپ کے مشہور شاگردوں میں دارقطنیؒ، ابوعبداللہ حاکمؒ، ابوالحسین بن فضل بن القطانؒ، احمد بن علی البادیؒ، ابوعلی بن شاذانؒ، ابوالحسن الحمامیؒ، ابوالقاسم بن بشرانؒ اور ابوالحسن بن الفرات وغیرہ شامل ہیں۔

علامہ ذہبیؒ ''سیر اعلام النبلاء'' میں لکھتے ہیں کہ امام عبدالباقیؒ بہت زیادہ سفر کرنے والے اور ذخیرہ حدیث رکھنے والے تھے۔ آپؒ کی ایک کتاب ''معجم الصحابہ'' کے نام سے بھی ہے۔ ''تذکرۃ الحفاظ'' میں آپ کو حفاظ حدیث میں شمار کیا گیا ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ اپنی کتاب ''طبقات الحفاظ'' میں آپ کو جلیل القدر حافظ الحدیث لکھتے ہیں۔

خطیب بغدادیؒ ابوالحسن بن الفراتؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ آخری عمر میں امام عبدالباقیؒ کے حافظہ میں کچھ تغیر پیدا ہو گیا تھا۔ اپنی وفات سے دو سال پہلے ان کے حافظہ میں اختلاط پیدا ہو گیا تھا تو پھر ان سے احادیث نہیں لیا کرتے تھے لیکن کچھ لوگ پھر بھی ان سے احادیث کا سماع کرتے تھے۔ ان کے اختلاط سے پہلے کی احادیث مقبول اور قابل استدلال سمجھی جاتی ہیں۔

عبدالباقیؒ فن جرح و تعدیل میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ علامہ ذہبیؒ اور علامہ سخاویؒ نے آپ کو جرح و تعدیل کا امام تسلیم کیا ہے۔ ابن حبانؒ اور ابن عدیؒ آپ کے اقوال کو قابل حجت اور قابل سند ہونے کی تصدیق کرتے ہیں اور آپ کو ائمہ میں شمار کرتے ہیں۔

آپ کی وفات ۳۵۱ھ میں ہوئی۔

۱۰۹ ۔ ابن سکنؒ

آپ حافظ الحدیث، امام اور ثقہ محدث و عالم تھے۔ آپ کا نام سعید بن عثمان السکنؒ تھا۔ آپ کی کنیت ابو علی تھی۔ آپ کا تعلق بغداد سے تھا۔ آپ کی پیدائش ۲۹۴ھ میں ہوئی۔

آپ فن حدیث کے ماہر مانے جاتے تھے۔ آپ نے احادیث کو جمع کر کے اس کو کتاب کی شکل دی تھی۔

آپ کی وفات ۳۵۳ھ میں ہوئی۔

۱۱۰ ۔ ابوحاتم محمد بن حبانؒ

آپ کا نام ابوحاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان البستیؒ ہے۔ سجستان کے قریب ایک بست نامہ شہر کی نسبت سے آپ کو بستی کہا جاتا ہے۔ یہیں آپ کی پیدائش ہوئی۔ آپ حفاظ، آثار و حدیث، فقہاء دین، اور حصولِ علم کے شائقین کے ہادی اور مرجع تھے۔ آپ امام ابن خزیمہؒ کے جلیل القدر شاگردوں میں سے تھے۔

آپ کی وفات ۳۵۴ھ میں سمرقند میں ہوئی۔

۱۱۱ ۔ امام طبرانیؒ

آپ کا نام سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر لخمی طبرانی ہے۔ آپ کی کنیت ابوالقاسم تھی۔ آپ ملک شام کے ایک قصبہ عکا میں ۲۶۰ھ میں پیدا ہوئے۔ یہ علاقہ طبریہ کہلاتا تھا۔

آپ امام طحاوی ؒ کے مشہور شاگرد ہیں۔ آپ کی بہت سی تصانیف ہیں۔ حدیث میں آپ کی تین کتابیں مشہور ہیں:

معجم صغیر، معجم اوسط، معجم کبیر

حافظ ابن مندہ ؒ نے آپ کی کچھ اور کتابوں کا ذکر کیا ہے جو درج ذیل ہیں:

- کتاب المسالک
- کتاب العشرۃ النساء
- کتاب النوادر
- دلائل النبوۃ

آپ نے علم کے حصول کے لئے حجاز، عراق (کوفہ، بصرہ، بغداد)، یمن، شام، مصر اور اصفہان کے سفر کئے۔ ان سفروں میں آپ کو بہت مشقت بھی جھیلنی پڑی۔ آپ احادیث کے حصول کے لئے تینتیس (۳۳) سال سفر کی حالت میں رہے۔ ابوالعباس احمد بن منصورؒ فرماتے ہیں کہ میں نے طبرانیؒ سے تین لاکھ

احادیث سنی ہیں۔ آپ نے ایک ہزار سے زائد مشائخ سے احادیث روایت کی ہیں۔

آپ اصبہان میں مقیم ہو گئے تھے وہیں آپ کا انتقال ۲۸/ ذوالقعدہ ۳۶۰ھ میں ہوا۔ آپ کی نماز جنازہ حافظ ابونعیم اصفہانیؒ نے پڑھائی۔

۱۱۲ ۔ احمد بن ابراہیم اسماعیلیؒ

آپ حدیث کے امام، حافظ، مستند عالم اور شیخ الاسلام تھے۔ آپ کا نام ابو بکر احمد بن ابراہیم بن اسماعیل بن عباس اسماعیلی جرجانیؒ تھا۔ آپ کی پیدائش ۲۷۷ھ میں ہوئی۔

آپ شافعی فقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اپنے علاقے کے سب سے بڑے عالم تھے۔ آپ نے ایک معجم روایت کی ہے۔ آپ کی تصنیفات بہت زیادہ ہیں جن میں دو جلدوں پر مشتمل مسندِ عمرؓ بھی شامل ہے۔ امام حاکمؒ فرماتے ہیں کہ اسماعیلؒ اپنے زمانے کے منفرد، بے مثال، محدثین وفقہاء کے سردار، شرافت اور سخاوت میں سب کے سرتاج تھے۔ اس زمانے کے محدثین وفقہاء نے ان سے کبھی اختلاف نہیں کیا۔

آپ کی وفات ۳۷۱ھ میں چورانوے (۹۴) سال کی عمر میں ہوئی۔

۱۱۳ ۔ عبداللہ بن عدیؒ

آپ حافظ الحدیث اور بہت مشہور امام ہیں۔ آپ کا نام عبداللہ بن عدی جرجانیؒ ہے۔ آپ کی کنیت ابواحمد ہے۔ آپ ابن القصار کے نام سے بھی مشہور ہیں۔

آپ کا شمار کبار ائمہ حدیث اور ائمہ جرح وتعدیل میں ہوتا ہے۔ آپ کی پیدائش ۲۷۹ھ میں ہوئی اور آپ کی وفات ۳۷۵ھ میں ہوئی۔

۱۱۴ ۔ محمد بن اسحاق بن مندہؒ

آپ کا نام محمد بن اسحاق بن محمد بن یحییٰ بن مندہؒ ہے۔ آپ کی پیدائش ۳۱۰ھ میں ہوئی۔

آپ کا شمار بڑے ائمہ حدیث اور حافظ الحدیث میں ہوتا ہے۔ آپ کثیر الحدیث محدث مشہور ہیں۔ احادیث حاصل کرنے کے لئے آپ نے بہت سے ملکوں کے سفر کئے۔ جب آپ سفر سے واپس لوٹے تو آپ کے پاس کتابوں کی چالیس گٹھڑیاں تھیں۔ آپ کے اساتذہ اور شیوخ کی تعداد ایک ہزار سات سو ہے۔

آپ کی وفات ذوالقعدہ ۳۹۵ھ میں ہوئی۔

۱۱۵ ۔ حاکم نیشاپوریؒ

آپ کی کنیت ابوعبداللہ اور نام محمد بن عبداللہ تھا۔ آپ کا لقب حاکم نیشاپوری تھا۔ آپ کی پیدائش ۳ ربیع الاول ۳۲۱ھ / ۹۳۳ء نیشاپور میں ہوئی۔ آپ کا نسب اس طرح ہے ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن محمد بن حمدویہ حاکم ضبی طہمانی نیشاپوری۔ آپ کو **امام المحققین** کہا جاتا تھا۔

ان دنوں نیشاپور علم وفضل کا مرکز تھا۔ امام مسلمؒ بھی اسی علاقے کے رہنے والے تھے۔ امام حاکمؒ نے دو ہزار کے قریب اساتذہ سے استفادہ کیا۔ آپ نے حدیث کی طلب میں خراساں، ماوراءالنہراور دیگر کئی علاقوں کے سفر کئے۔ آپ نے دو ہزار شیوخ سے احادیث سنیں۔

آپ کے اساتذہ میں امام دارقطنیؒ زیادہ مشہور ہیں۔ آپ نے حدیث کے علاوہ تاریخ میں بھی علمی خدمات کی ہیں۔ فقہ میں آپ امام شافعیؒ کی تقلید کرتے تھے۔

آپ کے شاگردوں میں امام بیہقیؒ، ابو القاسم القشیریؒ، ابونعیم اصفہانیؒ اور ابوذر ہرویؒ بھی شامل ہیں۔

آپ پر اہل تشیع ہونے کا الزام بھی لگا لیکن ان دنوں اس نقطہ سے روافض مراد نہیں لئے جاتے تھے۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی آسمانی سلسلہ امامت کے قائل نہیں تھے۔ خطیب بغدادیؒ نے انہیں ثقہ کہا ہے۔

امام حاکمؒ بہت بڑے مصنف تھے۔ ابن خلکان نے ان کی تالیف ڈیڑھ ہزار کے قریب بتائی ہیں۔ آپ کی سب سے مشہور کتاب " **المستدرک علی الصحیحین** " ہے۔ امام حاکمؒ نے اپنی کتاب میں بخاری و مسلم کی شرائطِ تخریج پر یا بخاری و مسلم میں سے کسی ایک کی شرط پر ان احادیث کو جمع کیا جو صحیح بخاری اور مسلم میں درج نہیں کی گئیں ہیں۔

آپ کی دیگر تصانیف میں شامل کتب درج ذیل ہیں:

- الاکلیل
- المدخل الی علیم الحدیث
- تاریخ نیشاپور
- فضائل شافعی

آپ کا انتقال ۳ صفر المظفر ۴۰۵ھ / ۱۰۱۴ء میں ہوا۔

۱۱۶ ۔ ابونعیم اصفہانیؒ

آپ مشہور حافظ الحدیث ہیں۔ آپ کا نام احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن مہران اصفہانیؒ ہے۔ آپ کی کنیت ابونعیم ہے۔ آپ کی پیدائش ۳۳۴ھ میں ہوئی۔

آپ بلند پایہ محدثین اور کبار حفاظ میں سے ایک تھے۔ آپ متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔ آپ سے بے شمار لوگوں نے علمی استفادہ کیا۔

آپ کی مشہور کتابیں درج ذیل ہیں:

- **المستخرج علیٰ صحیح بخاری**
- **المستخرج علیٰ صحیح مسلم**
- **حلیة الاولیاء**

حلیۃ الاولیاء کو بہت شہرت حاصل ہوئی۔ نیشاپور کے لوگوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ یہ اولیاءاللہ کے حالات کے بارے میں بڑی معلوماتی کتاب ہے۔

آپ کا انتقال محرم الحرام ۴۳۰ھ میں اصبہان میں ہوا۔

۱۱۷۔ امام ابوسعد السمّانؒ

آپ کا پورا نام ابوسعد اسماعیل بن علی بن حسین بن محمد بن زنجویہ الرازی السمّان المعروف بابی سعد السمّان ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۳۷۰ھ یا ۳۷۱ھ میں ہوئی۔

علامہ ذہبیؒ نے آپ کے شیوخ کی تعداد تین ہزار چھ سو بتائی ہے۔ ابن عساکرؒ نے لکھا ہے کہ آپ نے چار ہزار شیوخ سے استفادہ کیا تھا ان میں چند مشہور درج ذیل ہیں:

ابو طاہر مخلصؒ سے بغداد میں احادیث کا سماع کیا تھا، رے میں عبدالرحمان بن محمد بن فضالہؒ سے، مکہ میں احمد بن ابراہیم بن ضراسؒ سے، دمشق میں عبدالرحمان بن ابی نصر تمیمیؒ سے احادیث حاصل کیں۔

آپ کے مشہور شاگردوں میں خطیب بغدادیؒ، عبدالعزیز کتانیؒ شامل ہیں۔ ان کے علاوہ علماء فقہ کی ایک بڑی جماعت نے آپ سے استفادہ کیا تھا۔

مورخ ابن عساکرؒ لکھتے ہیں کہ ابوسعد السمّانؒ علم کے سچے طالبگاروں میں سے تھے۔ علم کے حصول کے لئے انہوں نے اسلامی ممالک میں دور دراز کے پُرمشقت سفر کئے۔ ان میں حجاز، شام، عراق، بلاد مغرب قابل ذکر ہیں۔

علامہ ذہبیؒ ''سیر اعلام النبلاء'' میں آپ کو امام، حافظ، علامہ، باکمال اور قوی الضبط جیسے اوصاف سے یاد کرتے ہیں اور حفاظ محدثین میں شمار کرتے ہیں۔

ابو سعدؒ کی زندگی کا معمول یہ تھا کہ وہ اپنے آپ کو تلاوتِ قرآن، درسِ حدیث، فقہ، علم قرأت، اور مسلمانوں کی ہدایت کے کاموں میں مصروف رکھتے تھے۔ آپ نے اپنی عمر بھر کی کتابوں کا نہایت قیمتی سرمایہ بھی مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا تھا۔

آپؒ کو حدیث کی طرح فقہ سے بھی گہرا تعلق تھا۔ آپ فن رجال اور انساب میں بھی اپنے زمانے کے نامور محقق تھے۔ تمام ائمہ اعلام آپ کے اقوال اور آراء سے استدلال کیا کرتے تھے۔

آپ کی وفات ۴۴۳ھ یا ۴۴۵ھ میں ہوئی۔

۱۱۸ ۔ ابن حزم الاندلسیؒ

آپ کا نام علی بن احمد بن حزم تھا۔ آپ کی کنیت ابو محمد تھی۔ آپ فارسی النسل تھے لیکن آپ کے آباؤ اجداد اسپین (اندلس) میں جا کر بس گئے تھے۔ ابن حزمؒ ۳۸۴ھ میں قرطبہ میں پیدا ہوئے۔ پہلے آپ شافعی مسلک پر تھے پھر آپ نے داؤد ظاہری کا مسلک اختیار کر لیا تھا۔ آپ قیاس کا سرے سے انکار کرتے تھے۔

آپ کی حدیث پر گہری نظر تھی لیکن فقہ کا انکار کرتے تھے۔ اس وجہ سے احادیث سے کما حقہ استفادہ نہیں کر سکے۔ انہوں نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں جن میں درج ذیل کتابیں شامل ہیں:

۔ کتاب الاحکام
۔ المحلی
۔ کتاب الفضل فی الملل والنحل

آپ کا انتقال ۴۵۷ھ میں ہوا۔

۱۱۹ ۔ امام احمد بن حسین بیہقیؒ

آپؒ کی کنیت ابوبکر ہے اور اسم گرامی احمد بن حسین بیہقی ہے۔ آپؒ بھی علماء اور محدثین کے نزدیک حدیث کے امام اور پیشوا کا درجہ رکھتے ہیں۔ آپؒ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے: ابوبکر احمد بن حسین بن علی بن عبداللہ بن موسیٰ خسرو جروی بیہقی خراسان شافعی ہے۔ آپ کی پیدائش شعبان ۳۸۴ھ / ۹۹۴ء میں خسرو جرد نامی بستی میں ہوئی جو بیہق (نیشاپور) کے نواح میں واقع ہے۔

آپ کا علمی مرتبہ اور فضل وکمال اہل علم کے ہاں تسلیم کیا جاتا ہے۔ آپؒ کی تصانیف کی تعداد ہزاروں میں ہے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؒ نے سات ہزار رسالے دین وشریعت کے مختلف موضوعات پر تحریر فرمائے ہیں۔ جن سے آپؒ کی علمی وسعت، فن کی مہارت اور فضل وکمال کا اندازہ ہوتا ہے۔

آپ نے احادیث کے حصول کے بہت سے علاقوں کے سفر کیئے جن میں کوفہ، بغداد، خراسان، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، اور دیگر کئی جگہیں شامل ہیں۔ آپ شافعی المسلک تھے۔

آپؒ کے اساتذہ میں ابوالحسن محمد بن حسین العلویؒ، امام ابوعبداللہ حاکمؒ، ابواسحٰق اسفرائینیؒ، عبداللہ بن یوسف اصبہانیؒ، ابوعلی الروزباریؒ، امام بزازؒ، ابوبکر ابن فواکؒ شامل ہیں۔

آپ کے بے شمار شاگرد تھے جن میں زیادہ مشہور حضرات یہ ہیں:

ابوعبداللہ محمد بن فضل الفرادی، ابوعبداللہ محمد عبدالجبار محمد بن احمد بیہقی الخواری، ابونصر علی بن مسعود بن محمد الشجاعی، ابوعبداللہبن ابومسعود الصاعدی، فرزند امام اسمٰعیل بن احمد بیہقی اور آپ کے پوتے ابوالحسن عبیداللہ بن محمد بن احمد شامل ہیں۔

آپ کی مشہور تصانیف درج ذیل ہیں:

۱) کتاب مبسوط

۲) کتاب السنن الکبریٰ ۔ یہ ۱۰ جلدوں میں ہے

۳) کتاب دلائل النبوۃ

۴) کتاب معرفتِ علم حدیث

۵) کتاب بعث والنشور

۶) کتاب الآداب

۷) کتاب فضائلِ صحابہؓ

۸) کتاب فضائلِ اوقات

۹) کتاب شعب الایمان

۱۰) کتاب اخلاقیات

۱۱) کتاب سنن الصغریٰ

۱۲) کتاب الاسماء والصفات

۱۳) الترغیب والترہیب

۱۴) مناقب امام شافعیؒ

۱۵) کتاب معرفۃ السنن وآثار

۱۶) قرأۃ خلف الامام

۱۷) کتاب الاعتقاد

۱۸) الدعوت الکبیر

۱۹) کتاب المدخل الی السنن الکبریٰ

سنن بیہقی صغریٰ اور کبریٰ میں فرق:

سنن بیہقی کے نام سے آپ کی دو کتابیں ہیں ایک ''سنن بیہقی صغریٰ'' یہ دو جلدوں پر مشتمل ہے۔ دوسری ''سنن بیہقی کبریٰ'' یہ دس جلدوں میں ہے۔ یہ دونوں کتابیں ''مختصر المزنی'' کی ترتیب پر لکھی گئی ہیں۔ ان دونوں کتابوں کی طرح کوئی اور کتاب تحریر نہ کی جا سکی۔ سنن کبریٰ میں احکام سے متعلق تمام احادیث کا احاطہ بھی کیا گیا ہے۔

آپ کی وفات ۱۰/ جمادی الاولیٰ ۴۵۶ھ / ۱۰۶۶ء میں نیشاپور کے مقام سابزیوار میں ہوئی۔ آپ کی میت کو مقام بیہق لے جایا گیا اور بیہق کے قریب خسروجرد میں آپ کی تدفین ہوئی۔ علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے بلوغ المرام میں آپ کی پیدائش کا سن ۳۸۴ھ لکھا ہے اور آپ کی وفات ۸/ جمادی الاول ۴۵۸ھ لکھی ہے۔

۱۲۰ ۔ علامہ ابن البر مالکیؒ

آپ امام، علامہ، شیخ الاسلام اور حافظ الحدیث تھے۔ آپ کا نام یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر بن عاصم نمری قرطبیؒ ہے۔ اور آپ کی کنیت ابوعمر ہے۔ آپ کی پیدائش ربیع الثانی ۳۶۸ھ میں ہوئی۔

آپ انساب اور اخبار کے بھی بہت بڑے ماہر مانے جاتے تھے۔ ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ فقہ وحدیث کے متعلق بحث وتکرار میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ آپ متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔

آپ کی مشہور کتابیں یہ ہیں۔

- جامع بیان العلم
- الاستیعاب
- تجرید التمہید
- کتاب التمہید المانی الموطاء من المعانی والاسانید

ابن البر بیشتر روایات اپنے سند سے لاتے ہیں۔ آپ نے جن شیوخ سے احادیث سنی ان میں خلف بن قاسمؒ، عبدالوارث بن سفیانؒ، عبداللہ بن محمد بن عبدالمومنؒ، ابوعثمان سعید بن نصر اندلسیؒ، ابوالفضل احمد بن قاسم البزازؒ، ابوعمر واحمد بن محمد الطامنکیؒ اور ابوعمر واحمد الاشبیلی شامل ہیں۔

آپ سے جن حضرات نے احادیث روایت کی ہیں ان میں ابوعبداللہ حمیدیؒ، ابوعلی غسانیؒ، ابوالحسن طاہر بن فوز بن احمد المعافریؒ اور ابویحییٰ سفیان بن ابی العاصؒ شامل ہیں۔

آپ نے ۹۵ سال کی عمر میں جمعہ کی رات ربیع الثانی ۴۶۳ھ میں وفات پائی۔

۱۲۱ ۔ امام بغویؒ

آپ کی کنیت ابو محمد اور نام حسین بن مسعودؒ تھا۔ آپ کو فرّا اور ابن فراء بھی کہتے ہیں۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے آباؤ اجداد میں کوئی پوستین سی کر فروخت کرتا تھا۔ لغت میں پوستین کو فرو کہتے ہیں۔ آپ کا تعلق بغو شہر سے تھا جو ہرات اور مرو کے درمیان واقع تھا۔ جس کی نسبت سے آپ بغوی کہلائے۔

آپ محدث، مفسر اور فقیہہ تھے۔ آپ کو تینوں علوم میں کامل عبور حاصل تھا۔ آپ شافعی مذہب سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ نے تمام عمر تصنیف اور حدیث، فقہ اور تفسیر کے درس میں گزاری۔ آپ ہمیشہ با وضو رہتے تھے۔ آپ فقہ میں قاضی حسین بن محمدؒ کے شاگرد ہیں۔ حدیث میں آپ کے استاد ابو الحسن داؤدیؒ ہیں جن کا نام عبد الرحمٰن بن محمد تھا اور بڑے محدثین میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ نے ساری زندگی رات کو نوافل پڑھ کر اور دن میں روزے رکھ کر گزاری۔ آپ روزہ افطار کے وقت روٹی کے خشک ٹکڑوں پر قناعت کرتے تھے۔ لوگوں نے جب بے حد اصرار کیا کہ صرف خشک روٹی کھانے سے دماغ میں خشکی ہو جاتی ہے تو آپ نے سالن کا استعمال شروع کیا۔

آپ کی کئی تصانیف ہیں جن میں مشہور ’’ شرح السنۃ للبغوی ‘‘ ہے۔

آپ کا انتقال ۵۱۶ھ میں بمقام ’’ مرو ورود ‘‘ میں ہوا اور اپنے استاد قاضی حسین بن محمدؒ کے مقبرے میں مدفون ہوئے۔

۱۲۲ ۔ عبدالحق اشبیلیؒ

آپ حافظ الحدیث، علامہ اور حجت ہیں۔ آپ کا نام عبدالحق بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن حسین بن سعید ازدی اشبیلیؒ ہے۔ آپ کی کنیت ابومحمد ہے۔ آپ کی پیدائش ۵۱۰ھ میں ہوئی۔

آپ بجایہ میں آباد ہوئے۔ یہیں آپ نے اپنا علمی سفر شروع کیا اور بہت شہرت پائی۔ آپ نے متعدد کتابیں تصنیف کیں۔ آپ بہت اچھے خطیب تھے۔ آپ فقہ، حدیث اور رجال کے علوم کے ماہر تھے۔ ان علوم کے ساتھ ساتھ آپ زہد وتقویٰ میں بھی اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔ آپ سنتِ رسول ﷺ کے سخت پابند تھے۔ دنیاداری سے بہت دور رہتے تھے لیکن آپ کو شعر وادب کا شوق تھا۔

آپ کی وفات ربیع الثانی ۵۸۱ھ کو بجایہ میں ہوئی۔

۱۲۳ ۔ امام ابن جوزیؒ

آپ کی کنیت ابوالفرح اور اسم گرامی عبدالرحمٰن ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے: عبدالرحمٰن بن علی بن محمد بن علی بن عبیداللہ بن عبداللہ بن حمادیٰ بن احمد بن محمد بن جعفرالجوزی بغدادی حنبلی صدیقی قرشی ہے۔

آپ ابن جوزی کے نام سے مشہور ہیں جو ایک مقام '' فرضۃ الجوز '' کی طرف منسوب ہے جو بصرہ کے ایک محلّہ کا نام تھا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آپ واسط کے رہنے والے ہیں اور آپ کے گھر میں ایک جوز (اخروٹ) کا درخت تھا جس کے سوا وہاں کوئی اور درخت نہیں تھا۔ آپ کے والد کا آپ کے بچپن میں انتقال ہوگیا تھا آپ کی پرورش والدہ اور پھوپھی نے کی۔ آپ کا خاندان تانبے کی تجارت کرتا تھا اس وجہ سے آپ کی قدیم سندوں میں ابن جوزی الصفار لکھا ہوتا تھا۔ جب آپ پڑھنے کے قابل ہوئے تو آپ کی پھوپھی آپ کو حافظ ابوالفضل ابن ناصر کے پاس لے گئیں اور آپ نے حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ آپ نے قرآن کریم حفظ کیا۔

آپؒ ایک جلیل القدر عالم، صاحب فضل فقیہہ اور باکمال محدث تھے۔ آپ کے فضل وکمال اور وسعت علم پر علماء کا اتفاق ہے۔ آپ نے حدیث، تفسیر، فقہ، سیر، اخبار و مواعظ میں کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ ان تمام علوم میں آپ اپنے وقت کے امام تسلیم کئے جاتے تھے۔ اہل علم آپ کی فصاحت اور بلاغت کے قائل تھے۔

آپ نے موضوعات حدیث پر ایک کتاب لکھی اور اس میں تمام موضوع احادیث جمع کردیں۔ اسی طرح آپ کی ایک تصنیف ''تلبیس ابلیس'' بہت مشہور ہے۔ جس میں بدعات اور خلاف سنت اعمال پر بحث کی گئی ہے اور ان کا رد کیا گیا ہے۔ اس کتاب میں اقوام شیطانی کا بڑا دلچسپ بیان ہے آپ نے صوفیاء کے منکرین، مبتدعین اور ضالین کا زبردست رد کیا ہے۔

امام ابن جوزیؒ بے حد ذہین اور قابل شخصیت کے مالک تھے۔

آپؒ کی پیدائش میں اختلاف ہے سن پیدائش ۵۰۸ھ یا ۵۱۷ھ میں بغداد میں ہوئی اور وفات جمعہ کی شب ۵۹۷ھ میں ہوئی اور آپ کی نماز جنازہ جامع منصور بغداد میں ہوئی۔ بعض مورخین نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے انتقال سے پہلے یہ وصیت کی تھی کہ ان کے غسل کا پانی اس کترن اور برادہ سے گرم کیا جائے جو وہ حدیث لکھنے کے لئے قلم بنانے سے جمع کیا گیا تھا۔ چنانچہ وہ اتنا تھا کہ غسل کا پانی گرم ہوگیا اور وہ برادہ بچ بھی گیا۔

(مظاہر الحق جدید: ج ا ص ۶۳۔ ۶۱)

آپ نے بے شمار استادوں سے علم حاصل کیا جن میں ابوالقاسم بن الحصینؒ اور قاضی ابوبکر الانصاریؒ شامل ہیں۔ آپ کی تصانیف کی تعداد تقریباً تین سو کے قریب ہے۔

۱۲۴ ۔ علامہ عمر بن احمد بن العدیم حلبیؒ

آپ کا پورا نام علامہ کمال الدین ابوالقاسم عمر بن احمد بن ہبۃ اللہ بن ابی جرادۃ العقیلی الحلبیؒ تھا۔ آپ کی پیدائش ۵۸۸ھ میں ہوئی۔

آپ کے مشہور شیوخ میں حلب میں ابن طبرزدؒ، دمشق میں ابن عساکرؒ تھے۔ اسی طرح انہوں نے دیگر اسلامی ممالک میں بھی سفر کر کے حدیث کا علم حاصل کیا۔

آپ اپنے زمانے کے بلند پایہ محدث تھے، حدیث کی روایت، درایت اور رجال کو خوب جانتے تھے۔ آپ حدیث کی تاویلات اور اس کے اصول وفروع سے بھی واقف تھے۔

علامہ ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ ابن العدیمؒ فضل، شرافت، تدبیر، دور اندیشی، ذہانت، خوش مزاجی، عمدہ کتابت اور حسن بیان میں لاثانی اور یکتائے زمانہ تھے۔ آپ نے درس وتدریس اور افتاء کی خدمات بھی انجام دیں۔ آپ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ آپ نے بلاد شام میں حلب پر تقریباً تیس جلدوں پر ایک بڑی تاریخ بھی تالیف کی۔

علامہ یاقوت حمویؒ تحریر کرتے ہیں کہ ابن العدیمؒ ادب کے شہسوار تھے، شعر وشاعری میں درجہ کمال کو پہنچے ہوئے تھے۔ انشاپردازی پر قادر تھے۔ فقہ میں گہری بصیرت اور ادراک رکھتے تھے۔

علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ ابن العدیمؒ بے پناہ صلاحیتوں کے ساتھ فن جرح وتعدیل کے بھی امام تھے۔ وہ اپنی ناقدانہ بصیرت کی وجہ سے احادیث کے راویوں کی تحقیق وتفتیش اوران پر جرح کے اہل مانے جاتے تھے۔ علامہ سخاویؒ آپ کی جانچ پڑتال کو قابل عمل سمجھتے تھے۔ ان کے اقوال اورآراء قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔

آپ کی وفات ٦٦٠ھ میں ہوئی۔

۱۲۵ ۔ امام نوویؒ

آپ کی کنیت ابوزکریہ اوراسم گرامی یحییٰ بن شرف حزامیؒ ہے۔ آپ کا لقب محی الدین ہے۔ حزام آپ کے آباؤ اجداد میں سے کسی کا نام ہے۔ اس نسبت سے آپ کے خاندان والے حزامی کہلاتے تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے: یحییٰ بن شرف النووی بن مری بن حسن بن حسین بن حزام بن محمد بن جمعہ الحزامی نووی حورانی دمشقی۔

'' نوو '' دمشق کے قریب شام میں حوران شہر کی ایک بستی کا نام ہے جہاں کے آپ رہنے والے تھے۔ اسی نسبت سے آپؒ نووی کہلائے۔

آپؒ کی مشہور کتاب '' دلیل الطالبین '' ہے جس کا ترجمہ '' ریاض الصالحین '' کے نام سے ہوا ہے۔ اس کتاب کی متعدد شرحیں لکھی جا چکی ہیں۔ اس میں امام صاحبؒ نے عبادات سے لے کر معاملات تک اور معاشرے سے لے کر سیاسیات تک زندگی کے تمام شعبوں کے لئے قرآن وحدیث سے رہنمائی فرمائی ہے۔

امام نوویؒ جب دس سال کے تھے تو بچے انہیں اپنے ساتھ کھیلنے پر مجبور کرتے تھے لیکن وہ کھیل سے بھاگتے تھے جب زیادہ مجبور کیا جاتا تو رونے لگتے تھے۔ اس دوران آپؒ قرآن پاک کی تلاوت کرتے رہتے تھے۔ شیخ یاسین بن یوسف مراکشیؒ فرماتے ہیں اس بچے کو دیکھ کر میں نے کہا کہ یہ بچہ بڑا ہوکر اپنے وقت کا عالم، زاہد اور عابد ہوگا اور لوگوں کو فیض پہنچائے گا۔ نوو بستی میں دینی مدارس

اور علمی ماحول نہیں تھا کہ جہاں سے دینی کمال حاصل کیا جا سکتا اس لئے امام نووی کے والد آپ کو دمشق لے آئے۔ یہاں آپ نے مدرسہ رواحیہ میں تعلیم حاصل کی جو جامع اموی سے متصل تھا۔ دمشق میں آپؒ نے جن اساتذہ سے علم حاصل کیا ان کی تعداد بیس سے زیادہ ہے جن سے آپ نے حدیث، فقہ، اصول اور عربی ادب سیکھا۔ علم میں اپنی بلندیوں پر پہنچنے کے باوجود آپ کے مزاج میں سادگی اور زہد وتقویٰ تھا۔ آپ کبھی حق بات کہنے میں جھجک محسوس نہیں کرتے تھے۔

آپؒ انیس سال کی عمر میں دمشق آ گئے تھے۔ وہاں آپ نے علم کے حصول کے ساتھ ساتھ تصنیف کا بھی کام کیا۔ آپ نے صحیح مسلم کی شرح لکھی۔ آپ کی دیگر کتابوں میں تہذیب الاسماء و اللغات، کتاب الاذکار اور ریاض الصالحین زیادہ مشہور ہیں۔

شیخ محمد بن صالح العثیمینؒ فرماتے ہیں! امام نوویؒ اصحاب شافعی میں ایسے پائے کے امام ہیں کہ ان کے اقوال معتبر ہیں۔ آپ کی بے شمار تالیف ہیں۔ آپ نے حدیث، فقہ، لغت پر کتابیں لکھی ہیں۔ آپ مجتہد تھے اور مجتہد سے صواب اور خطا دونوں کا امکان ہوتا ہے۔

امام نوویؒ کو علم حدیث میں کمال حاصل تھا اس کے باوجود آپ کے مزاج وطبیعت میں بڑی سادگی تھی، لباس بھی معمولی اور سادہ زیب تن کرتے تھے۔

خوراک بھی سادہ اور برائے نام کھاتے تھے۔ خوش خوراکی اور خوش لباسی اگرچہ ممنوع نہیں ہے لیکن اصحابِ علم کے علمی انہماک کے لئے مضر ضرور ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل علم و فضل کی اکثریت ان چیزوں کو زیادہ اہمیت نہیں دیتی۔ ان کے ہاں اصل اہمیت درس و تدریس، تبلیغ و دعوت، مطالعہ کتب، تصنیف و تالیف اور اسی قسم کی علمی مصروفیات ہوتی ہیں۔

آپؒ کی مشہور تصانیف درج ذیل ہیں:

منہاج الطالبین، الدقائق، تصحیح التنبیہ، المنہاج فی شرح صحیح مسلم (۵ جلد)، التقریب والتیسیر فی مصطلح الحدیث، حلیۃ الابرار، بستان العارفین، خلاصۃ الاحکام من مہمات السنن و قواعد الاسلام، المقاصد، الایضاح، مناسک حج، روضۃ الطالبین، التبیان فی الادب حملۃ القرآن، رسالۃ فی التوحید، مختصر طبقات الشافعۃ لابن الصلاح، مناقب الشافی، المنثورات، فقہ وھو کتاب فتاویۃ، مختصر التبیان، مواعظ والاصل لہ، منار الھدا، فی الوقف والابتداء تجوید، الارشادات الی بیان اسماء المبہمات، الاربعون حدیثا النوویۃ، المنہاج السوی، النہایۃ فی اختصار الغایۃ، اغالیط علی الوسیط، الفتوحات الوھبیۃ، شرح صحیح مسلم، تہذیب الاسماء واللغات، کتاب الاذکار، ریاض الصالحین من کلام سید المرسلین، المجموع، شرح اربعین نووی۔

آپ اپنے وطن نوو میں یکم محرم ۶۳۱ھ / ۱۲۳۳ء میں پیدا ہوئے۔ اٹھائیس (۲۸) سال دمشق میں رہنے کے بعد امام نوویؒ واپس نویٰ بستی منتقل ہو گئے اور اسی سال بیمار ہوکر انتقال کر گئے۔ ۱۴/رجب المرجب ۶۷۶ھ / ۱۲۷۷ء بروز بدھ رات کو آپ کا انتقال ہوا۔

۱۲۶ ۔ علامہ احمد بن محمد بن عبداللہ بن ظاہریؒ

آپ کا پورا نام امام محدث جمال الدین ابو العباس احمد بن محمد بن عبداللہ بن قماز حلبی المعروف بابن الظاہریؒ ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۶۲۶ھ میں ہوئی۔

آپ کے مشہور شیوخ میں ابن اللتیؒ، محمد بن ابراہیم اربلیؒ، ضیاء مقدسیؒ، احمد بن عبداللہ حلبیؒ، شعیب زعفرانیؒ، یوسف ساویؒ، ابن رواحہؒ، ابن یعیشؒ، کریمہ بنت وہابؒ شامل ہیں۔ علامہ ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ آپ کے شیوخ کی تعداد سات سو کے قریب ہے۔

آپ کے مشہور شاگردوں میں مورخ اسلام علامہ شمس الدین ذہبیؒ، حافظ علم الدینؒ، اور علامہ یوسف مزیؒ شامل ہیں۔

علامہ ابن ظاہریؒ نے حدیث کے حصول کے لئے بلاد اسلامی کے سفر بھی کیئے۔ جن میں دمشق، حمص، اسکندریہ، مصر، خراسان، حران، ماردین اور حرمین کے سفر قابل ذکر ہیں۔ آپ مضبوط قوتِ حافظہ کی وجہ سے علوم حدیث میں بلند مقام رکھتے ہیں۔ آپ کا شمار اپنے وقت کے جلیل القدر حفاظ الحدیث میں ہوتا ہے۔ علامہ ذہبیؒ "تذکرہ الحفاظ" میں لکھتے ہیں کہ ابن ظاہریؒ ثقہ اور سراپا خیر حافظ ہیں۔ عبارت والے، نرالے انتخاب والے، احادیثِ موافقات اور مصافحات سے بھی پوری طرح واقف ہیں۔

موافقات وہ احادیث ہیں جس سے کتب حدیث کے مصنفین تک اس مصنف کے علاوہ کسی دوسرے واسطے سے پہنچا جائے تو اس میں اس مصنف کے شیخ سے موافقت ہوتی ہو اور سند بھی عالی ہو جاتی ہو۔ یہ علو نسبی کی پہلی قسم ہے۔

مصافحہ بھی علو نسبی کی ایک قسم ہے جس میں مصنف کے کسی شاگرد کے ساتھ کم واسطے میں موافقت ہو جائے۔

علامہ سیوطیؒ نے علامہ ابن ظاہریؒ کو '' طبقات الحفاظ '' میں نامور حفاظ محدثین میں شمار کیا ہے، آپ انہیں امام، محدث، زاہد اور محدثین کے سرتاج کہتے ہیں۔

ابن ظاہریؒ اپنے زمانے کے علم قرأت کے بھی ماہر مانے جاتے تھے۔ آپ کو قرأت سبعہ پر عبور حاصل تھا۔ آپ نے قرات کا علم مشہور قاری شیخ ابو عبداللہ فاسیؒ سے حاصل کیا تھا۔ آپ فن جرح و تعدیل میں بھی امام مانے جاتے ہیں، آپ کی رائے اور اقوال سے استدلال کیا جاتا تھا۔

آپ کی وفات ۶۹۶ھ میں ہوئی۔

۱۲۷ ۔ امام ذہبیؒ

علامہ حافظ شمس الدین ابوعبداللہ محمد ذہبی شافعی امام ذہبیؒ کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ کا نام محمد بن احمد بن عثمان بن قایماز اور کنیت ابوعبداللہ ہے۔ آپ کے والد سونے کا کاروبار کرتے تھے اسی نسبت سے آپ ذہبی مشہور ہو گئے۔ آپ نسلاً ترک ہیں اور آپ کا آبائی شہر دیارِ بکر کا مشہور علاقہ میافارقین ہے۔ امام ذہبیؒ کی پیدائش ربیع الثانی ۶۶۳ھ بمطابق ۵/اکتوبر ۱۲۷۴ء میں ہوئی۔ آپ کا تعلق ایک دیندار گھرانے سے تھا۔ اس لئے آپ نے بچپن سے ہی علم دین حاصل کرنا شروع کر دیا تھا اور اپنے وقت کے نامور مشائخ اور اساتذہ سے علمی استفادہ حاصل کیا۔ آپ کا رحجان علم القرأت اور علم الحدیث کی طرف زیادہ تھا۔ علم القرأت میں آپ کے اساتذہ شیخ القرأ جمال الدین ابواسحاق ابراہیم بن داؤد عسقلانیؒ اور شیخ ابراہیم بن غالی مقریؒ تھے۔ آپ نے قرآنی علوم پر مبنی کتاب ''المقدمہ فی التجوید'' تصنیف کی۔

علم حدیث میں آپ کے استاد شیخ جمال الدین ابوحجاج یوسف بن عبدالرحمٰن مزیؒ تھے جو رجال الحدیث کے بہت بڑے ماہر تھے۔ آپ اپنے استاد سے بے حد متاثر تھے۔ امام ذہبیؒ کے ایک اور استاد شیخ علم الدین برزالیؒ تھے جن کی وجہ سے آپ کو علم الحدیث سے بے حد رغبت ہوگئی۔ آپ کے تیسرے استاد شیخ تقی الدین ابن تیمیہؒ ہیں جن سے آپ شدید محبت کرتے تھے۔ اس جذباتی وابستگی

کے باوجود بعض مسائل کے اصول وفروع میں آپ نے اپنے استاد ابن تیمیہؒ سے اختلاف کیا ہے۔ اس حوالے سے ایک رسالہ بھی تحریر کیا جس کا نام "النصیحة الذهبیه لابن تیمیه" ہے۔

امام ذہبی تصنیف وتالیف کے ساتھ ساتھ درس وتدریس بھی فرماتے تھے۔ اس زمانے میں آپ کے درس وتدریس کے حلقے بڑے علمی مراکز میں شمار ہوتے تھے۔ آپ نے دارالحدیث ظاہریہ میں بھی شیخ الحدیث کے فرائض سرانجام دئے۔ اپنے استاد علم الدین برزالیؒ کے انتقال کے بعد امام ذہبیؒ ان کی جگہ مدرسہ نفیسیہ میں شیخ الحدیث مقرر ہوئے۔

علامہ صفدی نے بیان کیا ہے کہ امام ذہبی کے انتقال سے چار سال پہلے انہیں آشوب چشم کی شکایت ہوگئی تھی جس کی شدید تکلیف تھی۔ ان کا انتقال ۳/ ذوالقعدہ ۷۴۸ھ بمطابق ۳/فروری ۱۳۴۸ء نصف رات سے کچھ پہلے ہوا اورانہیں دمشق میں باب الصغیر کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔ آپ کے جنازے میں اہل علم اوران کے شاگردوں کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی جن میں ان کے شاگرد خاص تقی الدین سبکی اور صلاح الدین صفدی شامل ہیں۔

امام ذہبیؒ نے دوسو کے قریب تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔ آپؒ اپنے وقت کے مشہور محدث، مورخ اور الجرح والتعدیل کے امام تھے۔ آپ کے شاگردوں میں حافظ ابن کثیرؒ بہت مشہور ہیں۔

امام ذہبیؒ کی لاجواب تصنیف ''میزان الاعتدال'' ہے جو ضعیف راویوں کے بارے میں ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اس کتاب کو بہت پسند کیا اور اس پر تحقیق کی اور پھر ایک کتاب ''لسان المیزان'' کے نام سے تحریر کی۔

آپ کی چند مشہور تصانیف:

۱۔ تاریخ اسلام والطبقات المشاہیر والاعلام (عرب کی تاریخ)

۲۔ تذکرۃ الحفاظ۔ علم اسماء الرجال پر تصنیف

۳۔ میزان اعتدال فی نقد الرجال۔ علم اسماء الرجال پر تصنیف

۴۔ سیر اعلام النبلاء

۵۔ طبقات القراء

۶۔ طبقات الحفاظ

۷۔ تہذیب التہذیب

۸۔ اختصار سنن البیہقی

۹۔ اختصار المستدرک الحاکم

۱۰۔ اختصار کتاب الجہاد ابن عساکر

۱۱۔ اختصار تاریخ الخطیب

۱۲۔ فتح الطالب

۱۳۔ مابعد الموت

۱۴۔ توفیق اہل التوفیق ۔ مناقب ابوبکر صدیق ؓ

۱۵۔ نعم السمر ۔ سیرت حضرت عمر ؓ

۱۶۔ التبیان ۔ مناقب حضرت عثمان ؓ

۱۷۔ المشتبہ فی الاسماء و الانساب

۱۸۔ نبا الرجال

۱۹۔ تنقیح احادیث التعلیق ابن جوزی

۲۰۔ الکاشف

۲۱۔ مناقب ابی حنیفہ ؒ

۱۲۸ ۔ علامہ بدرالدین العینیؒ

آپ کا پورا نام قاضی القضاۃ شیخ الاسلام بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ بن احمد بن حسین بن یوسف بن محمود العینتابی الحنفی المعروف بالعینی ؒ ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت حلب کے قریب عنتاب نامی بستی میں ۷۶۲ھ میں ہوئی۔ تخفیف کی وجہ سے عنتاب کو عینی کہا جانے لگا۔

علامہ عینی نے بھی کثیر شیوخ سے استفادہ کیا ہے اس وجہ سے انہوں نے اپنے شیوخ پر ''معجم الشیوخ'' کے نام سے ایک مستقل کتاب تالیف کی ان میں سے چند مشہور شیوخ کے نام درج ذیل ہیں:

زین الدین عراقی ؒ، سراج الدین بلقینی ؒ، العلاء السیرامی ؒ، ابن الکشک حنفیؒ، نورالدین ہیثمیؒ، جمال الدین الملطیؒ، تقی الدین دجویؒ، عیسیٰ بن الخاصؒ، جبریل بن صالح بغدادیؒ، اورتغری برمشؒ وغیرہ۔

آپ کے مشہور شاگردوں میں کمال الدین بن الہمامؒ صاحب فتح القدیر، شمس الدین سخاویؒ، احمد بن صدقہ المعروف بابن الصیرنیؒ، عیسیٰ بن سلیمان طنوبیؒ، ابوالبرکات عسقلانی حنبلیؒ، ابن تغری بردیؒ صاحب النجوم الزھراء، ابن قاضی عجلونؒ، نورالدین دکماویؒ، محمد بن خلیل البلبیسیؒ اور محمد بن محمد حجازیؒ وغیرہ شامل ہیں۔

آپ نے علم کے حصول کے لئے بلادِ اسلامی کے کافی سفر کئے۔ آپ نے پہلا سفر حلب کی طرف کیا جو عنتاب کے قریب ہی واقع ہے۔ وہاں یوسف بن موسیٰ ملطیؒ سے ''ھدایہ'' اور حیدر رومی سے ''سراجی'' کی شرح پڑھی۔ پھر آپ مصر تشریف لے گئے اور شیخ سرامیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مختلف فنون کی تکمیل کی۔ اس کے بعد قاہرہ آئے اور وہاں کے کبار محدثین سے علوم حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ جن میں علامہ عراقیؒ، سراج الدین بلقینیؒ اور نورالدین ہیثمیؒ قابلِ ذکر ہیں۔

علامہ ابوالمعالی الحسینیؒ علامہ عینیؒ کی محدثانہ شان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ آپ اپنے وقت کے امام، علامہ حافظ متقی، روایت اور درایت میں ماہر، منکرین اور مخالفین کے لئے حجت ہیں اور بدعت کے خلاف ایک نشانی ہیں۔ مزید لکھتے ہیں کہ آپ اپنے زمانے کے علم و تقویٰ اور بزرگی میں مشہور تھے۔ فقہ اور حدیث میں بلند مرتبہ پر فائز تھے۔

علامہ سخاویؒ لکھتے ہیں کہ علامہ عینیؒ اپنے دور کے امام، عالم، علامہ ہیں۔ آپ فن صرف اور عربیت کے ماہر تھے۔ لغت اور تاریخ کے حافظ تھے۔ آپ نے حدیث میں کئی نادر کتابیں تصنیف کیں۔

آپ کی وفات ۸۵۵ھ میں ہوئی۔

۱۲۹ ۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی پیدائش ۱۴ر شوال ۱۱۱۴ھ بمطابق ۲۱ر فروری ۱۷۰۳ء میں ہندوستان کے شہر مظفر نگر کے موضع پھلت میں ہوئی۔ اس وقت مغلیہ سلطنت کا آخری دور چل رہا تھا۔ آپ کا نام قطب الدین رکھا گیا۔ آپ کے والد ماجد کا نام شاہ عبدالرحیم بن شیخ وجیہہ الدین تھا۔

آپ کو پانچ سال کی عمر میں مکتب میں بٹھا دیا تھا۔ آپ سات سال کی عمر میں نماز روزے کے پابند ہو گئے تھے۔ دس سال کی عمر میں شرح جامی پڑھ لی تھی۔ چودہ سال کی عمر میں آپ کی شادی ہو گئی تھی۔ شادی کے وقت آپ مکمل عالم بن گئے تھے۔ پندرہ سال کی عمر میں آپ نے اپنے والد ماجد سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت کی اور مخصوص ذکر واذکار کی تعلیم حاصل کی۔

حدیث کی کتابوں میں صحیح بخاری، مشکوۃ شریف، شمائل ترمذی سبقاً سبقاً پڑھیں۔ تفسیر بیضاوی اور تفسیر مدراک بھی اپنے استاد سے پڑھیں۔ علم الفقہ میں آپ نے شرح وقایہ اور ہدایہ پوری پڑھیں۔ تصوف میں عوارف المعارف اور رسائل نقشبندیہ کا مطالعہ کیا۔ آپ کو اپنے والد صاحب کی طرف سے خلافت ملی۔ جب آپ کی عمر سترہ (۱۷) سال کی تھی تو آپ کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا۔ آپ کے والد کے انتقال کے بعد آپ نے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔ آپ کے درس کی شہرت دور دور تک پھیل گئی تھی۔ آپ کے والد

کی وفات کے بعد بھی بارہ سال تک آپ کی تعلیم کا سلسلہ جاری رہا۔

آپ ؒ نے ۱۱۴۳ھ میں حج کیا۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے مقدس مقامات کی زیارات کیں اور وہاں کے علماء اور صلحاء کی صحبتوں کا شرف حاصل کیا جن میں شیخ محمد وفد اللہ بن محمد ؒ، شیخ احمد شناوی ؒ، شیخ احمد قشاشی ؒ، سید عبدالرحمٰن ادریسی ؒ اور شیخ ابو طاہر مدنی ؒ شامل ہیں۔ شیخ ابو طاہر مدنی ؒ سے حدیث روایت کرنے کی اجازت لی۔ شیخ ابو طاہر مدنی ؒ نے آپ کو اپنی خلافت سے بھی نوازا۔ آپ نے حرمین میں ایک سال قیام کیا اور اس دوران دو حج کیے۔ آپ کو ایک ماہر محدث اور فقیہہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ آپ کو تصوف کے چاروں سلسلے نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ اور سہروردیہ سے مساوی نسبت حاصل تھی۔

آپ اپنے دور کی وہ شخصیت تھے جس نے مسلمانوں کے زوال کے اسباب کے متعلق جاننے اور اوران کے سد باب کرنے کی فکر کی اور عملی اقدامات کیے۔ حضرت مجدد الف الثانی ؒ نے جس کام کا اغاز کیا تھا آپ نے اسی اصلاحی کام کو آگے بڑھایا۔

شاہ ولی اللہ ؒ حضرت مجدد الف الثانہ کے اسی (۸۰) سال بعد پیدا ہوئے۔ آپ چار سال کے تھے کہ مغل بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر کا انتقال ہوا۔ اورنگزیب کے انتقال کے ساتھ ہی اسلامی سلطنت ٹکڑوں میں بٹنے لگی۔ سارے ملک میں بدامنی پھیل گئی۔ مرہٹوں نے ملک کے بہت سے علاقوں پر قبضہ کرلیا تھا۔

مسلمانون کی نہ صرف سیاسی حالت خراب تھی بلکہ وہ اخلاقی طور پر بھی پستی کا شکار ہوتے جا رہے تھے۔ آرام طلبی، عیش وعشرت، دولت سے محبت، خودغرضی، بے ایمانی اوردوسری بہت سی برائیاں عام ہوگئیں تھیں۔ شاہ ولی اللہؒ نے تصنیف و تالیف اوراصلاحی کاموں کے ذریعہ ان برائیوں کوروکنے کی کوشش کی۔ مسلمانوں کومتحد کرنے کی ہرممکن کوشش کی۔

آپ نے مختلف امراء اورسلاطین کو مدد کے لئے خطوط لکھے جس میں احمدشاہ ابدالی بھی تھا جس نے پانی پت کی تیسری لڑائی میں مرہٹوں کوشکست دی تھی۔

مسلمانوں میں جو ہندوانہ رسم و رواج اورسوچ داخل ہوگئی تھی اسے دور کرنے کی کوشش کی۔ بیوہ کی شادی کولوگ برا سمجھتے تھے، شادی اورغمی میں فضول رسومات پر بہت فضول خرچیاں ہونے لگیں تھیں۔ آپ نے ان کا حتیٰ الامکان تدارک کیا۔ فرقہ وارانہ اختلافات کوکم کیا۔ تصوف میں جو غلط نظریات اور بدعات شامل ہوگئیں تھیں ان کی نشاندہی کی۔

آپ نے قرآن کریم کے فارسی ترجمہ کےساتھ ساتھ علم التفسیر، حدیث، فقہ، تاریخ اورتصوف پرکتابیں لکھیں جن کی تعداد اکیاون (۵۱) ہے۔

آپ کی مشہورتصانیف:

۱۔ حجۃ اللہ البالغہ

۲۔ ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء

۳۔ الشفاء العلیل القول الجمیل

۴۔ رسائل

۵۔ الفوزالکبیر

۶۔ الانصاف فی بیان اسباب الاختلاف

۷۔ سیرۃ الرسول ﷺ

آپ کے بڑے صاحبزادے شاہ عبدالعزیز عربی و فارسی کے انشاپرداز تھے۔ انہوں نے ۶۰ سال تک لوگوں کو دینی علوم اور حدیث کی تعلیم دی۔

آپؒ کے دوسرے صاحبزادے شاہ رفیع الدین نے قرآن کریم کا اردو ترجمہ کیا جو اردو زبان میں پہلا ترجمہ قرآن تھا۔

آپ کے تیسرے صاحبزادے شاہ عبدالقادر نے اردو میں ''موضع القرآن'' کے نام سے تفسیر القرآن لکھی۔

آپ کے چوتھے صاحبزادے شاہ عبدالغنیؒ کے بیٹے شاہ اسماعیل شہید تھے۔ جو اپنے زمانے کے بہت بڑے عالم تھے اور جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ کا انتقال ۱۱۷۶ھ بمطابق ۲۰/ اگست ۱۷۶۲ء کو (۵۹) سال کی عمر میں ہوا۔ آپ دہلی میں اپنے والد کے ساتھ والی قبر میں مدفون ہوئے۔ آپ کے ساتھ آپ کے صاحبزادے شاہ عبدالعزیزؒ کی قبر مبارک ہے۔

قولِ جمیل

جو شخص تین مقام پر اپنا دل
حاضر نہ پائے۔ اس کو سمجھ لینا
چاھئے کہ اس پر رحمت الٰھی کے
دروازے بند ھیں۔

١۔ قرآن مجید پڑھتے ھوئے
٢۔ اللّٰہ کا ذکر کرتے وقت
٣۔ نماز پڑھتے وقت

دُرُود تنجینا

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِہٖ
وَاَصْحَابِہٖ وَاِخْوَانِہٖ صَلٰوۃً تُنَجِّیْنَا بِھَا مِنْ جَمِیْعِ الْاَھْوَالِ
وَالْاٰفَاتِ وَتَقْضِیْ لَنَا بِھَا جَمِیْعِ الْحَاجَاتِ وَتُطَھِّرُنَا بِھَا
مِنْ جَمِیْعِ السَّیِّاٰتِ وَتَرْفَعُنَا بِھَا عِنْدَکَ اَعْلَی الدَّرَجَاتِ
وَتُبَلِّغُنَا بِھَآ اَقْصَی الْغَایَاتِ مِنْ جَمَیْعِ الْخَیْرَاتِ فِی
الْحَیٰوۃِ وَبَعْدَ الْمَمَاتِ ط اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیٍٔ قَدِیْرٌ ✦

یا قاضی الحاجات   یا مجیب الدعواۃ
یا شافی الامراض   یا دافع البلیّات
یا حل المشکلات   یا کافی المھمّات
یا رافع الدرجات   یا ارحم الرٰحمین

(آمین)

ترجمہ! اے اللہ! ہمارے سرداراورآقا حضرت محمد ﷺ اوران کی آل اوراصحابؓ اور پیغمبروں پردرود بھیج اوراس کے ذریعے تو ہمیں تمام خوف وہراس اورمصیبتوں سے نجات دیدے ہماری سب حاجتوں کو پورا فرمادے اورہمیں تمام گناہوں سے پاک وصاف کردے ہمیں اپنے نزدیک اعلیٰ سے اعلیٰ درجات سے سرفراز فرمادے اورہمیں زندگی میں اورموت کے بعد تمام بھلائیوں سے نواز دے۔ بے شک تو ہر شے پر قادر ہے۔

دعا برائے حفاظت

اَللّٰھُمَّ حَبِّبْ اِلَیْنَا اْلِا یْمَانَ وَزَیِّنْہُ فِیْ قُلُوْ بِنَا
وَکَرِّہْ اِلَیْنَا الْکُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْیَانَ
وَاجْعَلْنَا مِنَ الرَّ شِدِیْنَ.
اَللّٰھُمَّ توفَّنَاَ مُسْلِمِیْنَ وَالْحِقْنَا بِالصَّالِحِیْنَ
غَیْرَ خَزَایَا وَلَا مَفْتُوْنِیْنَ

☆☆☆

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

سکندر نقشبندی صاحب کی تصانیف

1- سیرتِ رسول اعظم ﷺ (ماہ وسال کے آئینہ میں)
2- ثانی اثنین ۔ سیدنا ابوبکر صدیق ؓ
3- سیرتِ امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ ؓ
4- سیرت ِ امام ِ اعظم ۔ ابوحنیفہ ؒ (حضرت نعمان بن ثابت ؒ)
5- آئمہ حدیث ؒ کے مختصر حالات
6- دل کی اقسام (قرآن کی روشنی میں)
7- نفس کا بیان
8- بشر و شجر
9- تصوف (قرآن وسنتِ رسول کریم ﷺ کی روشنی میں)
10- غفلت اور جہالت
11- اخلاقِ مومن
12- نفاق
13- اولیاء کرام کے ایمان افروز واقعات اور حالات
14,15- تاریخ اسلام کی عظیم خواتین ۔ (جلد اول و جلد دوم)

16- Biography of The Greatest Prophet ((ﷺ)
(According to the Calendar)

17- Al-Siddique (Syedna Abu Bakr Siddique RA)

18- Seerat Amirul Mominin Syedna Ali Al-Murtaza (RA)

19- HEARTS - In the light of Quran

20- What is Soul (Nafs)

21- Historical Trees of Islam
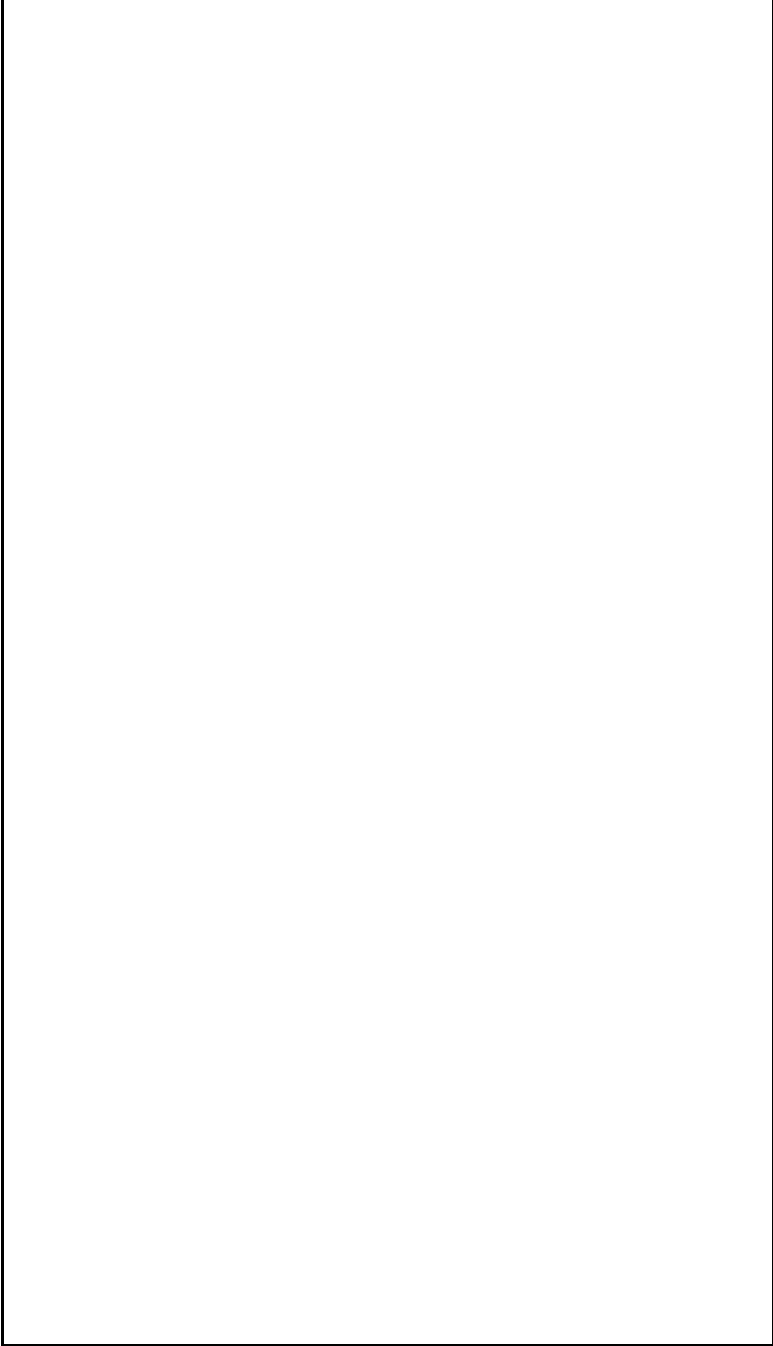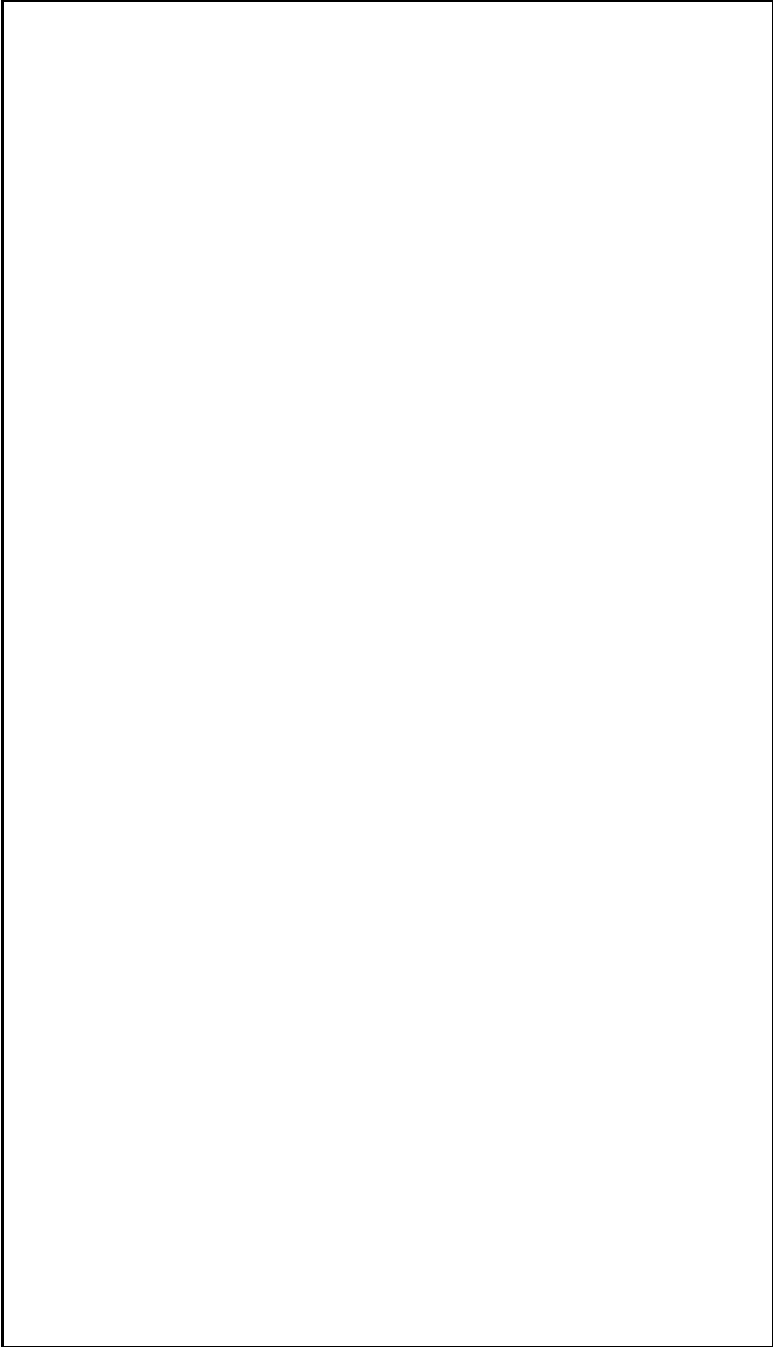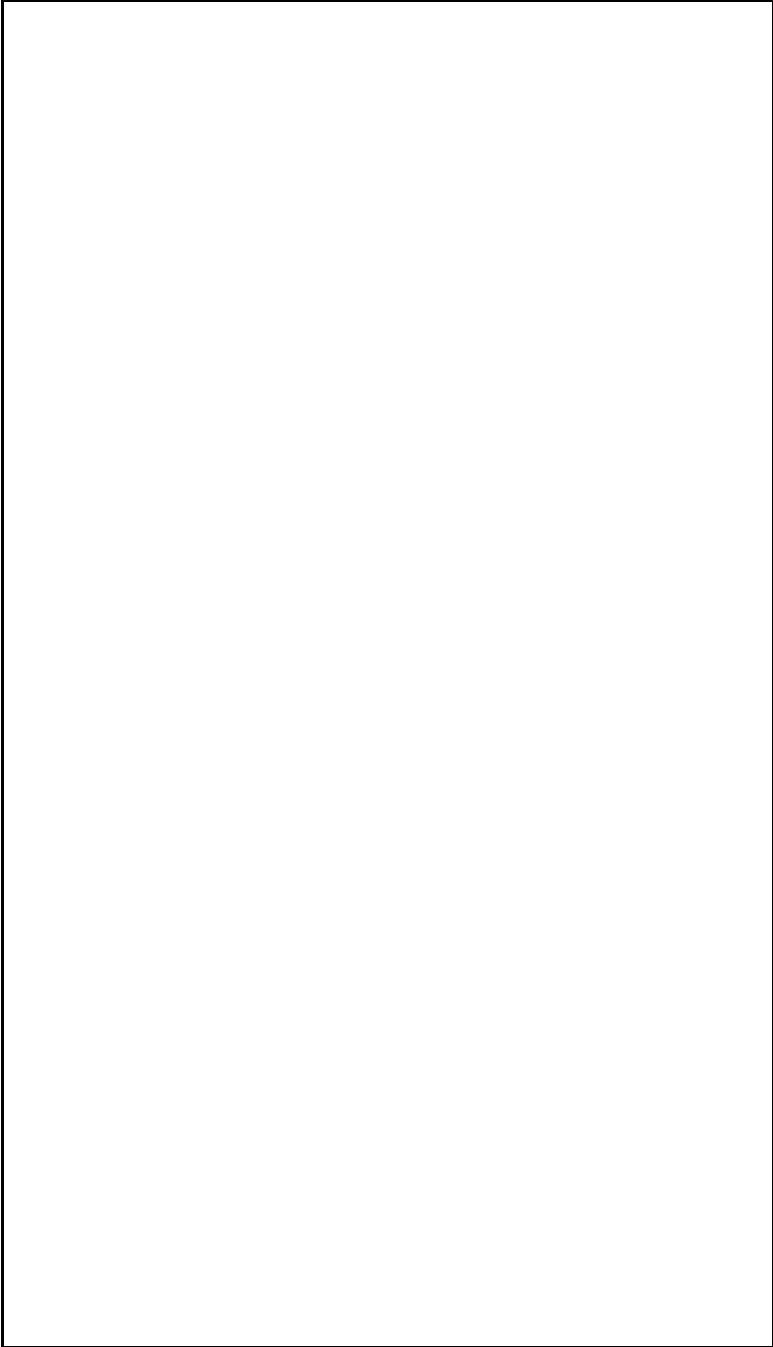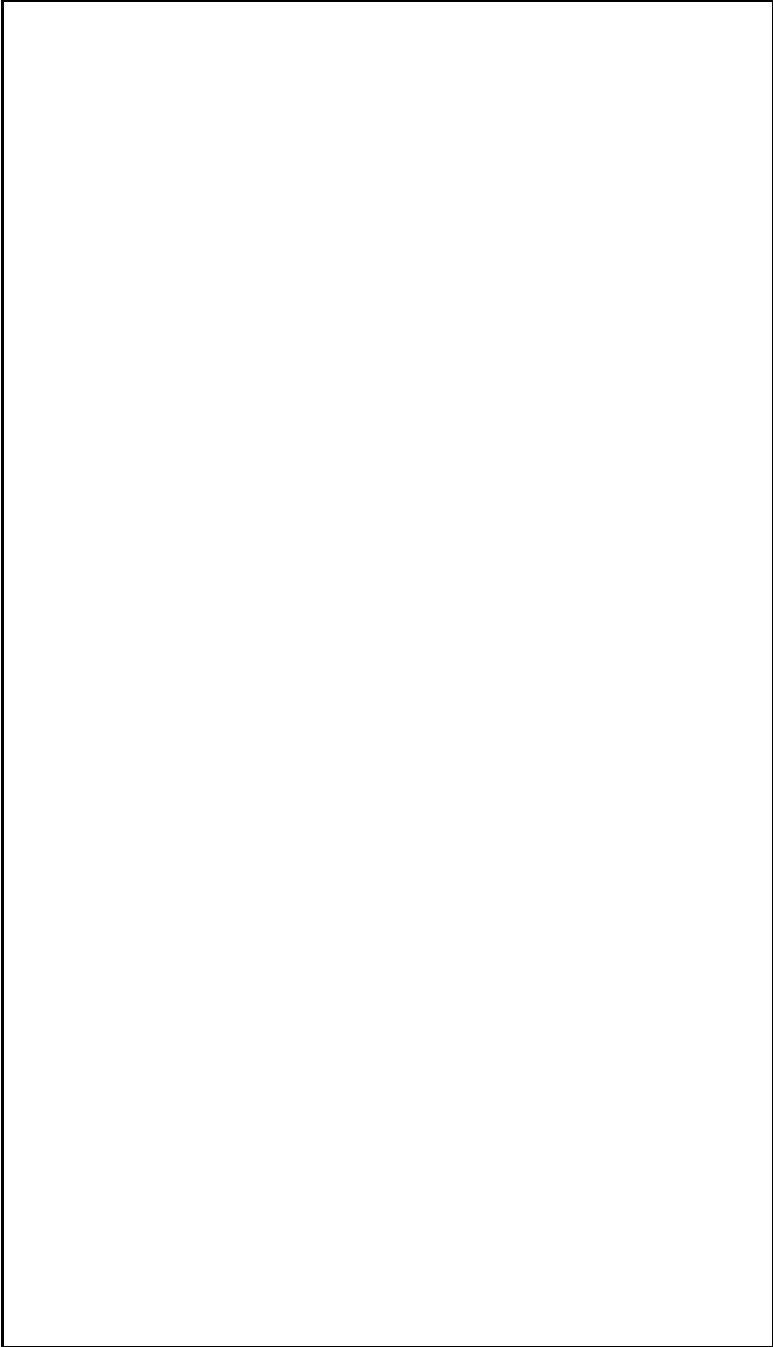
سکندر نقشبندی صاحب کی تصانیف

1- سیرتِ رسول اعظم ﷺ (ماہ وسال کے آئینہ میں)

2- ثانی اثنین۔ سیدنا ابو بکر صدیق ؓ

3-سیرتِ امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ ؓ

4۔ سیرتِ امامِ اعظم۔ ابو حنیفہ ؒ (حضرت نعمان بن ثابت) ؒ

5۔ آئمہ حدیث کے مختصر حالات

6-دل کی اقسام (قرآن کی روشنی میں)

7-نفس کا بیان

8- بشر و شجر

9-تصوف (قرآن و سنتِ رسول کریم ﷺ کی روشنی میں)

10-غفلت اور جہالت

11-اخلاقِ مومن

12۔ نفاق

13 ۔اولیاء کرام کے ایمان افروز واقعات اور حالات

14 ۔تاریخ اسلام کی عظیم خواتین۔ جلد اول و جلد دوم

15 - Biography of The Greatest Prophet (ﷺ)

(According to the Calendar)

16 - Al-Siddique (Syedna Abu Bakr Siddique RA)

17 - Seerat Amirul Mominin Syedna Ali Al-Murtaza (RA)

18 - HEARTS - In the light of Quran

19 - What is Soul (Nafs)

20 - Historical Trees of Islam

www.eislamicbooks.com /

sikander.naqshbandi@gmail.com